محبت ایسا نغمہ ہے



اقرا صغیر احمد

محبت ایسا نغمہ ہے

بزم خیال میں تیرے حسن کی شمع جل گئی
درد کا چاند بجھ گیا، ہجر کی رات ڈھل گئی
جب تجھے یاد کرلیا، صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگالیا، رات مچل مچل گئی

''او گاڈ! اب کیا ہوا.....ہم پہلے ہی لیٹ ہوگئے ہیں اور تمہاری اس بائیک کو اسی وقت ہی خراب ہونا تھا؟'' مائدہ نے بائیک سے اترتے ہوئے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور گھبرا کر بولی۔

''ریلیکس یار! گیارہ ہی بجے ہیں ابھی کوئی رات نہیں گزر گئی ہے جو تم اس قدر پریشان ہو رہی ہو تم پھر میرے ساتھ ہو کسی غیر کے ساتھ نہیں۔'' حماد بائیک کے قریب بیٹھ کر ٹائر چیک کرتے ہوئے نرمی سے گویا ہوا۔

''بابا کے لیے گیارہ بجے آدھی رات ہوتی ہے، تین بجے وہ تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے ہیں تو پھر دوپہر میں ہی قیلولہ کرتے ہیں۔''

''خیر مجھے کیا بتا رہی ہو میں بھی اسی گھر میں رہتا ہوں اور چچا جان کی ڈیلی روٹین کو جانتا ہوں۔''

''اور بابا کے مزاج کو جان کر بھی جاننا نہیں چاہتے ہو اگر ان کو پتا چل گیا ہم اس طرح آوارہ گردی کر رہے ہیں تو.....'' کہتے کہتے وہ مارے خوف کے جھرجھری لے کر بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہوگئی۔

''تو.....تو کیا ہوگا جملہ مکمل کرو اپنا۔''

''اس سے آگے میں سوچنا ہی نہیں چاہتی، بابا کا غصہ بے حد خراب ہے۔'' حماد نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے سیاہ اسکارف میں لپٹے شفاف و دودھیائی رنگت والے رعنائی سے بھرپور چہرے کو دیکھا تو اس کی چاہت کی لے پر دھڑکتی دھڑکنوں میں خوش کن ارتعاش سا ہلچل مچانے لگا تھا۔

''ایک بات بالکل سچ سچ بتاؤ گی؟'' وہ قریب آ کر بھاری لہجے میں بولا۔

''ہوں.....وہ اس کی آنچ دیتی نگاہوں سے سراسیمہ ہو کر گویا ہوئی۔''

''لڑکیاں واقعی ڈرپوک ہوتی ہیں یا ایکٹنگ کرتی ہیں؟'' اس کے قریب آنے پر وہ بے ساختہ چند قدم پیچھے ہوئی تھی۔

''فالتو کی بکواس مت کرو، میں آئندہ تمہارے ساتھ نہیں آؤں گی، تمہارے دماغ کی طرح اکثر تمہاری بائیک بھی خراب ہو جاتی ہے۔''

''بائیک خراب نہیں ہوئی صرف ٹائر پنکچر ہوا ہے جو ابھی لگ جائے گا۔'' وہ سڑک کے اس پار پنکچر لگانے والے کی دکان دیکھتا ہوا اطمینان بھرے لہجے میں بولا اور مائدہ کا خوف و فکر سے برا حال تھا۔ دوسرا اس کے اطمینان پر دل جل کر خاک ہو رہا تھا وہ اس کے اصرار پر امی اور تائی کی اجازت لے کر کھانے پر آئے تھے۔

حماد پہلے اسے سی ویو لے گیا سمندر کی ٹھنڈی لہروں سے کھیلتے ہوئے وقت گزرنے کا احساس نہ رہا پھر ڈنر اور کافی کے بعد حماد بار بار اس کے کہنے پر وہاں سے اٹھا تھا اور ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہوا تھا کہ رہی سہی کسر ٹائر پنکچر نے پوری کر دی تھی۔

''اب کتنی اور دیر لگے گی یہاں؟'' وہ بائیک وہاں کھڑی کر آیا تو وہ پوچھ بیٹھی۔

''زیادہ دیر نہیں لگے گی، تم فکر مت کرو۔'' اس نے تسلی دی۔



مردانہ قہقہے کے ساتھ نسوانی بے باک قہقہہ فضاؤں میں بکھرا اور قہقہوں میں تبدیل ہوتا چلا گیا، ایوننگ نیوز پیپر پڑھتے ہوئے یوسف صاحب کی نگاہیں بے ساختہ ہی برابر والے لان میں گئی تھیں۔

''لاحول ولاقوۃ! شریف لوگوں کے درمیان بھی اب اس قماش کے لوگ بسنے لگے ہیں۔'' لان میں ایک نوجوان لڑکی جینز اور سلیولیس ٹاپ میں دو مردوں کیساتھ کھڑی بے تحاشہ ہنس رہی تھی، اس کا ساتھ مرد بھی دے رہے تھے، جتنی تیزی سے ان کی نگاہیں اس طرف اٹھی تھیں اس سے بھی پھرتی سے پلٹی تھیں وہ فوراً اٹھے اور تیز تیز چلتے کمرے میں آ گئے۔

''ایک گلاس پانی دو بیگم!'' وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئے۔

''ارے کیا ہوا آپ کو؟ چہرہ کتنا سرخ ہو رہا ہے تنفس بھی تیز ہے۔'' مہربانو روم ریفریجریٹر سے پانی گلاس میں انڈیل کر انہیں دیتی ہوئی تشویش بھرے لہجے میں استفسار کرنے لگیں۔

''کیا بے حیائی کا دور آ گیا ہے مہربانو! ہم صدمے میں ہیں۔'' وہ ان کو ساری بات بتا کر حیران و افسردہ لہجے میں گویا ہوئے۔

''کیوں اتنا رنجیدہ ہوتے ہیں آپ، یہ بھی ہو سکتا ہے ان کا آپس میں ایسا کوئی تعلق نہ ہو بعض گھرانوں میں بہن بھائیوں میں بھی ایسی بے تکلفی پائی جاتی ہے، ہنسی مذاق چلتا ہے۔''

''بہن بھائی......کیسی باتیں کرتی ہو مہر بانو! ارے ان پاکیزہ رشتوں کی خوشبو دور سے ہی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ بال میں نے دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں ان بالوں کی سفیدی میں عمر کے مشاہدے و تجربے موجود ہیں۔''

''ارے چھوڑیں آپ یوسف! ہر کوئی اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے وہ جو بھی کرتے ہیں انہیں کرنے دیں اس دور میں کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔''

''برائی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے بیگم! ایسا نہ ہو کسی کے گھر کی آگ ہمارے گھر تک پہنچ جائے اور سب جل کر خاک ہو جائے۔''

''پھر کیا کریں گے آپ؟'' شوہر کو مضطرب دیکھ کر وہ بھی فکر مند ہونے لگیں۔

''میں ابھی علاقے کے کچھ معززین سے مل کر ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کوئی بھی ایسی بازاری عورتوں کو اپنے درمیان دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ ایسی بدقماش عورتیں شرفاء میں نہیں رہ سکتیں۔'' وہ گلاسز درست کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ بھی ہر بات سر پر سوار کر لیتے ہیں، پہلے چائے پی لیجیے ملائکہ نے کیک بنایا ہے، وہ چائے کی ٹرالی لا رہی ہے۔''

''ابھی تو میری پانی پینے کو بھی طبیعت نہیں چاہ رہی، واپسی پر پیوں گا، پہلے اس معاملے کو کلیئر کروانے دو۔'' وہ کہہ کر چلے گئے۔

''مما! پاپا کہاں گئے، کچھ غصے میں لگ رہے تھے؟'' ملائکہ نے باپ کو دور سے جاتے دیکھا تھا وہ ماں سے آ کر پوچھنے لگی۔

''آپ کے پاپا کو کچھ کام تھا اچانک یاد آنے پر گئے ہیں۔'' وہ کھڑکیوں کے پردے درست کرتی ہوئیں اسے ٹالنے کی غرض سے بولیں۔

''میں نے جو سینڈوچ اور کیک تیار کیا ہے اس کا کیا بنے گا اب؟''

''فکر کیوں کرتی ہو بیٹا! آپ کے پاپا کچھ دیر بعد آ جائیں گے اور شاید جب تک عمر بھی آ جائے تو ساتھ مل کر سب انجوائے کریں گے۔'' انہوں نے مسکرا کر منہ بسورتی بیٹی کو تسلی دی۔



وہ گنگناتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی معاً اس کی نگاہ منہ دھوتے حماد پر پڑ گئی تو وہ رک گئی۔ حماد کا چہرہ فیس واش کے جھاگ سے سفید ہو رہا تھا جس کو وہ دونوں ہاتھوں سے رگڑنے میں مصروف تھا۔

''کتنے بھی جتن کر لو تم گورے ہونے والے نہیں۔'' وہ اس کے قریب پہنچ کر ہنس کر گویا ہوئی، ساتھ ہی

نل بھی بند کر دیا تھا۔

''مائدہ! شرافت سے نل کھول دو میری آنکھیں جل رہی ہیں۔'' اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے نل کھولنے کی کوشش کی تھی جس کی لائن وہ بیسن کے نیچے سے بند کر کے ہنستے ہوئے بھاگ گئی تھی۔

''ہاہا...... ہمت ہے تو کھول لو خود ہی کلو قصائی۔''

''مائدہ کی بچی...... میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں ہوں، میرے ہاتھوں سے بچ کر دکھانا تم اب۔'' اس نے جیسے تیسے وال کھول لیا تھا ان چند لمحوں میں آنکھیں جلن و تکلیف کے مارے کھل کر نہیں دے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد متواتر پانی سے منہ دھونے کے بعد آنکھیں کھلی تھیں، جو سرخ انگارہ ہو رہی تھیں اس نے قریب لگے ہینگر سے ٹاول کھینچا منہ ہاتھ صاف کرتا وہ آئینے میں ایک نظر خود پر ڈالتا آگے بڑھ گیا۔

''کیا بات ہے کیوں بن بات اکیلی ہنسے جا رہی ہو، کتنی بار سمجھایا ہے تمہارا یہ بات بے بات ہنسنا مجھے قطعی پسند نہیں۔'' رضوانہ نے پراٹھا توے پر ڈالتے ہوئے بیٹی کو سرزنش کی۔

''امی! بے بات کہاں ہنس رہی ہوں، کوئی بات ہے تو ہنس رہی ہوں۔'' وہ تصور میں حماد کی جھنجھلائی ہوئی کیفیت دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

''جانتی ہوں میں کوئی فضول ہی بات ہوگی، چلو جلدی سے ناشتا ٹیبل پر لگاؤ حماد کو ہسپتال جانے میں دیر نہ ہو جائے اور تمہیں کالج۔'' وہ ہاٹ پاٹ میں پراٹھے رکھ کر اسے دیتی ہوئی گویا ہوئیں اور پھرتی سے آملیٹ بنانے میں لگ گئیں، چند لمحوں بعد وہ نفاست سے ٹیبل پر ناشتے کے تمام لوازمات رکھ چکی تھیں۔

''ارے حماد...... بیٹا یہ آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟'' وہ تیار ہو کر آیا تو اس کے وجیہہ چہرے پر آنکھوں کی سرخی کچھ زیادہ ہی نمایاں تھیں۔ ناشتا سرو کرتیں رضوانہ نے چونک کر پوچھا تھا جبکہ ان کے برابر بیٹھی مائدہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر پھر ہنسنے لگی تھی۔ حماد نے لمحہ بھر اسے گھور کر دیکھا اور گویا ہوا۔

''خالہ جانی! شاید کسی کی بری نظر لگ گئی ہے میری خوب صورت آنکھوں کو پلیز نظر ضرور اتار دیجیے گا۔''

''ارے کس بدبخت کی ایسی بری نگاہ ہے مجھے تو کوئی اوپری مخلوق لگتی ہے جس کی ایسی بھاری نظر ہے۔ ''رضوانہ نے بھانجے کی محبت میں نہ اس کے شوخ طنز کو محسوس کیا اور نہ بیٹی کی دبی دبی ہنسی کو صرف اس کی آنکھوں کو دیکھ کر وہ فکرمند انداز میں سوچتے ہوئے گویا ہوئیں جبکہ حماد کے برابر میں بیٹھی رخسانہ نہ جانتے ہوئے بھی کچھ سمجھ گئی تھیں۔

''ہاں بالکل خالہ جان! ٹھیک پہچانا آپ نے، وہ کوئی چڑیل ہی ہے۔''

''دیکھ رہی ہیں آپ تائی جان! حماد مجھے چڑیل کہہ رہا ہے۔'' حسب عادت وہ خود پر تنقید برداشت نہ کرتے ہوئے کہہ اٹھی، حماد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ رخسانہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چمک اٹھی جبکہ رضوانہ نے بیٹی کو

گھورتے ہوئے تنبیہی لہجے میں کہا۔

''اچھا یہ تمہاری شرارت ہے پھر تم نے تنگ کیا حماد کو، کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے بدتمیزی مت کیا کرو مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔''

''اونہوں رضوانہ...... کیوں ڈانٹ رہی ہو، مائدہ کی ان چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے تو رونق ہے زندگی میں۔'' تائی نے فوراً حمایت کی۔

''شرارت اور بدتمیزی میں فرق ہوتا ہے باجی۔''

''مائدہ بیٹا! تم ناشتا کرو اور اپنی ماں کی باتوں پر دل نہ جلایا کرو اس کو حماد کی شرارتیں دکھائی نہیں دیتی جو کسی طرح کم نہیں ہے۔'' ہمیشہ کی طرح انہوں نے مائدہ کی حمایت لیتے ہوئے بیٹے کو برا بھلا کہا تھا کیوں کہ مائدہ کو کالج اور حماد کو ہسپتال جانا تھا اس لیے بات آگے بڑھ نہ سکی اور وہ ناشتے کے بعد اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہو گئے تھے۔ وین نہ آنے کی وجہ سے مائدہ کالج حماد کے ساتھ بائیک پر گئی تھی جو گھر آتے ہوئے عارف صاحب کی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکے تھے۔

''مائدہ حماد کے ساتھ کیوں گئی ہے؟'' وہ گھر میں آتے ہی گرجے تھے۔ رضوانہ جو صفائی کے لیے ماسی کا انتظار کر رہی تھی شوہر کو بے وقت گھر آتے دیکھ کر کچھ پریشان ہوئی تھیں، مستزاد اس سوال نے حواس باختہ کر دیا۔

''میں تم سے پوچھ رہا ہوں مائدہ وین میں جانے کی بجائے حماد کے ساتھ کالج کیوں گئی ہے اور تم خاموش کھڑی ہو۔'' وہ قریب آ کر بولے۔

''وہ...... دراصل آج وین نہیں آئی تھی اس لیے حماد کے ساتھ بھیج دیا۔''

''حماد کے ساتھ بھیجنے سے بہتر تھا خود رکشہ ٹیکسی کر کے چھوڑ آتیں۔''

''عارف کیوں اس طرح سوچتے ہیں بھلا حماد کوئی غیر لڑکا نہیں ہے، مائدہ کا منگیتر ہے آپ کے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اس گھر کا فرد ہے۔'' رخسانہ فوراً ہی بہن کی مدد کو آتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

''بھابی! میں مانتا ہوں اس بات کو لیکن شریعت کی رو سے منگنی کوئی شرعی تعلق نہیں یہ صرف بڑوں کے مابین ہونے والا ایک معاہدہ ہے، کچے کاغذ کی تحریر ہے جو حتمی نہیں ہے کہ یہ تعلق کل بھی قائم رہے گا۔''

''اللہ نہ کرے عارف! کبھی کبھی آپ زبان خنجر کی طرح استعمال کرتے ہیں جس کا وار سیدھا دل پر ہوتا ہے۔ ہماری تو دلی خواہش ہے مائدہ اور حماد کا بندھن جو بچپن میں آصف بھائی کے سامنے زبانی کلامی باندھا گیا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے ہمارے بچے خوش و خرم زندگی گزاریں۔''

''یہ خواہش صرف میرے مرحوم بھائی کی نہیں تھی رضوانہ! تم سب کے ساتھ میری بھی یہی تمنا ہے لیکن میں وقت کی نزاکتوں سے باخبر ہوں، وقت کے چلن کو سمجھ رہا ہوں۔ میں اس تعلق کو اسی عزت و وقار کے ساتھ جوڑنا

چاہتا ہوں جو ہمارے خاندان کا وطیرہ رہا ہے۔'' انہوں نے دونوں خواتین کو رنجیدہ رنجیدہ دیکھ کر رسانیت سے سمجھایا۔

''تمہاری باتیں درست ہیں عارف! مگر یہ بھی تو سوچو وقت کروٹ لے چکا ہے کچھ تو ہمیں وقت کی چال کے ساتھ چلنا چاہیے۔ ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد ہے، بھروسہ ہے اپنی تربیت پر، بچے اگر کچھ وقت ساتھ گزار لیں تو کوئی حرج نہیں پھر کل کو انہیں ایک ہونا ہی ہے۔''

''بھابی! آپ شاید میری بات سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہیں یاد رکھیے آج کی عاقبت نااندیشی کل کا ناسور بن جاتی ہیں۔ غلط فیصلے غلط راہوں پر ہی لے جاتے ہیں۔'' وہ کہہ کر رکے نہیں تھے۔

☆☆☆

مہربانو نے ممتا بھری نظروں سے خوبرو اسمارٹ بیٹے کو دیکھا، جس کے سرخ وسپید چہرے پر سنجیدگی و وقار جاذبیت بن کر چھائی ہوئی تھی۔ سوٹ میں ملبوس وہ لیپ ٹاپ میں مصروف تھا ان کو دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا اور لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کرنے کے بعد دھیمے انداز میں مسکرا کر بولا۔

''آیئے مما! میں چند لمحوں بعد آپ کے پاس ہی آنے والا تھا۔''

''ملائکہ نے بتایا ہے مجھے آپ آج ڈنر گھر پر نہیں کریں گے۔'' وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے خوش مزاجی سے گویا ہوئیں۔

''جی مما! بزنس ڈیلیگیشن کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے کچھ بزنس میٹرز ہیں وہ بھی حل کرنے ہیں مجھے واپسی پر ٹائم لگ جائے گا۔''

''بھائی! آپ تو روز بروز مصروف ہوتے جا رہے ہیں، مما کی اپنی مصروفیت ہے، پاپا نے کبھی ہمیں ٹائم دیا ہی نہیں ایک آپ سے تھوڑی بہت گپ شپ ہو جاتی تھی سو وہ بھی اب خواب بن گئی ہے، رئیلی میں کالج سے آ کر بے حد بور ہوتی ہوں۔'' ملائکہ وہاں آ کر شکایتی لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

''سوری ڈیئر! جیسے ہی فری ہوا تو تم کو ڈنر اور شاپنگ کراؤں گا اور آؤٹنگ بھی کریں گے۔ لانگ ڈرائیو پر چلیں گے آئی پرامس یو۔'' عمر نے لیپ ٹاپ رکھتے ہوئے اس سے وعدہ کیا۔

''سوری بھائی! مجھے یہ سب ہرگز نہیں چاہیے۔'' وہ منہ بنا کر کہہ اٹھی۔

''پھر کیا چاہیے آپ کو؟'' وہ متحیر ہوا۔

''بھابی...... مجھے بھابی چاہیے گھر کی خاموشی خوشیوں میں بدلنے کے لیے بھابی آئیں گی تو مجھے دوست بھی ملے گی اور سسٹر بھی۔'' اس کی فرمائش پر مہربانو مسکرا رہی تھیں جبکہ وہ ہکا بکا کھڑا تھا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے ملائکہ! عمر اب ماشاءاللہ سے آپ کا کاروبار بھی اسٹیبلشڈ ہو چکا ہے، اب آپ

کی شادی ہو جانی چاہیے۔ آپ کے پاپا بھی کئی بار مجھے کہہ چکے ہیں اگر آپ کسی کو پسند کرتے ہیں تو مجھے بتائیں۔''

''پسند...... مما! پاپا نے جس طرح اپنی نگاہوں میں جکڑ کر تازیست رکھا ہے ایسی گرفت میں کسی کو پسند ناپسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میری کوئی پسند نہیں ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے احساس ہے بیٹا! یوسف نے آپ دونوں سے سخت رویہ رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آپ سے پیار نہیں کرتے، بلکہ یہ ان کی محبت ہی تو ہے جو آپ آج کامیاب لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔''

''اوکے مما! مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ رسٹ واچ دیکھتا ان کی بات سنی ان سنی کیے اٹھ کھڑا ہوا۔

''جائیں بیٹا! فی امان اللہ۔'' انہوں نے خوشی خوشی اسے رخصت کیا، اس کے جانے کے بعد ان کے چہرے پر تکلیف دہ خاموشی چھا گئی تھی۔

''مما! بھائی اور پاپا کے درمیان فاصلوں کی خلیج کب ختم ہو گی؟''

''خدا جانے کب یہ فاصلے مٹیں گے، یوسف کی شروع دن سے یہی عادت رہی ہے وہ آپ سے اور عمر سے از حد محبت و پیار کرتے ہیں۔ ہر معمولی سی ضرورت انہوں نے بنا کہے پوری کی ہے، دنیا کی ہر آسائش و سہولت دی ہے ماسوائے اس کے کہ عام باپ کی طرح ناز نخرے نہیں اٹھائے، وہ سمجھتے تھے بچوں سے بے جا لاڈ لا پیار ان کا مستقبل برباد کرنا ہے۔''

''ہمارے مستقبل کا تو پتا نہیں لیکن ہمارا حال پاپا برباد کر چکے ہیں۔ اسپیشلی پاپا کے رف اینڈ روڈ برتاؤ نے عمر بھائی کو فرسٹریٹ کر دیا ہے وہ خود کو کڑک جیلر اور بھائی کو کوئی خطرناک قیدی سمجھتے رہے ہیں۔ مجھ سے تو ان کا رویہ پھر بھی بہت بہتر ہے اور بھائی پاپا کے سامنے سانس بھی کھل کر نہیں لیتے، یہ کیسی محبت ہے مما؟''

''میں نے تو بہت سعی کی اور کر رہی ہوں، وہ اب عمر کو اس کی مرضی سے فیصلے کرنے دیں، وہ خود مختار ہے آزاد ہے اسے حق ہے اپنی مرضی سے جینے کا۔''

''مما پلیز آپ پاپا کو سمجھائیں وہ اپنا برتاؤ چینج کریں، میری خواہش ہے جب ہم چاروں ساتھ بیٹھیں تو گپ شپ کریں، ہنسے بولیں، ہمارے درمیان احترام و چاہت بھری بے تکلفی ہو، ہم روبوٹس کی طرح اپنے اپنے کام انجام نہ دے رہے ہوں،'' اس کی آواز نم ہو گئی۔ مہر بانو نے اسے سینے سے لگا لیا تھا آنکھیں ان کی بھی بھری ہوئی تھیں۔

ان کے نظریات سے بے خبر یوسف صاحب اپنی ہمسایہ میں موجود ان ماں بیٹی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنے ہم عمر لوگوں سے رابطوں کے لیے سرگرم تھے۔ پہلی ملاقات ان کی ماہتاب صاحب سے ہوئی تھی جو اس علاقے میں خاصے اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ انہوں نے ان کے آگے یہ مسئلہ پیش کیا تو وہ بھی ان کے ہم خیال نکلے اور محلے کے کچھ اور صاحبان کو ساتھ لانے کا وعدہ کر کے ایسے گئے کہ ایک ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ نہ گھر

پر دستیاب ہوئے نہ فون پر۔ ان کی اس بے التفاتی کی وجہ بھی وہ اس وقت سمجھے جب ان کے بیٹے کو رات کے اندھیرے میں پڑوس میں آتے دیکھا۔ وہ بھی ہمت ہارنے والے نہ تھے، ان ماں بیٹی کو علاقے سے نکالنے کا تہیہ کر چکے تھے اب وہ سکون سے بیٹھنے والے نہ تھے۔ حالانکہ وہ سمجھ گئے تھے اس علاقے میں کوئی بھی ان کا ساتھ دینے والا نہیں ہے کسی کے بیٹے کا تعلق اس گھر سے جڑ گیا تھا تو کسی کے بھائی کی آمد و رفت وہاں بڑھ چکی تھی اور کتنے ہی ایسے تھے جو چھپ چھپ کر اس گھر کی طرف جاتے دکھائی دیتے تھے۔



''تمہاری ہاؤس جاب مکمل ہوتے ہی میں تمہاری شادی کر دوں گی۔'' رخسانہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''اوہ رئیلی امی! کیا بات کہی ہے آپ نے، دل خوش ہو گیا۔'' وہ اچھل کر مارے خوشی کے ماں سے لپٹ گیا۔

''پہلے اچھی طرح سے میری بات سنو۔'' وہ سنجیدگی سے دور ہوتے ہوئے بولیں۔

''شادی ہونے تک تم مائدہ سے نہیں ملو گے اور......''

''امی! آپ مجھے زندہ دیکھنا نہیں چاہتیں؟'' وہ کراہ اٹھا۔

''یہ کیا اول فول بک رہے ہو حماد! ماں سے اس طرح بات کرتے ہیں؟'' اس کی جذباتیت پر غصے سے بولیں۔

''گستاخی معاف امی جان! میں اپنی کیفیت بیان کر رہا ہوں، نجانے کیوں میں مائدہ سے اتنی محبت کرتا ہوں؟ ایسا لگتا ہے وہ دل ہے اور میں دھڑکن ہوں، ہم ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہیں۔''

''اور ماں کچھ نہیں ہے جو تمہیں دیکھ کر جیتی ہے۔ آصف جب ہمیں چھوڑ کر گئے تو تم چھ برس کے تھے تب سے اب تک میری زندگی کا محور تمہاری ذات ہے۔''

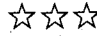
''امی...... میری سویٹ امی......'' اس نے آگے بڑھ کر انہیں محبت سے بازوؤں میں بھر لیا اور ان کے ہاتھ چومتا عقیدت سے بولا۔

''جو آپ سے محبت ہے وہ بہت اسپیشلی ہے اس محبت کا کوئی بھی ثانی نہیں، آپ کی محبتوں کا قرض میں کبھی ادا نہیں کر سکتا ہوں۔''

''بس بس زیادہ جذباتی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو ویسے بھی عارف نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ اس نازک دور میں پھونک پھونک کر چلنا ہی بہتر ہے پھر کون سا وہ پردے میں بیٹھ جائے گی، ایک گھر میں رہتے ہوئے ہزاروں موقع ملیں گے دیکھنے کے، بات کرنے کے۔ باہر کے سیر سپاٹے ختم کر دو بس۔''

''کون سا روز روز لے کر جاتا ہوں امی! آپ چچا کو سمجھائیں ناں۔'' وہ سخت مضطرب و بے کل ہو رہا تھا، عجیب محبت تھی اسے مائدہ سے ایک لمحے کی جدائی بھی اسے مرغ بسمل کی مانند تڑپانے لگتی تھی۔

''مائدہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اسے بھی سمجھایا ہے میں نے اور سچ پوچھو تو وہ بچی پردہ کرنے کو بھی راضی ہے۔ایک تم ہو کہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئیں کمرے سے نکل گئیں۔



رات واپسی پر دیر ہوگئی تھی جلد گھر پہنچنے کے لیے اسے کار دوڑانی پڑ رہی تھی۔سرد رات تھی موسم خاصا ابر آلود ہو رہا تھا سڑکوں پر ٹریفک بھی برائے نام تھا وہ اپنی دھن میں کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر کار کھڑی تھی جس کے دروازے وا تھے، قریب ہی دو لڑکے ایک لڑکی کو پکڑے کار کی طرف لا رہے تھے۔لڑکی بری طرح مزاحمت کر رہی تھی ان کی گرفت سے نکلنے کے لیے اس نے فوراً کار روکی اور پھرتی سے ان کو للکارتا ہوا باہر نکلا اور کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا(جو عموماً وہ اپنی سیفٹی کے لیے رکھتا تھا) ان لڑکوں نے گھبرا کر لڑکی کو وہیں پٹخا اور تیزی سے کار میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔

''کیا آپ ٹھیک ہیں مس؟'' وہ بھاگ کر اس لڑکی کے قریب آیا جو اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس کے سنہری بال بکھرے ہوئے اور ہونٹوں پر ٹیپ تھی اس نے فوراً ٹیپ نوچ کر ہٹایا اور کھڑی ہونے کی سعی میں کراہ کر رہ گئی جس بے رحمی سے اسے پٹخا گیا تھا اس سے اس کی ٹانگ میں چوٹ آئی تھی وہ کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''پلیز مجھ سے اٹھا نہیں جا رہا ہے آپ سپورٹ دیں مجھے۔'' وہ از حد درد بھرے لہجے میں گویا ہوئی تو عمر نے تذبذب بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا، وہ ہمیشہ لڑکیوں سے دور رہا تھا۔

''پلیز میری مدد کریں، مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔'' وہ لڑکی تقریباً رو پڑی تھی اس نے سہارا دینے کے لیے بازو بڑھایا اور ساتھ ہی گویا ہوا۔

''کون لوگ تھے وہ اور آپ کو اغواء کیوں کرنا چاہتے تھے؟''

''میں نہیں جانتی وہ کون تھے، گھر جا رہی تھی کہ اچانک ہی انہوں نے کار سے نکل کر ایک نے مجھ پر گرفت کی اور دوسرے نے ہونٹوں پر ٹیپ لگا دیا تھا اگر آپ ٹھیک وقت پر نہ آتے تو......''

''اس وقت آپ کو تنہا گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔'' اس لڑکی نے ابھی بھی اس کے بازو کا سہارا لیا ہوا تھا، چوٹ کے باعث وہ اپنے سہارے سے کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔

''میری مما بیمار تھیں ان کی دوائی لینے کی خاطر گھر سے نکلی تھی۔ دوائی لے کر آ رہی تھی کہ یہ سب ہو گیا۔'' اس نے وجہ بیان کی۔

''کہاں سے آئی ہیں......میرا مطلب کہاں جائیں گی آپ؟ اس واقعہ کے بعد آپ کو تنہا چھوڑنا

مناسب نہیں۔'' وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''اے بلاک میں رہتی ہوں، بے حد شرمندہ ہوں آپ پر بوجھ بن گئی ہوں۔''

''اے بلاک...... وہاں تو میں بھی رہائش پذیر ہوں، آئیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔'' وہ اس کا بازو تھامے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ فاصلہ چونکہ زیادہ نہیں تھا وہ دس منٹ بعد اس کے بتائے گئے گیٹ کے سامنے کار روک چکا تھا۔

''ارے آپ تو ہماری پڑوسن ہیں، یہ برابر والا بنگلہ ہمارا ہے۔'' وہ باہر دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''جی...... کبھی آپ کو دیکھا نہیں ہے یہاں پر۔''

''میں بزنس ٹور پر تھا چھ ماہ بعد واپس لوٹا ہوں۔''

''ہمیں یہاں آئے پانچ ماہ ہوئے ہیں، کیا آپ مجھے گھر تک سہارا نہیں دیں گے؟'' اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

''میں آپ کے گھر اطلاع کر دیتا ہوں، کوئی لے جائے آپ کو۔'' وہ خشک لہجے میں مخاطب ہوا۔

''گھر میں مما کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور وہ بھی بیمار ہیں۔'' عمر نے گہرا سانس لے کر اسے سہارا دیا، گیٹ بیل بجانے پر درمیانی عمر کی عورت نے دروازہ کھولا اور بیٹی کو دیکھ کر حیرانی سے استفسار کیا۔

''یہ کیا ہوا تم تو بالکل ٹھیک ٹھاک گئی تھیں؟'' لڑکی نے کچھ نہیں کہا، عمر کو لے کر وہ لاؤنج میں آ کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ عورت بھی پیچھے آ گئی تھی اور عمر کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی لڑکی نے مختصراً اپنی آپ بیتی سنائی تھی اور ساتھ عمر کا تعارف بھی کروایا، وہ سب سن کر عمر کے واری صدقے ہونے لگی۔

''آپ مجھے شرمندہ نہ کریں، یہ میرا فرض تھا، اب مجھے اجازت دیں۔''

''آپ بیٹھیں تو سہی بیٹا! پہلی بار گھر آئے ہیں، میں کافی لاتی ہوں۔''

''نہیں شکریہ، پلیز ٹائم بہت ہو گیا ہے۔'' وہ جانے کو مڑا۔

''بہت مدد کی ہے آپ نے میری، میں دل سے آپ کی عزت کرتی ہوں۔ کیا آپ مجھے اپنا نام نہیں بتائیں گے؟'' اس کا لہجہ ازحد مترنم تھا۔

''عمر...... عمر یوسف کہتے ہیں مجھے۔'' خلاف عادت وہ مسکرا کر بولا۔

''پریٹی نیم، مجھے چاندنی کہتے ہیں، یہ میری مما ہیں فردوس بیگم!''

''یہ میرا کارڈ ہے کبھی ضرورت پڑے تو بلا جھجک یاد کیجیے گا۔'' اس نے جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکال کر چاندنی کو دیا، نامعلوم ان کو تنہا دیکھ کر ہمدردی کا جذبہ اس کے اندر سرائیت کر گیا تھا یا چاندنی کے چاند جیسے روشن و گلاب جیسے مہکتے حسن نے اسے سحر زدہ کر ڈالا تھا۔

چاندنی اور اس کی ماں پر بھی اس کی ہنڈسم وڈیشنگ پرسنلٹی اثر کرگئی تھی۔ چاندنی ماں کا سہارا لیے منع کرنے کے باوجود بھی اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی، فردوس بیگم نے پرخلوص انداز میں دوبارہ آنے کی دعوت دی تھی۔ وہ گھر میں آیا تو اپنا آپ کچھ بدلا بدلا لگا تھا، مما اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں وہ ان سے مل کر اپنے بیڈروم میں آ گیا۔



فردوس نے گہری نظروں سے بیٹی کو دیکھا جو ابھی بھی خوش بو کے حصار میں مقید تھی۔ کیا خوش بو تھی سحر انگیز، اپنے حصار میں جکڑ لینے والی۔

''پاؤں تو تمہارا بالکل ٹھیک ہے اس لڑکے کا سہارا لے کر تم ایسے چل رہی تھیں جیسے کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، پہلے تو میں گھبرا گئی لیکن جب تمہارے چہرے پر نگاہ پڑی تو سمجھ گئی تمہاری نیت خراب ہوگئی ہے اس پر۔'' ان کے قہقہے کا ساتھ اس نے بھی بھرپور انداز میں دیا تھا۔

''عجیب مرد تھا وہ مما، وہ قمر کا بچہ مجھے کسی بوجھ کی مانند سڑک پر پھینک کر بھاگا تھا فوراً تو مجھ سے اٹھا ہی نہیں گیا تھا۔ میں بھی یہی سمجھی تھی کہ کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے گھبرا کر اس سے مدد کو کہا تھا اس نے شاید حادثاتی طور پر میری جان بچائی تھی مگر مجھے چھو کر سہارا دینے کو تیار نہ تھا، بڑی منتوں کے بعد اس نے سہارا دیا تھا بازو سے اور اتنا سمٹا سمٹا رہا گویا غلطی سے بھی مجھ سے چھ ہوا تو پتھر کا ہو جائے گا۔ مما! کیا مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو عورت کو نگاہوں سے بھی چھونا برا سمجھتے ہیں؟'' چاندنی ابھی بھی عمر کی خوشبو کے حصار میں تھی۔

''ارے میری جان! تم تو ایک ہی ملاقات میں عمر کی گرویدہ ہوگئی ہو، اب کے تیر الٹا چل گیا ہے۔'' وہ اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔

''بس مما! وہ جس قدر ہینڈسم ہے اس قدر ہی بے پروا اور روڈ بھی ہے۔ ایک نگاہ اس نے میری طرف بھرپور انداز میں ڈالنا گوارا بھی نہیں کیا۔''

''میری جان! وہ دیکھتا بھی کیسے، تم نے اس کے تعارف سے یہ نہیں جانا کہ وہ اس خبطی بڈھے کا بیٹا ہے جس نے پورے علاقے میں ہمارے خلاف محاذ کھول رکھا ہے وہ اسی تگ ودو میں لگا رہتا ہے کسی نہ کسی طرح ہمیں یہاں سے نکال باہر کرے۔ ماہتاب صاحب اور رضوی صاحب جیسے اثر ورسوخ والے صاحبان کے بچے ہمارے گرد نہ ہوتے تو ہم کب کے یہاں سے شہر بدر کر دیے گئے ہوتے، اس بڈھے نے ابھی بھی ہار نہیں مانی ہے۔''

''او گریٹ آئیڈیا مما! آپ دیکھیے گا وہ بڈھا اب کس طرح سے اپنی ہی داڑھی میں منہ چھپا کر بیٹھتا ہے اسی کے ہتھیار سے اس کو ایسی شکست دوں گی کہ وہ جی نہیں پائے گا۔''

''ارے چھوڑو میں کہتی ہوں کیوں آگ سے کھیلنا چاہتی ہو۔''

''مما! قمر دوبارہ ہاتھ آنے والا نہیں ہے اب لائف اسپنڈ کرنے کے لیے ہم کو کوئی تگڑی آسامی تو چاہیے اور وہ عمر سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی ہے۔'' اس نے ماں کو عمر کا دیا ہوا وزیٹنگ کارڈ دکھاتے ہوئے کہا اور فردوس کی جہاندیدہ نگاہوں نے بیٹی کی نظروں میں لو دیتی چاہتوں کی ضیاء محسوس کر لی تھی۔ آج انہونی ہوئی تھی کل تک اس شمع پر پروانے جل مرتے تھے، آج وہ شمع خود عمر پر پروانہ وار نثار ہو گئی تھی۔

''مما! آپ کیا سوچ رہی ہیں؟''

''وہ قمر بدمعاش تمہیں ڈنر کے بہانے سے لے کر گیا تھا، مکار آدمی نے ذرا بھی احساس ہونے نہیں دیا کہ وہ تمہیں اغوا کر کے لے جانے کا پلان بنا کر آیا تھا اگر بروقت عمر نہیں آتا تو نامعلوم کہاں لے کر جاتا میری بچی کو اور نہ جانے کس طرح سے پیش آتا تم سے؟'' وہ ایک جھرجھری لے کر رہ گئی تھیں۔

''میں قمر کو اس کے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتی مما! میں چکنی مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے نکل جاتی۔''



اس نے حماد کو غصے سے دیکھا جس نے بائیک ساحل پر روک دی تھی۔

''ارے بھئی کب تک اس طرح گھور گھور کر دیکھتی رہو گی؟ مانا کہ بے حد ہینڈسم و سمارٹ بندہ ہوں لیکن خوب صورت ہونے کا یہ مقصد تھوڑی ہے تم نظر لگا کر ہی چھوڑو'' وہ اس کی نگاہوں کی تپش کو اپنے شوخ لہجے کی ٹھنڈک میں سمو کر گویا ہوا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔

''ہاتھ چھوڑ دو میرا حماد! میرے بار بار منع کرنے کے باوجود تم یہاں آئے ہو'' مائدہ نے غصے سے کہتے ہوئے اس سے ہاتھ چھڑایا اور وہیں کھڑی ہو گئی۔

''تم سیدھے طریقے سے میرے ساتھ آنے پر راضی کب ہوتی ہو، ہر بار مجھے اسی طریقے سے تمہیں لانا پڑتا ہے اور تم بجائے میری احسان مند ہونے کے خفا ہوتی ہو، یہ تمہارا برتاؤ ٹھیک نہیں ہے مائی ڈیئر! تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہیں منا لیتا ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا ایک دم ہی سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''مگر یاد رکھنا جس دن میں ناراض ہو گیا تم مجھے منا نہیں پاؤ گی۔'' نامعلوم کیسا حزن اتر آیا تھا اس کے لہجے میں ہنستے مسکراتے چہرے پر دبیز سنجیدگی چھا گئی تھی۔

یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے مائدہ کا دل پل بھر کو تھم سا گیا تھا، وہ جہاں تھی وہاں جم سی گئی پھر دوسرے پل اسے لگا سامنے سمندر کی موجوں کا تمام نمک اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ہو اور لہریں آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے بہنے لگی تھیں۔

''او گاڈ! یہ سمندر اور سمندر جیسی آنکھیں رکھنے والی لڑکی! معاف کر دو مجھے، جانتا ہوں عورت کے آنسو

اور سمندر میں یکسانیت ہے۔ میں مذاق کر رہا تھا تم سے، میری کیا مجال جو تم سے خفا ہوں اور اگر کبھی ہو بھی جاؤں گا......'' اسے بے تحاشہ روتے دیکھ کر وہ قدرے بوکھلا کر بے ربط بول رہا تھا وہ تھی کہ روئے جا رہی تھی۔

''مائدہ پلیز......کیوں میری برداشت کا امتحان لے رہی ہو تم؟''

''اور تم کیا کہہ رہے ہو حماد! ایسی بات کر کے تم نے مجھے زندگی سے دور کرنے کی سعی کی ہے، کیا میں تم سے دور رہنے کا تصور کر سکتی ہوں؟''

''اب تم نے محسوس کیا کس طرح دل بند ہونے لگتا ہے جب کوئی اپنا ہم سے دور ہونے کی سعی کرتا ہے۔ تم نے محسوس کیا ناں اپنوں سے جدائی کے خیال سے کس طرح زندگی سانسوں سے خالی ہونے لگتی ہے۔ مجھے امید ہے تم آئندہ کبھی مجھے دکھی کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ مائدہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا، پھر دونوں مسکراتے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گئے تھے یہ موسم سرما کی ڈھلتی ہوئی دوپہر تھی۔ سمندر شانت تھا لہریں ہولے ہولے ساحل سے ٹکرا کر لوٹ رہی تھیں، ہواؤں میں ٹھنڈک تھی جو سورج کی شعاعوں سے خوش گوار لگ رہی تھی۔

''ایسے سرد موسم میں بھی کوئی ساحل سمندر پر آتا ہے بھلا؟'' اس نے بھونی ہوئی مونگ پھلی کھاتے ہوئے کہا، اس وقت وہاں ان کے علاوہ ایک کپل تھا جو خاصا دور موجود تھا اور اتنے ہی فاصلے پر ایک فیملی تھی اور چند لوگ تھے، اکا دکا اونٹ والے تھے، ماحول میں طمانیت بھری خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

''ایسے موسم میں ہی تو سمندر پر آنے کا مزہ ہے، دیکھ رہی ہو کتنا سکون ہے۔ قدرت کس قدر نزدیک محسوس ہو رہی ہے، ہر شے میں رب کی وحدت و نور چمک رہا ہے، عام دنوں میں ایسا کہاں ممکن ہے، یہ سب محسوس کرنے کے لیے سکون و تنہائی میسر ہونی چاہیے۔'' وہ قدرت کے ہر نظارے کا شیدائی تھا، مالک کائنات کی ہر صنائی سے اسے سرور اور شاداب کر دیتی تھی۔ وہ ہر موسم کو خوب انجوائے کرتا تھا۔

''حماد! تم ڈاکٹر کیوں بن گئے ہو؟ تمہیں تو شاعر و ادیب ہونا چاہیے تھا۔ ہر موسم کو جس اپنائیت و شدت سے تم محسوس کرتے ہو، ایسا کرتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ گرمی، سردی، خزاں و بہار اور بارش ہر موسم آتا ہے اور چلا جاتا ہے لیکن تمہارے دل پر ہر موسم اپنا رنگ چھوڑ جاتا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ حماد کے چہرے سے از حد مسرت عیاں تھی، وہ پیراڈائز کے ساحل پر موجود تھے، جہاں دھوپ سمٹنے لگی تھی۔

''ڈاکٹر اور رائٹر کی ایک قدر مشترک ہے، ویسے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔''

''اچھا وہ کیا قدر ہے جو مشترک ہے؟'' وہ چہرے پر آنے والی لٹوں کو پیچھے کرتی ہوئی گویا ہوئی، جبکہ وہ فضا میں اڑتے پنچھیوں کو دیکھ رہا تھا جو سمندر کی لہروں کے مانند قطار در قطار محو پرواز تھے۔

''دیکھو ڈاکٹر جسم کا علاج کرتا ہے اور رائٹر روح کا، ڈاکٹر ادویات کے ذریعے اور ادیب اشعار و تحریروں

کے ذریعے طمانیت و خوشیاں فراہم کرتا ہے۔ عزم دونوں کا ایک ہی ہے یعنی خلق خدا کی خدمت کرنا۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس بارے میں میں کوئی کمنٹس پاس نہیں کر سکتی کیونکہ میں نہ رائٹر ہوں، نہ شاعرہ ہوں اور نہ ڈاکٹر ہوں۔''

''ایک ڈاکٹر کی لائف پارٹنر تو بننے والی ہو۔''

''حماد! اگر ایسی باتیں شروع کیں تو میں دوبارہ تمہارے ساتھ آنے والی نہیں۔'' حماد کو شوخی میں دیکھ کر وہ سنجیدگی سے بولی۔

''او کے بابا! سوری، تم تو مذاق میں بھی سیریس ہو جاتی ہو، تم سے اچھی میری کولیگز ہیں جو میرے مذاق کا جواب مذاق میں ہی دیتی ہیں، اب تم ان سے جیلسی فیل کرو گی۔'' وہ ہنستا ہوا بولا۔



وہ راکنگ چیئر کی بیک سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا اس کے سنجیدہ چہرے پر کچھ دکھ و کبیدگی بھرے تاثرات تھے۔

کئی دنوں سے مما کا اصرار تھا کہ وہ شادی کرے کیونکہ وہ اب اسٹیبلشڈ تھا، خاندان کے کئی لوگ اسے داماد بنانے میں انٹرسٹڈ تھے اور اہم بات یہ تھی مما، پاپا بھی دل سے خواہاں تھے اس کی خوشیاں دیکھنے کے لیے اور وہ بھی ہامی بھر ہی لیتا اگر مما کی پسند کی کوئی لڑکی اس کی ہم سفر بننے کے لیے منتخب کی جاتی مگر یہاں بھی ہمیشہ کی طرح پاپا کی مرضی و پسند مسلط کیے جانے کا ارادہ پروان چڑھ رہا تھا۔ ان کی ڈکٹیٹر شپ نے اس کی زندگی کے ہر اس پل کو بے رنگ و بو کر ڈالا تھا جو نوجوان زندگی کے بے فکر لاابالی و کھلنڈرے رنگ ہوتے ہیں اب مزید وہ ان خوف زدہ بداعتماد اور بے کیف رنگوں سے اپنی باقی ماندہ زندگی بے نور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''عمر! یوسف کے دوست کی بیٹی ہے میں اس کا نام بھول گئی ہوں، وہ چاہتے ہیں آپ کی لائف پارٹنر وہ لڑکی بنے۔''

''مما! میں کب تک پاپا کی انگلی پکڑ کر چلوں گا؟ کب تک ان کی آنکھوں سے دیکھوں گا؟ کب تک ان کے ذہن سے سوچوں گا، میرے خیال میں اب مجھے پاپا کے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ شادی میرا پرسنل میٹر ہے اور کس سے کرنی ہے یہ فیصلہ میں خود کروں گا، پاپا نہیں۔'' یک دم ہی سیل بج اٹھا تو وہ چونک کر سوچوں سے باہر نکلا تھا۔

''ہیلو۔'' اس نے اسکرین پر چمکتے نامانوس نمبر دیکھتے ہوئے کیا۔

''ہیلو...... کیسے ہیں آپ؟ آپ نے پلٹ کر خیریت ہی دریافت نہیں کی؟'' دوسری جانب سے خاصی دلکش و مترنم آواز ابھری تھی وہ ذم بخود رہ گیا تھا۔ کون تھی وہ جو اتنی اپنائیت سے بات کر رہی تھی؟

''ہیلو......ہیلو مسٹر عمر!'' آواز میں کچھ پریشانی آئی۔ آپ نے مجھے پہچانا نہیں شاید، میں چاندنی ہوں، آپ نے میری......

''او یس! ایم سوری میں آپ کو پہچان نہ سکا تھا۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''اب تو پہچان لیا نہ آپ نے؟'' اپنی گرم جوشی کے جواب میں اس کا سرسری انداز چاندنی کو مضطرب کر گیا جبکہ وہ اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

''جی پہچان گیا ہوں، کہیے کیسے کال کی آپ نے خیریت تو ہے؟'' چند لمحے خاموشی کے بعد التجائیہ انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''جی، بے حد ضروری کام ہے میں فون پر نہیں بتا سکتی اگر آپ گھر تشریف لے آئیں تو بہت مہربانی ہوگی، آپ آئیں گے ناں؟''

''ایسا کیا کام ہے جو آپ فون پر نہیں بتا سکتیں؟'' لہجہ سرد تھا۔

''کام ہی ایسا ہے اگر آپ نہ آنا چاہیں تو میں فورس نہیں کروں گی، ہم تنہا عورتوں کی مدد بھلا کوئی مرد کیوں کرنے لگا؟'' اس کا خوب صورت لہجہ ایک دم ہی بھیگ سا گیا اور ساتھ ہی لائن ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔ عمر چند ثانیے ہاتھ میں موجود موبائل فون کو دیکھتا رہا پھر وہ میٹھی میٹھی، روٹھی روٹھی سی آواز حواسوں پر غالب آنے لگی تھی وہ کتنی دیر یونہی گم سم بیٹھا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ارے بیٹا! چاندنی یونہی بزدل و کمزور دل لڑکی ہے اس کی کال پر آپ اپنا کام چھوڑ کر آ گئے ہیں، میں بے حد شرمندگی محسوس کر رہی ہوں۔'' فردوس معذرتی لہجے میں سامنے بیٹھے عمر سے گویا تھیں۔ جو سیدھا وہاں چلا آیا تھا۔

''بزدلی کی کیا بات ہے مما! رات میں نے خود محسوس کیا تھا کوئی گیٹ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا، کسی نے خاصی محنت کی تھی وہ تو شاید قسمت اچھی تھی جو لاک کھل نہ سکے اور وہ کئی لوگ تھے، جو ڈور سے لگی کھڑی تھی ان کے قدموں کی آواز صاف سنی تھی۔'' وہاں موجود چاندنی نے خاصے بھولپن و خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''آپ اسی ٹائم کال کرتیں مجھے، میں دیکھتا کون لوگ تھے؟''

''ارے اچھا ہوا بیٹا جو اس وقت چاندنی کو کال کرنے کا خیال نہیں آیا۔''

''کیوں کہہ رہی ہیں آپ اس طرح، میں اسی لیے کارڈ دے کر گیا تھا کہ پریشانی میں آپ کی مدد کر سکوں۔'' وہ خاصا مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

''وہ چور ڈکیت ہوں گے بیٹا اور ایسے لوگوں کے پاس اسلحہ لازمی ہوتا ہے، بلا جھجک فائر کر دیتے ہیں وہ لوگ۔ میں نہیں چاہتی ہماری وجہ سے آپ پر کوئی آنچ بھی آئے، اللہ آپ کو ہمیشہ محفوظ رکھے، بہت نیک و بے

غرض بچے ہیں، آپ کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے مجھے۔'' وہ واری صدقے جانے لگیں۔

''آپ بہت نائس ہیں آنٹی! میں گارڈز آپ کے گیٹ پر لگا دیتا ہوں۔'' وہ ان کی خوش اخلاقی وسادگی پر اپنے سرد وخشک رویے پر نادم ہونے لگا۔

''ارے نہیں بیٹا! یہاں کے لوگ تو پہلے ہی ہم پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، ہم ماں بیٹی کے بارے میں نامعلوم کیا کیا نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ دراصل مردوں کے معاشرے میں ہم جیسی بے سہارا عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، ہمیں لوٹ کا مال سمجھتے ہیں اگر ان کی چاہ پوری کر دو تو ٹھیک ہے وگرنہ ہم جیسی بدنصیب عورتیں گالی بن کر رہ جاتی ہیں۔'' باوجود ضبط کے ان کی آواز بھرا گئی تھی۔

چاندنی کے مومی رخساروں سے سفید موتی پھسلنے لگے، کنول جیسی خوش نما آنکھوں میں طغیانی سی در آئی۔

''آنٹی! میں خود کو فرشتہ نہیں کہہ رہا لیکن آپ مجھے ان مردوں سے مختلف پائیں گی جو عورتوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کو مردانگی سمجھتے ہیں۔''

''جگ جگ جیو میرے بچے! آپ نے مردانگی کی لاج رکھی ہے ہمارے لیے تو آپ فرشتہ ہی ہیں۔ ارے نماز کا ٹائم ہونے والا ہے پہلے میں کافی لاتی ہوں پھر نماز ادا کروں گی، آج انکار کی گنجائش بالکل نہیں ہے بیٹا۔'' وہ ایک دم ہی وال کلاک دیکھتی ہوئی اٹھی تھیں، ساتھ ہی اسے تنبیہ کی تھی۔ چاندنی نے آنسو خشک کر لیے تھے مگر روٹھی روٹھی کھڑی تھی۔

''ایم سوری، میں نے آپ کو کال کی، نیکسٹ ٹائم نہیں کروں گی۔'' عمر کو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ ایک ادائے خفگی سے گویا ہوئی۔

''کیوں...... آپ شاید بے حد خفا ہیں مجھ سے، کیا ہوا؟'' اس کے پروقار لہجے میں کچھ کچھ خجالت وتکلف سا تھا۔

''آپ کو احساس نہیں ہے کس قدر روڈ لہجے میں بات کی تھی آپ نے، لڑکیوں سے اس طرح بات کرتے ہیں کیا؟''

''میرے ایٹی ٹیوڈ سے آپ ہرٹ ہوئیں، میں گلٹی فیل کر رہا ہوں دراصل، مجھے گرلز سے بات کرنے کے مینرز نہیں ہیں میرا مطلب ہے میں...... میری کسی سے فرینڈ شپ نہیں ہے اس لیے میں معذرت خواہ ہوں۔'' اس کے وجیہہ چہرے پر شرمندگی آمیز دھیمی مسکراہٹ ابھر آئی تھی، وہ اس کے انداز پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''وعدہ کرتا ہوں اب کبھی آپ سے اس لہجے میں بات نہیں کروں گا۔'' اس کی مسکراتی نگاہوں میں محبت کی قندیلیں لو دینے لگی تھیں پھر اس کی بے رنگ زندگی میں چاندنی کرنیں پھیلانے لگی اور وعدے و ملاقاتیں

بڑھنے لگیں۔



رضوانہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کڑی نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا تھا جو فون پر باتیں کررہی تھی ان کو آتے دیکھ کر جلدی سے الوداعی جملے کہہ کر فون بند کردیا تھا اور بکھرے کشنز سمیٹنے لگی تھی۔

''کب ختم ہوں گی تمہاری لاابالی حرکتیں، شرم کرو کچھ۔ حماد لڑکا ہے وہ ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتا جو تم باآسانی سمجھ سکتی ہو مگر تم ہو کے کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہوں۔ گھر میں وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے اور گھر سے باہر ہو تم تو فون سے دور ہٹنا گوارا نہیں کرتی۔''

''ممی! کیوں آپ ہم پر اتنی نظر رکھتی ہیں؟ حماد کوئی غیر نہیں ہے، میرا کزن ہے اور ہم ایک دوسرے کے ہونے والے ہیں، یہ آپ لوگوں کا ہی فیصلہ ہے پھر اعتراض بھی آپ لوگ ہی کرتے ہیں ہمارے ملنے جلنے پر۔''

''ہاں یہ ہمارا ہی فیصلہ ہے کہ تم دونوں کی شادی کردی جائے لیکن اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ تم خاندانی اقدار کی پامالی کرو۔''

''ممی! میں اور حماد ملتے ضرور ہیں مگر خدا گواہ ہے ہم نے کبھی بھی آپ کی محبت اور اعتماد کو معمولی سا بھی داغدار کرنے کی سعی نہیں کی کبھی بھی۔'' اس کی شفاف نگاہیں و مضبوط لہجہ اس کی بات کی گواہی دے رہا تھا۔

''مانتی ہوں میں تمہاری ہر بات سچی ہے، حماد کے اعلیٰ کردار سے بھی میں واقف ہوں مگر بیٹی! ہم خاندانی لوگ ہیں ہمارے ہاں یہ سب معیوب سمجھا جاتا ہے۔ عارف بھی میرے سگے پھوپی زاد تھے، بچپن میں ہی ہماری منگنی کردی گئی تھی جب ہم ان رشتوں کے معنی سے بھی ناواقف تھے ہمارے درمیان تب سے ہی پردہ حائل کردیا تھا پھر وہ پردہ شادی پر ہی ختم ہوا تھا۔'' رضوانہ نے مسکراتے ہوئے اس کو رسانیت سے سمجھایا۔

''ممی! وہ سب اس دور میں ممکن تھا جو گزر گیا آپ اس دور کی بات کریں جہاں کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی رشتے قائم ہوجاتے ہیں۔''

''جو ناجائز رشتے کہلاتے ہیں اور ان رشتوں کی گند پورے معاشرے کے بگاڑ کا باعث بن رہی ہے، شریف لوگوں کا جینا ہی مشکل ہوگیا ہے۔''

''افوہ ممی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں سب جگہ ایسا نہیں ہوتا۔''

''میں صرف تمہاری بات کررہی ہوں۔ آج ایسی کوئی بات نہیں کرو جو کل تمہیں پچھتانے پر مجبور کردے۔'' وہ ماں کا منہ دیکھتی رہ گئی۔



یوسف صاحب کی زیرک نگاہیں خاموشی سے بیٹے کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں، چائے کا مگ جس

کے لبوں سے لگا ہوا تھا مگر نگاہیں بار بار رسٹ واچ کو چھو رہی تھیں۔ لوازمات سے بھری ٹیبل سے ماں و بہن کے اصرار پر بھی کچھ نہیں لیا تھا نا معلوم ان کے خوف سے یا مروتاً ہاف کپ ٹی لے لی تھی۔

''برخودار! کس سے ملنے کی ایسی بے قراری ہے جو کچھ ٹائم اپنی فیملی ممبرز کے ہمراہ گزرنا بھی محال لگ رہا ہے آپ کو؟'' وہ تیکھے لہجے میں عمر سے مخاطب ہوئے تھے عمر نے ماں کی طرف دیکھا جن کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کانپ گئی، چہرے کا رنگ سپید پڑنے لگا۔

''فرینڈ سے ملنے جا رہا ہوں۔'' اس نے نگاہیں اٹھائے بغیر آہستگی سے کہا۔

''فرینڈ سے...... یہ فرینڈ کون ہے جس کے آگے گھر والوں کی اہمیت صفر ہے۔''

''آپ کہاں جانتے ہیں عمر کے سارے فرینڈز کو۔''

''جانتی تو تم بھی نہیں ہو صاحب زادے کے سارے فرینڈز کو لیکن یہ کوئی نئی دوستی لگی ہے جس نے تمام ہوش و حواس سلب کر دیے ہیں، میں بھی ملنا چاہوں گا اس نئے فرینڈ سے، میں بھی ساتھ چل رہا ہوں۔'' یوسف کی جہاندیدہ نگاہوں نے اس کی بے قراری سے کچھ اخذ کر لیا تھا یا شاید وہ اس میں بغاوت کی بو سونگھ چکے تھے۔ عمر کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اس نے جھٹکے سے مگ ٹیبل پر رکھا تو وہاں موجود ملائکہ نے سراسیمہ ہو کر ماں کی طرف دیکھا جو پہلے ہی بدحواس تھیں۔

''پاپا! اب مجھے آپ کی گائیڈنس کی ضرورت نہیں ہے پلیز میں اچھے اور برے کی تمیز کر سکتا ہوں، مجھے گائیڈ کرنا چھوڑ دیں آپ پلیز۔'' سالوں کی دل میں بھری کدورت آج زبان پر در آئی تھی ماحول یک دم مکدر ہو گیا۔ فضا گویا ایک دم ہی ساکت ہو گئی مہربانو اور ملائکہ دہل کر رہ گئی تھیں جبکہ عمر آتش فشاں کی مانند کھڑا تھا۔

''گڈ نیوز ہے...... ماشاء اللہ میرا بیٹا جوان ہی نہیں عقل مند بھی ہو گیا ہے، اعلیٰ فہم و فراست کا مالک بن گیا ہے اور ہمیں خبر ہی نہیں ہوئی۔'' عمر کے اس بدلے ہوئے انداز سے وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے تھے۔

''یوسف! آپ بھی بے وجہ کی باتیں کرتے ہیں، جانے دیں عمر کو یہ فرینڈ سے ملنے جا رہا ہے جلد واپس آ جائے گا۔'' مہربانو نے حوصلہ کر کے ان کے درمیان بات کو طول پکڑنے سے روکا تھا۔

''جائے شوق سے جائے لیکن ایک بات تم بھی کان کھول کر سن لو، باہر کی دوستیاں باہر ہی رہنی چاہئیں اس گھر میں تمام فیصلے کرنے کا اختیار مجھے ہے اور......'' وہ عمر کو گھور کر گویا ہوئے۔

''مجھے ہی رہے گا اپنے حق کے لیے میں کسی کی پروا کرنے والا نہیں ہوں۔'' ان کے لہجے میں عجیب قطعیت و جارحیت تھی وہ گھر سے چلا آیا تھا گھر سے کچھ دور چوک پر چاندنی اس کا انتظار کر رہی تھی، وہ احتیاطی تدابیر کے تحت یہی طریقہ کار اپنائے ہوئے تھی۔ شروع میں عمر نے سخت ناپسند کیا تھا اسے اس طرح پک اینڈ ڈراپ کرنے پر ان ماں بیٹی نے بدنامی، رسائی اور لوگوں کی باتوں و طعنوں کا خوف ظاہر کیا تو اس کی سمجھ میں بھی

بات آ گئی تھی کیونکہ وہ چاندنی کو دل و جان سے چاہنے لگا تھا اور جانتا تھا ماں اور بہن اس کی خوشی میں خوش ہوں گی اس کے برعکس باپ کو منا از حد مشکل اور صبر طلب مرحلہ ہوگا کیونکہ وہ خاندان سے باہر بیٹی دینے اور لینے کے بہت خلاف تھے اس دور میں بھی وہ اپنی روایات کے قائل تھے۔

چند ملاقاتوں میں وہ چاندنی کے اس قدر قریب آ گیا تھا کہ اب جدائی کا تصور ہی سوہان روح تھا۔ دوسری طرف چاندنی کی بھی یہی خواہش تھی وہ جلد از جلد اس کی بن جانا چاہتی تھی وہ اور اس کی ممی مل کر اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈال رہی تھیں، آج بھی وہ ڈنر کرنے اپنے پسندیدہ ہوٹل میں آئے تو چاندنی نے اسے پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی۔

''بہت اداس لگ رہے ہو، جھگڑا ہوا ہے کسی سے؟'' مینیو کارڈ نظر انداز کر کے اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''نہیں، کسی سے جھگڑا نہیں ہوا۔'' اس نے مخروطی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''کوئی تو بات ہے جو موڈ اتنا آف ہے، کیا شادی کی بات کی ہے؟''

''شادی کی بات...... تم میرے پاپا کی فطرت سے واقف نہیں ہو، وہ نیرو مائنڈڈ، بیک ورڈ اور بے حد سیلفش ہیں وہ آسانی سے ہماری شادی نہیں ہونے دیں گے۔'' وہ گویا خود سے ہم کلام تھا، شدید ڈپریشن کے باعث اس کی صاف پیشانی پر نیلی رگ ابھر آئی تھی۔



''ارے تم سے ابھی تک یہ پیاز نہیں کاٹی گئی حد ہوتی ہے نالائقی اور پھوہڑ پن کی بھی سورج سر پر چڑھ آیا ہے تمہارے بابا اور حماد کے گھر واپسی میں کیا ٹائم رہ گیا ہے، ان کو وقت پر کھانا نہ ملے تو گھر سر پر اٹھا لیتے ہیں اور تم ہو کے ذرا سی پیاز کاٹ کر آنکھیں بند کیے بیٹھی ہو۔'' رضوانہ نے کچن میں قدم رکھتے ہی پیاز کا ڈھیر جوں کا توں رکھا دیکھ کر غصے میں کہا۔ مائدہ ایک پیاز کاٹنے کے بعد آنکھوں میں ہونے والی جلن کے باعث بے حال تھی، پیچھے آتی رخسانہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''توبہ ہے رضوانہ! کبھی نرمی سے بھی بات کر لیا کرو بچی سے، تمہاری زبان جو ریل کی طرح چلتی ہے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔''

''باجی! آپ اس کی ناجائز طرف داری ہر وقت نہ کیا کریں، ایگزامز سے فارغ ہوگئی ہے اب گھر داری سیکھ لینی چاہیے تاکہ ہم کبھی گھر میں نہ ہوں تو یہ کھانا پکا سکے ابھی بھی دیکھیں قورمے کے لیے پیاز کاٹنے کو دے کر گئی تھی کہ آتے ہی پکا لوں گی، مگر یہ مہارانی ایک پیاز کاٹ کر آنسو بہانے بیٹھ گئی ہے ایسا بھی ہوتا ہے کیا؟'' وہ بڑبڑاتے ہوئے کام میں لگ گئی تھیں۔

''اپنا دل مت جلاؤ، آہستہ آہستہ سب کام کرنا آ جائے گا اور قورمہ چکن کا پکنا ہے جو منٹوں میں پک جاتا ہے۔'' مائدہ کو آنکھ کے اشارے سے باہر جانے کا کہہ کر وہ بھی پیاز کاٹنے لگی تھیں۔

''جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق پاؤں دبا کر بھاگ لو یہاں سے تم۔'' وہ اسے جاتے دیکھ کر طنزاً گویا ہوئی تھیں، مائدہ جھجک کر رک گئی۔

''لان میں کپڑے سوکھ چکے ہوں گے ان کو پریس کر کے ہینگ کرو۔''

''جی اچھا ممی!'' وہ کہہ کر باہر نکل آئی اور باہر لگے بیسن سے منہ ہاتھ دھو کر بالوں میں برش کر کے وہ لان کے اس حصے کی طرف چلی آئی جہاں پر ماربل کا فرش گھاس و پودوں سے خالی تھا۔ سرخ ٹائلز والی چھت اور جدید طرز سے بنا یہ کبھی گیراج کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ آصف کی وفات کے بعد عارف کاروباری کرائسز میں ایسے پھنسے کے یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں فروخت کرنی پڑی تھیں، بینک بیلنس صفر ہو کر رہ گیا تھا۔

حالات ان تھک محنت کے بعد پہلے جیسے تو نہ ہو سکے تھے البتہ بہتر ضرور تھے، انہوں نے اپنے استعمال کے لیے ایک پرانی شیراڈ خرید لی تھی۔ حماد نے ان کے لیدر کے بزنس میں دلچسپی نہ لی تھی وہ ڈاکٹر بننا چاہتا تھا اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اسے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن دلایا تھا اور ساتھ ہی بائیک بھی دلا دی تھی۔

مائدہ کامرس کا ایگزام دے کر فارغ تھی، وہ تمام کپڑے سمیٹ کر اندر جانا ہی چاہتی تھی جب اس کی نگاہ شیڈ کے نیچے کھڑی حماد کی بائیک پر پڑی تو وہ چونک گئی۔

''ارے تم کب آئے؟'' وہ کپڑے روم میں رکھ کر اس کے روم میں چلی آئی جو خلاف عادت خاموش و سنجیدہ بیڈ پر نیم دراز گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

''ابھی، کچھ ہی دیر پہلے آیا ہوں، بیٹھو نا تم۔'' وہ چونک کر گویا ہوا۔

''کیا بات ہے حماد! تم خاموشی سے گھر آئے اور اب پریشان اور اداس دکھائی دے رہے ہو اس طرح سیریس تو تم کبھی نہیں ہوئے۔'' وہ بھی خاصی پریشان ہو کر استفسار کرنے لگی۔

''رات ایک کیس آیا ہسپتال میں وہ دونوں گرل بوائز محبت کرتے تھے، شادی کرنا چاہ رہے تھے لیکن وہ ہی ہمارے معاشرے کے فرسودہ رسم و رواج، ذات و پات، امیری و غریبی کی بہیمانہ چپقلش ان کی راہ کی رکاوٹ بن گئی اور ان کو انتہائی موڑ پر لے گئی۔''

''اوہ...... ایسا کیا ہوا ان کے ساتھ؟'' اس کی پریشانی میں وہ بھی شریک ہو گئی تھی۔

''انہوں نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔'' وہ اضطرابی کیفیت میں مبتلا تھا۔

''مائی گاڈ! حماد یہ تو بہت برا طریقہ ہے گناہ کی موت۔''

''اس کے ذمہ دار وہ والدین ہیں جو نہ مذہبی اقدار کو مانتے ہیں، اپنی جھوٹی انا کی تسکین کے آگے بچوں

کی خواہشوں کو رد کر دیتے ہیں۔'' کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بکھرے بال اور سرخ آنکھیں وہ بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔

''لڑکی کی ڈیڈ باڈی اس کے گھر والے لے گئے ہیں وہ جانبر نہ ہو سکی تھی اور وہ لڑکا بچ گیا ہے دو دن بعد ہوش آیا ہے اسے اور آنکھ کھولتے ہی اس نے اپنی محبوبہ کا پوچھا گھر والوں نے جھوٹ کہہ دیا وہ لڑکی گھر چلی گئی ہے اس کے صحت مند ہوتے ہی ان کی شادی کر دی جائے گی۔ لڑکا خوش ہے اس کی خودکشی رنگ لے آئی، اب گھر والے پچھتا رہے ہیں ان کی شادی کر دیتے تو اچھا ہوتا اور میں سوچ رہا ہوں چند ہفتے بعد وہ ڈسچارج ہو کر گھر جائے تو گھر والے کب تک اسے بہلائیں گے؟ جب اس پر یہ انکشاف ہوگا کہ ساتھ جینے و مرنے کی قسمیں کھانے والے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے ہیں، جدا ہو گئے ہیں تو وہ کس طرح فیس کرے گا؟'' اس کی آنکھوں میں نمی تھی وہ یک ٹک مائدہ کو دیکھ رہا تھا۔

''سوسیڈ...... لیکن تم ایک ڈاکٹر ہو حماد! اس طرح کیسز کو خود پر حاوی کرو گے تو تم کسی کو انجکشن بھی نہیں لگا پاؤ گے، ڈاکٹرز تو بہت سخت دل ہوتے ہیں اور اس فیلڈ میں سنگ دل ہونا ہی بیسٹ ہے۔'' اس نے رسانیت سے اس کو سمجھانے کی سعی کی تھی۔

''میں اپنے پیشے کی ریکوائرمنٹ پوری کرتا ہوں مائدہ! مگر اس حادثے نے میرے دل پر بے احد اثر ڈالا ہے میں نے رات سے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ کافی تک نہیں پی، اس لڑکے کی نگاہوں میں جو ملن کی جوت جلتی میں دیکھ رہا ہوں، وہ جوت بجھے گی تو اس کی زندگی ہی اندھیر ہو جائے گی۔''



سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگاتی فردوس ترچھی نظروں سے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو سیل کان سے لگائے محو گفتگو تھی اس کے چہرے کے بنتے بگڑتے زاویوں کے ساتھ ساتھ ان کی نگاہوں کا ارتکاز بھی بدل رہا تھا۔

''ہوں، کیا کہہ رہا ہے عمر! بات کی اس نے شادی کی یا محض ٹائم پاس کر رہا ہے دوسرے لوگوں کی طرح جو آتے ہیں دل بہلاتے ہین اور چلے جاتے ہیں؟'' اس کے چہرے پر چھائی غم و جھنجلاہٹ دیکھ کر وہ طنزاً گویا ہوئی تھیں۔

''مما! وہ عام لوگوں جیسا بالکل بھی نہیں ہے اس نے کبھی کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کی ہے، بہت محبت کرتا ہے وہ مجھ سے عزت کرتا ہے۔''

''مردوں کے کئی روپ ہوتے ہیں میری جان! یہ سب تم کو عمر گزرنے کے ساتھ معلوم ہوگا، میں کہتی ہوں بلاوجہ اس لڑکے کی خاطر ٹائم ضائع نہ کرو وہ ٹیڑھے مزاج کے باپ کی اولاد ہے، اس کے مزاج میں سیدھا پن کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ صرف تمہیں الجھا رہا ہے کسی موقع کی تلاش میں ہے جب بھی موقع ملا وہ تمہیں دودھ میں مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔''

محبت ایسا نغمہ ہے

''عمر ایسا نہیں ہے یہ مجھے یقین ہے مما!'' وہ بکھرے بالوں کو سمیٹتی ہوئی بولی۔

''نا معلوم تم کن خوش فہمیوں کی وادی میں گم رہنے لگی ہو چاندنی! عمر کی خاطر تم نے دوسرے فرینڈز پر دروازے بند کر دیے ہیں اور محسوس ہوتا ہے تم اپنے ساتھ میرے نصیب پر بھی قفل لگا رہی ہو، تمہاری اس بے رخی سے یہاں آنے والے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم یہاں رہ رہے ہیں ورنہ سب سے بڑا ہمارا مخالف عمر کا باپ ہے اور اسے کسی روز معلوم ہو گیا عمر سے تمہاری دوستی کا تو نا معلوم وہ کیا کر گزرے گا۔'' اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے اندیشوں بھرے لہجے میں کہا۔

''میں شادی کی بعد عمر کو اس گھر میں نہیں رہنے دوں گی، ہم تینوں لندن شفٹ ہو جائیں گے۔ عمر اپنے والدین کو راضی کر لے گا تو ہم یہاں سے شفت کر جائیں گے پھر عمر کا باپ بھی ہم کو پہچان نہ سکے گا۔'' چاندنی نے بھی سگریٹ سلگاتے ہوئے مستقبل کی باتیں کی تھیں۔

''وہ آج ہی اپنی مما اور بہن سے بات کرے گا۔''

''اچھا، جو بھی کرنا ہے جلدی کرو ویسے بھی عمر کے باپ سے ہی ہمیں زیادہ خطرہ ہے۔ اور عمر ہی اس کے غرور کو چکنا چور کر سکتا ہے۔''



مہر بانو بیٹے کی خواہش جان کر سکتے میں رہ گئی تھیں، دل پر پہاڑ جیسا بوجھ آن پڑا تھا جبکہ وہ ان کی حالت سے بے خبر کہہ رہا تھا۔

''مما! چاندنی نہایت نیک اور حسین لڑکی ہے اور اس کی می بھی نفیس و اعلیٰ کردار کی مالک ہیں، شوہر کی وفات کے بعد چاندنی کی پرورش انہوں نے بہت مشکل حالات میں کی ہے۔ تنہا عورت ہو کر بھی بڑی بہادری کے ساتھ کٹھن وقت کا مقابلہ کر کے چاندنی کو تعلیم و تہذیب سکھائی ہے۔''

''بیٹا! آپ اپنی پڑوس میں رہنے والی ماں بیٹی کی بات کر رہے ہیں؟'' دل میں ایک موہوم سی آس ابھری شاید بیٹا کسی اور کے متعلق بات کہہ رہا ہو۔

''جی می...... فردوس آنٹی اور چاندنی کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے بولا اور ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، سنجیدہ و پر وقار بیٹے نے پہلی بار کوئی لڑکی پسند کی بھی تو......

''کیا آپ ٹھیک ہیں مما! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے...... کیا ہوا آپ کو؟'' وہ ان کو پسینہ پسینہ دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ بیڈ پر ڈھے گئیں۔ موسم بے حد سرد باہر تیز و نم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ اس نے تیزی سے پردے ہٹا کر کھڑکیوں کو کھول دیا تھا، فین آن کر کے لابی میں رکھے ڈسپنسر سے گلاس میں پانی بھر لایا اور قریب ہی

بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے پلایا۔

''میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں ابھی۔'' وہ گلاس رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں اب،'' وہ شال سر پر ڈالتی ہوئی اٹھ بیٹھیں۔

''مما! میں یہ سوچ کر بے حد ایکسائٹڈ تھا کہ آپ میری بات سن کر بے حد خوش ہوں گی، یہ آپ کی ہی خواہش تھی نا کہ میں کوئی اچھی پیاری سی لڑکی پسند کرلوں مگر آپ کا برتاؤ بتا رہا ہے آپ کو میری بات سن کر صدمہ پہنچا ہے۔''

''وہ لوگ کون ہیں...... کیا کرتی ہیں؟ محلے مین ان کے بارے میں کیا باتیں پھیلی ہوئی ہیں، لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ سب آپ نہیں جانتے، وہ گھر بسانے والی عورتیں نہیں ہیں۔''

''پلیز مما! آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں، میں نے کبھی بھی آپ کے منہ سے کسی کے لیے برائی نہیں سنی ہے اور آپ ان پر بہتان تراشی کر رہی ہیں جو ہمارے معاشرے کی ستائی ہوئی مظلوم اور بے سہارا عورتیں ہیں آپ کب سے دوسروں کی باتوں پر یقین کرنے لگیں، لوگوں کا تو کام ہی دوسروں کی عزت نیلام کرنا ہوتا ہے۔'' اس کے لہجے میں حیرانی وتنفر کی آمیزش تھی۔

''لوگوں کی بات نہیں کر رہی ہوں میں عمر! ان عورتوں کو خود آپ کے پاپا نے دیکھا ہے غیر مردوں کے ساتھ وہ ان کے سخت خلاف ہیں۔''

''اوہ پاپا! ان کو پوری دنیا خراب وبدمعاش دکھائی دیتی ہے سوائے اپنے، نامعلوم کب خاندانیت کا زعم ان کے دل سے زائل ہوگا۔''

''عمر! یہ کس لہجے میں اپنے باپ کے لیے بات کر رہے ہیں آپ؟ ایک تھرڈ کلاس لڑکی کی خاطر باپ کی عزت وادب فراموش کر بیٹھے ہو؟'' وہ حیرت ودکھ سے اس کی برہمی ونفرت آمیز لہجہ دیکھ رہی تھیں، کچھ دنوں سے وہ بدلا بدلا تھا، خشک رویہ اور سب سے بے نیازی کا یہ سبب ہوگا ان کو معلوم نہ ہوسکا تھا۔

''میں کوئی گستاخی نہیں کر رہا ہوں، پاپا کی فطرت آپ بھی بخوبی جانتی ہیں کسی کو بھی ناپسند کرنے کے لیے ان کو وجہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے خوامخواہ لوگوں سے دشمنیاں کرنے کا کریز ہے ان کو۔''

''عمر...... عمر میرے بچے...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو کوئی اپنے باپ کے لیے اس طرح بولتا ہے انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا تم لوگوں کے لیے؟'' وہ آنے والے وقت سے خوف زدہ ہو کر رونے لگیں۔

''مما! آپ مجھے ایموشنل بلیک میل کرنے کی سعی نہ کریں، میں چاندنی کے علاوہ کسی اور لڑکی کو بیوی بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''میرے بچے! آپ کو مجھ پر یقین ہے یوسف پر بھروسہ نہیں ہے تو جا کر محلے کے لوگوں سے دریافت

کرو، ساری حقیقت سامنے آجائے گی، آپ محلے میں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اگر رکھتے تو ان چال باز عورتوں کے جال میں نہ پھنستے اس بری طرح سے جنہوں نے آپ کو ماں و باپ کا احترام ہی بھلا دیا ہے۔'' وہ آبدیدہ تھیں۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے مما! چاندنی نائس لڑکی ہے۔''

''میں بھی بیٹی کی ماں ہوں اور بیٹیوں کی عزت وحرمت مجھے بھی بے حد عزیز ہے لیکن اس قسم کی لڑکیاں گھر تباہ تو کر سکتی ہیں بسا نہیں سکتی، آپ اس کو بھول ہی جاؤ تو اچھا ہے۔'' بیٹے کی ہٹ دھرمی و بدلحاظی ان کے اندر سوئی عورت کو جگا گئی۔ بلکتی ممتا کو نظر انداز کر کے وہ سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

''آپ میرا ساتھ نہیں دیں گی؟''

''ہرگز نہیں''

''یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟''

''ہوں...... یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

''ایک بار پھر سوچ لیں مما! میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' ان کو سخت و بے لچک دیکھ کر اس نے دھمکی دی۔

''جائیں، چلے جائیں......ایک لڑکی کی خاطر ہم کو چھوڑنے کا ظرف ہے آپ میں تو ہم بھی آپ کے بغیر جینا سیکھ لیں گے۔'' اس نے جلتی آنکھوں سے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

''حماد! تم نے کیوں اس لڑکے کی اسٹوری خود پر حاوی کر لی ہے اب تو اسے ڈسچارج ہوئے بھی کئی دن ہو چکے ہیں، مصروف ہو گیا ہوگا وہ اپنی زندگی میں اس دنیا میں مرنے والے کے پیچھے کوئی مرتا نہیں ہے۔'' وہ ہسپتال سے آیا تو وہ اس کے لیے کافی دیتے ہوئے بولی۔

''تم کس طرح سے کہہ سکتی ہو؟ وہ ہماری طرح ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، کیا تم میرے بغیر اور میں تمہارے بنا رہ سکتا ہوں، مجھے بتاؤ؟ تمہارے دل سے بھی میری طرح یہی صدا آ رہی ہے ناں، نہیں کبھی نہیں۔''

''خدا کے واسطے حماد! کیوں اس طرح کی باتیں کر رہے ہو تم؟ ہمارے تو والدین نے ہمارا رشتہ طے کیا ہے، تعلق جوڑا ہے، تم ان سے کمپیر کیوں کر رہے ہو اپنے آپ کو۔ ہمارا معاملہ تو بالکل ان سے مختلف ہے۔''

''میں یہ سوچ کر شاکڈ ہونے لگتا ہوں جب اس لڑکے کو معلوم ہوگا وہ لڑکی دنیا میں نہیں ہے اسے تنہا چھوڑ کر جا چکی ہے تو......''

''تو کچھ نہیں اس کو چند دن افسوس ہوگا پھر وہ کسی دوسری کو چاہنے لگے گا، اب یہ لیلیٰ مجنوں کا دور تو نہیں ہے جو مجنوں لیلیٰ لیلیٰ چیختا صحراؤں میں گم ہو جائے۔ اس دور میں جتنا گہرا زخم لگتا ہے وہ اتنی تیزی سے بھرتا ہے، پلیز تم یہ کافی پیو ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' اس نے موضوع بدلتے ہوئے کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں پکڑایا۔

''آج ڈنر باہر کرتے ہیں، آؤٹنگ سے موڈ چینج ہوگا۔'' کئی دنوں بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

''جی نہیں، بابا اور ممی نے سختی سے پابندی لگادی ہے باہر جانے پر۔''

''ناممکن، تمہیں لے جانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔''

''صرف چند دنوں کی بات ہے پھر ہمیں کوئی نہیں روکے گا۔'' وہ گردن جھکا کر شرمیلے لہجے میں گویا ہوئی۔

''میں ابھی بھی کسی پابندی کو نہیں مانتا۔'' اس کے معاملے میں وہ اسی طرح جذباتی ہو جایا کرتا تھا۔

''میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی حماد! ہماری شادی میں زیادہ عرصہ نہیں ہے وہ ہی کروں گی جو ہمارے بڑوں کا حکم ہے۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں تھی مگر ٹوٹنے کی آواز دور تک آئی تھی۔

☆☆☆

''واؤ مما!'' چاندنی سیل فون اچھالتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔

''ارے بہت خوش لگ رہی ہو کیا عمر نے اپنے والدین کو منالیا؟''

''منالیا ہونہہ...... مما! عمر نے اس بڈھے سے وہ سارے بدلے ایک ساتھ لے لیے ہیں جو ذہنی طور پر ہمیں ٹارچر کرتا رہا تھا۔ آج اسی کا اکلوتا بیٹا اس کے شملے پر لات مار کر مجھ سے کورٹ میرج کرنے والا ہے۔''

''ارے میں واری، میں قربان...... یہ تو بڑی انہونی خبر ہے لیکن یہ سب ہوا کیسے...... یہ خبر سچ تو ہے، تم نے غلط تو نہیں سنا؟'' اس کے ساتھ خوشی میں جھومتی وہ وسوسے کا شکار ہوئی۔

''ارے نہیں بھئی یہ سب میرے حسن کا کرشمہ ہے محبت کا جادو ہے عمر نے بتایا اس کی مما نے ہم ماں بیٹی پر گھٹیا الزامات لگائے جو وہ برداشت نہ کرسکا اور ان کے درمیان خوب تلخ کلامی ہوگئی، اس دوران اس کا باپ بھی وہاں آ گیا تھا مگر کمرے میں آنے کے بجائے باہر چھپ کر ان کی باتیں سنتا رہا تھا، جب عمر کمرے سے نکلا تو اس نے عمر کو خوب کھری کھری سنائی اور عاق کرنے کی دھمکی دی۔''

''اف یہ تو سراسر گھاٹے کا سودا ہوا، اب عمر کو باپ کی پراپرٹی سے پھوٹی کوڑی بھی ملنے والی نہیں ہے، ہمیں اس کنگلے کا کیا کرنا ہے۔'' فردوس کے ارمانوں پر ایک دم اوس پڑ گئی تھی۔

''بائی گاڈ! مرا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے مما! عمر نے اپنی پراپرٹی بھی ٹھیک ٹھاک بنالی ہے پھر اس کا اپنا بزنس ہے وہ باپ کے پیسے کا ذرا بھی محتاج نہیں ہے، بہت دولت ہے اس کے پاس۔''

''واہ ماں صدقے، کمال کردیا چاندنی، بڑھاپا سنور جائے گا میرا۔ کان کھول کر سن لو شروع شروع میں نیک بیوی جیسا حلیہ رکھنا ہوگا تاکہ عمر کو کسی بھی قسم کا شک نہ ہو بعد میں سب ہینڈل کرلوں گی میں۔ بس ابتدائی دنوں میں کچھ تکلفات ہوں گے۔'' وہ دیوار گیر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی ہوئی بولی۔

''ہاں ہاں فکر نہ کرو، کوئی شکایت کا موقع نہیں دوں گی، اچھا چلو سامان سمیٹیں اب یہ گھر چھوڑنا ہوگا'' وہ بے حد خوش تھیں معاً ڈور بیل بجی تو فردوس نے گیٹ کھولا اور خوف سے چیخ پڑی تھی۔

قہر و غضب کی تصویر بنے یوسف صاحب سامنے کھڑے تھے۔ مارے خوف و دہشت کے فردوس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں، ان کی چیخ کی آواز سن کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی چاندنی بھی باہر آئی اور ان کو دیکھ کر ماں سے زیادہ شاکڈ رہ گئی۔

''نامراد عورتوں! اب کیا سانپ سونگھ گیا ہے تم لوگوں کو؟ جس آگ سے میں دوسروں کے گھر بچانے کی سعی کررہا تھا وہ آگ میرے گھر کا ہی راستہ دیکھنے لگی، بدبختوں، تمہاری جرأت بھی کیسے ہوئی میرے بیٹے کو ورغلانے کی۔'' ان کے پرطیش لہجے میں نفرت و غصے کی بجلیاں کڑک رہی تھیں چاندنی سہم کر ماں کے پیچھے ہوگئی جبکہ فردوس نے مستعدی سے اپنے حواسوں کو یکجا کیا اور ان کی طرف دیکھ کر زکھائی سے گویا ہوئیں۔

''جناب! کس کی بات کررہے ہیں آپ؟ ہم آپ اور آپ کے بیٹے کو جانتے بھی نہیں، غلط جگہ پر آگئے ہیں آپ۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو غلط جگہ پر ہی بدقسمتی سے آگیا ہوں۔''

''آپ کو احساس ہوگیا ہے تو جائیے پھر کیوں کھڑے ہیں یہاں۔'' ان کے گہرے طنز پر وہ تلملا کر گویا ہوئی تھیں۔

''میں خوب اچھی طرح سے نبٹنا جانتا ہوں تم بدمعاش عورتوں سے اگر کل تک یہ گھر چھوڑ کر یہاں سے دفع نہیں ہوئیں تو ساری زندگی تم لوگ جیل میں سڑوگی، بہت اوپر تک رسائی ہے میری، مجھے کمزور مت سمجھنا اور عمر سے تم نے کوئی کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی تو اسی وقت سارا علاقہ تمہارا تماشہ دیکھے گا۔'' یوسف صاحب کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ فردوس اور چاندنی کو ان کے ایک ایک لفظ کی سچائی کا احساس ہونے لگا تھا وہ جو اپنی چرب زبانی اور خود اعتمادی سے بڑوں بڑوں کو جیت کرنے کا ہنر رکھتی تھیں سامنے موجود پرنور و بارعب چہرے والے شخص کے روپ میں ان کو اپنی موت نظر آنے لگی تھی کوئی لمحہ ضائع کیے بنا انہوں نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کیا، ویسے بھی مختصر سامان کے علاوہ وہاں ان کا کچھ نہ تھا یوسف صاحب تنبیہ کرکے جاچکے تھے۔

وہ تیزی سے سامان پیک کرنے لگی تھیں چاندنی نے سب سے پہلے موبائل سے سم چینج کی تھی۔

☆☆☆

اس نے چائے کا مگ سائیڈ پر رکھا تھا آہٹ پر رخسانہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ کا رنگ چمک اٹھا۔ اٹھتے ہوئے انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

''بہت بدقسمت ہوتی ہیں وہ مائیں جو بیٹیوں سے محروم رہتی ہیں۔ شکر ہے میرے پروردگار کا جس نے اس رحمت سے محروم ہونے کے بعد بھی محروم نہیں رکھا تمہارے وجود سے میرے گھر اور میرے دل کو منور رکھا ہے۔''

''ارے میری بھولی اماں! اس لڑکی کی یہ سب چالاکی ہے دکھاوا ہے، میرے جیسے اسمارٹ اینڈ ویل آف اور فیوچر کے کامیاب ترین ڈاکٹر کو حاصل کرنے کی تمام تر چالیں ہیں اصل روپ تو یہ اس وقت دکھائے گی جب یہاں بہو بن کر آئے گی۔'' اندر کمرے سے نکلتے ہوئے حماد نے شوخ لہجے میں کہا۔

''خبردار حماد! جو تم نے ہم ماں بیٹی کے درمیان ذرا بھی لگائی بجھائی کی کوشش کی، مائدہ آج بھی میری بیٹی ہے اور کل بھی رہے گی۔''

''مگر...... پرسوں نہیں رہے گی کیونکہ بہو جو بن جائے گی۔'' وہ کہاں باز آنے والا تھا اس کی پرشوق نگاہیں فیروزی وسفید ایمبرائیڈری سوٹ میں ملبوس جھینپی جھینپی سی مائدہ پر تھیں۔

''تائی جان! میں جا رہی ہوں کوئی کام تو نہیں ہے؟''

''دیکھا امی! اس کے دل میں چور ہے تب ہی تو بھاگ رہی ہے۔''

''فالتو بات مت کیا کرو، میری بچی کوئی چور نہیں ہے۔''

''میری بھولی اماں! آپ کو کیا پتہ یہ ایسی چوری کرتی ہے کہ لٹنے والے کو فوری طور پر پتہ بھی نہیں چلتا ......میرا دل، میری نیندیں، میرا چین وسکون......'' وہ بیباک انداز میں شروع ہوا تو مائدہ دوپٹہ درست کرتی سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

''ارے حماد! شرم کرو کچھ، ماں کے سامنے ایسی باتیں کرنا اچھی بات ہے کوئی......وہ بچی بھی شرما کر چلی گئی تمہاری وجہ سے۔'' مگ اٹھاتے ہوئے رخسانہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''آپ سے کیا پردہ امی! آپ تو میری ماں بھی ہیں اور دوست بھی اور دیکھیں وہ آپ کی بیٹی نما بہو میرے لیے چائے نہیں لائی۔'' وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹتے ہوئے گویا ہوا۔

''تم نے ابھی کچھ دیر قبل انکار کر دیا تھا اور اب شکایت کر رہے ہو۔'' انہوں نے چائے پیتے ہوئے محبت سے کہا۔

''دو ہفتے بعد تمہارا ہاؤس جاب مکمل ہو جائے گا، تمہاری ڈگری ملنے کی خوشی میں عارف خاندان بھر کی دعوت بڑے شاندار طریقے سے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں، اسی تقریب میں مائدہ کو انگوٹھی پہنا دیں اور شادی کی ڈیٹ بھی فکس کر دیتے ہیں۔''

''اس دن ہی شادی کر دیں نا آپ میری۔'' وہ بے صبرے پن سے بولا۔

''توبہ ہے بھئی! ہو جائے گی شادی بھی، کیوں اتنے اتاولے ہو رہے ہو۔''

''امی! آپ کی ارینج میرج تھی نا؟'' وہ سنجیدہ ہوا۔

''ہاں......لیکن اس وقت کیوں پوچھ رہے ہو؟'' ان کے چہرے پر حیا کا تبسم چمک اٹھا تھا۔

''پھر آپ لو میرج کی کٹھنائیوں کو نہیں جانیں گی۔'' وہ مسکرایا۔

''سنو! مائدہ کو آصف نے پسند کیا تھا یہ ارینج میرج ہی ہوگی۔''

''اور میری پسند مل کر یہ ارینج ود ھ لو میرج ہو گئی نا۔'' اس کے ساتھ وہ بھی ہنس دی تھی۔



''عمر! ہم اسکول لائف سے یونیورسٹی لائف تک ساتھ رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی فیملیز سے اچھی طرح واقف ہیں، تمہاری باتیں سن کر میں یہی سمجھ پایا ہوں، انکل جو کچھ کہہ رہے ہیں......وہ غلط نہیں ہے......میرا مطلب ان کا تجربہ ہم سے زیادہ ہے۔'' معاذ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''شٹ یار! میں نے تم سے اپنی پرابلمز شیئر اس لیے کی ہیں کہ تم مجھے بہترین طریقے سے کوئی مشورہ دو گے اور تم پاپا کی وکالت کرنے لگے۔'' اس نے آگے رکھی پلیٹ دور کر دی لہجہ خاصا سرد تھا۔

''میں انکل کی سائیڈ نہیں لے رہا......میں یقین کر پا رہا ہوں کہ تم چند دنوں میں کسی لڑکی سے اس طرح انسپائر ہوئے کہ اب گھر والوں کی مرضی کے برخلاف اس کو لائف پارٹنر بنانا چاہ رہے ہو۔'' اس نے نیپکین سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سمجھایا۔

''تم چند دنوں کی بات کر رہے ہو معاذ! محبت تو چند لمحوں میں ہو جاتی ہے۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''محبت......'' وہ بے ساختہ ہنس پڑا تو عمر کا موڈ مزید بگڑ گیا۔

''تم کو چند لمحوں میں محبت ہونے والی نہیں ہے، میرے بھائی! تم کالج اور پھر یونیورسٹی کے دور میں ایک سے ایک حسین و خوب صورت لڑکیوں کیساتھ رہے ہو اس وقت تمہارا پتھر دل نہیں پگھلا تو اب میں کس طرح یقین کر لوں تم کسی چاندنے کے چکور بن گئے ہو۔''

''پاگل تھا میں جو تم سے مدد کی توقع رکھی......بھول گیا اندھیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے پھر بھلا تم کس طرح میرا ساتھ دو گے۔'' ویٹر کو بل پے کرنے کے بعد والٹ جیب میں رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم اپنے احساسات سمجھنے کی سعی کر رہے ہو نہ میری باتوں کو امپورٹنس دے رہے ہو عمر! پلیز......یہ محبت نہیں صرف ہمدردی یا ترس ہے جو دو خواتین کو کسی سہارے کے بغیر دیکھ کر تمہیں ان سے ہو رہی ہے۔'' وہ اس کے

ساتھ چل دیا جبکہ عمر کا موڈ بری طرح سے آف تھا۔

''چلو بقول تمہارے ہمدردی و ترس ہی سہی، میں کسی کا سہارا بن جاؤں، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کم از کم لوگوں کی ڈس ہارٹ کرنے والی، ڈی گریڈ کرنے والی نگاہوں سے تو وہ ماں اور بیٹی محفوظ رہیں گی۔''

''وہ ساری زندگی کسی مرد کے سہارے کے بنا گزارتی آئی ہیں...... اب تمہیں دیکھ کر سہارے کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی انہیں، تم اس بات کو جذبات سے ہٹ کر سوچنے کی سعی کرو۔''

''تم مجھے فورس نہیں کر سکتے، میں آج ہی کورٹ میرج کر رہا ہوں، پاپا نے جو پہرے لگانے تھے وہ لگا لیے میں اب ان کی انگلی پکڑ کر چلنے والا ہرگز نہیں ہوں، میں بھی عقل و شعور رکھتا ہوں۔'' اس کا لہجہ درشت تھا۔

باتوں کے دوران وہ پارک کی ہوئی کار تک پہنچ گئے تھے۔ معاذ بغور عمر کا جائزہ لے رہا تھا، وہ اس کے بچپن کا دوست تھا۔ بے حد قریب سے جانتا تھا، ذہانت و قابلیت کے ساتھ از حد حساسیت کا بھی مالک تھا، لڑکیوں سے تعلقات استوار کرنے کا وہ قائل خود بھی نہ تھا مستزاد اس پر یوسف صاحب کی کڑی نگاہوں و سخت رویے نے ان کے درمیان خوب صورت رشتے کے لطافتوں کو کسی حد تک نفرتوں میں بدل ڈالا تھا جو آج بے نقاب ہو چکی تھی۔

''میں جانتا ہوں تمہیں اس لڑکی سے محبت نہیں ہوئی ہے، تم صرف اور صرف انکل کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا رہے ہو۔'' عمر نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے ایک جھٹکے سے کار اسٹارٹ کی اور کچھ کہے بنا وہاں سے چلا گیا۔



سورج آہستہ آہستہ گم ہوتا جا رہا تھا ماحول میں گہری خاموشی پھیلی ہوئی تھی، ہوا بھی ساکت تھی، پرندے تیزی سے اپنے آشیانوں کی جانب لوٹ رہے تھے اور وہ گم صم کھڑا غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا معاً آہٹ پر پلٹ کر دیکھا وہ کافی کا مگ چھوٹی ٹرے میں رکھے آ رہی تھی۔

''ہوں...... بہت تابعداری دکھانے لگی ہو...... میرا مطلب ہے کہ خاصی سگھڑ ہو گئی ہو۔'' مگ لیتا ہوا چھیڑنے لگا تھا مائدہ برا مانے بغیر بولی۔

''امی کا بس چلے تو تمام اچھائیاں اور دنیا بھر کی سلیقہ مندی میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دیں اٹھتے بیٹھتے ہدایت دیتی رہتی ہیں مجھے، یہ سب امی کی محنت کا ہی رزلٹ ہے۔''

''اے ون رزلٹ ہے شکر ہے تمہیں باتیں بنانے کے علاوہ کچھ بنانا آیا۔''

''اور تمہیں دل جلانے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ہے نامعلوم تمہارا برتاؤ مریضوں کے ساتھ کیسا ہوگا؟ بے چارے بیماریوں کی مار تو سہتے ہی ہیں مزید تم جیسے ڈاکٹر کو جھیلنا سزا ہوگی ان کے لیے'' وہ جو کافی کی تعریف سننے کی چاہ میں آئی تھی جل کر گویا ہوئی۔

''ارے تم جیسے جیلس لوگ ایسا ہی سوچ سکتے ہیں......وگرنہ مریض تو میری باتوں سے ہی صحت یاب ہو جاتے ہیں اور ینگ لڑکیاں تو ایک نظر مجھے دیکھتے ہی......'' وہ کالر درست کرتے ہوئے بولا۔

''مر جاتی ہوں گی۔'' اس نے جلے بھنے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

''ہاں بالکل! ایک نظر میں ہی مرنے لگتی ہیں مجھ پر......''

''ہوں......مر جاؤ تم بھی ان پر، کیوں پھر شادی کا ڈھونگ رچا رہے ہو؟'' وہ غصے میں کہتی ہوئی پلٹی تب ہی آگے بڑھ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''چھوڑو مجھے! تم ہر وقت ایسی باتیں کر کے مجھے جلاتے ہو۔'' وہ رو پڑی اور اسے روتے دیکھ کر حماد کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

''مائدہ! تم رونے لگیں، جانتی ہو میں تمہارے آنسو برداشت نہیں کر سکتا پھر بھی تم مجھے تکلیف دیتی ہو۔'' اس کے بھاری لہجے میں تڑپ تھی۔

''رہنے دو یہ باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں ہاتھ چھوڑو میرا۔'' حماد نے کٹ ٹیبل پر رکھا اور خود اس کو منانے کی سعی کرنے لگا......وہ بھی سخت ناراض ہو گئی تھی۔ اس کے ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے اور اٹھک بیٹھک کے بعد راضی ہوئی تھی۔

''مائی گاڈ! تم تو بے حد ظالم بیوی ثابت ہو گی۔''

☆☆☆

مہربانو اور ملائکہ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، رات عمر اور یوسف صاحب کی ہونے والی تکرار سے گھر کی فضا میں سناٹا و خاموشی پھیلی ہوئی تھی اور مہربانو اسی وحشت سے خوف زدہ تھیں کہ......یہ خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ نہ بن جائے، دونوں ماں بیٹی کے دل سوکھے پتوں کی طرح بکھرے جا رہے تھے، وہ ایک دوسرے کو تسلیاں دیتیں، ایک دوسرے کے آنسو صاف کرتے رہی تھیں۔

''یہی خوف تھا مجھے کسی دن یوسف کی ڈکٹیٹر شپ بیٹے کو ان کے مقابل نہ لا کھڑا کرے......آہ ہا! وہ دن آ گیا ناں۔''

''ممی! پلیز آپ کا بی پی پہلے ہی ہائی ہو رہا ہے آپ نے اتنا خود پر سوار کر لیا ان کے رویوں کو تو کس طرح خود کو سنبھال پائیں گی، ابھی بھائی نے شادی کی اجازت طلب کی ہے تو اتنا ہنگامہ ہوا ہے اور جب وہ شادی کر لیں گے تو پھر کیا ہو گا؟''

''اللہ نہ کرے جو عمر اس لڑکی سے شادی کرے ایک قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی اس گھر پر۔'' مہربانو دہل کر گویا ہوئی تھیں۔

''کتنی بری لڑکی ہے وہ جس نے گھر میں آنے سے قبل ہمارے اندر دوریاں پیدا کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی لڑکیوں سے ہر گھر کو محفوظ رکھے۔ بھائی، پاپا ہم پر سختی تو شروع سے کرتے ہیں مگر اس حد تک مخالفت کریں گے، ایسا تو تصور میں بھی نہیں سوچا تھا۔''

''عمر بے حد اپ سیٹ ہو کر گھر سے نکلا، ادھر آپ کے پاپا بھی خاصے غصے میں گھر سے گئے تھے دونوں ہی ابھی تک گھر نہیں آئے ہیں اور فون بھی آف ہیں۔'' ان کے لہجے میں بے چینی واضطراب تھا۔

''مجھے تو عجیب وسوسے ستا رہے ہیں نا جانے کیا ہونے والا ہے...... باپ بیٹے کی پسند و ناپسندیدگی کیا گل کھلائے گی؟''

''ممی! آپ اتنی فکر مند نہ ہوں، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' ملائکہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے ان کو تسلی دی جو رات سے سخت مضطرب و بے کل تھیں میڈیسن لینے کے باوجود بھی بی پی کنٹرل نہ ہو رہا تھا۔

''کس طرح سنبھالو خود کو حالات میرے اختیار سے باہر ہو چکے ہیں۔'' اس لمحے ہی باہر سے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔

''کس بات کا رونا دھونا ہے یہ؟'' وہ آتے ہوئے ان کو آنسو پونچھتے دیکھ کر سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

''یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ بچوں کے معاملے میں آنکھوں کو بند نہ رکھو، شیر کی نگاہ رکھنی پڑتی ہے صرف سونے کے نوالے کھلانے سے بچوں پر کوئی گرفت نہیں رکھ سکتا۔'' ان کے مقابل بیٹھتے ہوئے وہ رعب دار لہجے میں گویا ہوئے، ملائکہ ان کے بگڑے تیور دیکھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

''یوسف! عمر کوئی ناسمجھ بچہ نہیں ہے نہ ہی ان پر اب کوئی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے، آپ نے بچپن سے نگاہ رکھی، کیا فائدہ ہوا ان پر اتنی سختی کرنے کا؟ آج وہ آپ کے مقابل کھڑے ہیں۔''

''کھڑا ہوا ہے میرے سامنے! دیکھنا کیسے منہ کے بل گرتا ہے ان نا ہنجار عورتوں کے دام میں پھنس کر خود کو بڑا تیس مار خان سمجھ رہا ہے تمہارا بیٹا، پہلی دفعہ باپ کی مرضی کے خلاف کچھ کیا اور وہ بھی کیچڑ میں جا گرا بد بخت کہیں کا۔''

''یوسف صاحب پلیز!'' وہ اٹھ کر ان کے قریب آ کر رندھے لہجے میں گویا ہوئیں جبکہ وہ اسی طرح گردن اونچی کیے بیٹھے رہے۔

''کچھ اپنے رویے میں لچک پیدا کیجیے وقت کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے، عمر کو آپ شفقت سے سمجھائیں گے، ان عورتوں کی اصلیت بتائیں گے تو وہ ضرور آپ کی بات مانے گا، وہ جوان ہے جذباتی ہے، اس عمر میں زیادہ تر فیصلے جذباتی ہوتے ہیں، آپ کو بردباری و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔''

''مجھے سمجھانے سے بہتر ہے تم اپنے بیٹے کو سمجھاؤ، میں حق پر ہوں، جو کہہ رہا ہوں وہ سن کر کوئی بھی مجھے

غلط نہیں کہے گا۔'' وہ معمولی سی لچک دکھانے کو تیار نہ تھے۔

''آپ کیا جگ ہنسائی کی خواہش رکھتے ہیں؟''

''یہ سوال تم نے اپنے بیٹے سے کیوں نہیں کیا؟''

''میری ذات کی ناقدری کا احساس تو مجھے اب ہوا ہے، میری پروا نہ آپ کرتے ہیں اور نہ بیٹا کوئی فکر کرنے والا ہے، آپ کو اپنی خاندانی ناموس کی فکر ہے تو عمر بھی شاید آپ کو نیچا دکھانے کے لیے کچھ سننے و سمجھنے کو تیار نہیں۔''

''تم بھی بیٹے کی طرح جذباتی ہو رہی ہو۔ بہر کیف میں معاملہ نبٹا کر آیا ہوں، وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔'' ان کے چہرے پر طمانیت تھی۔



رخسانہ نے حماد کو شادی میں جلد بازی کرنے پر ڈانٹ کر چپ تو کرا دیا تھا مگر اس کی خواہش ان کی بھی آرزو بن کر کچھ زور آوری دکھانے لگی، کہ انہوں نے فوراً ہی عارف اور رضوانہ سے بات کی اور تھوڑ بہت پس و پیش کے بعد عارف اور رضوانہ بیٹی کو رخصت کرنے پر راضی ہو گئے۔

''ارے رضوانہ! تمہاری بیٹی اوپر پورشن سے نیچے پورشن میں ہی تو رخصت ہو کر آئے گی، پھر تم تو ایسی اداس ہو رہی ہو گیا وہ کہیں دور جا رہی ہے۔'' بہن کی آنکھیں نم دیکھ کر وہ خوش دلی سے گویا ہوئیں۔

''آپا میں جانتی ہوں مگر بیٹی کی جدائی کا تصور ہی ماؤں کو بے کل کر دیتا ہے تنہائی کا احساس ابھی سے میرے دل میں اداسی پھیلا رہا ہے۔'' وہ بے ساختہ رو دی۔

''تم کیوں تنہا ہونے لگیں رضو! ہم کہیں دور تو نہیں جا رہے، میں اور حماد مائدہ کے ساتھ یہیں رہیں گے، اسی گھر میں سب ساتھ۔'' بہن کو گلے لگاتے ہوئے رخسانہ کی آواز بھی بھرا گئی تھی۔

عارف بھی مرحوم بھائی کو یاد کر کے غمزدہ ہو گئے تھے خاصی دیر تک وہ ایک دوسرے کو تسلی دلاسے دیتے رہے تھے۔

''باجی! اب مائدہ حماد سے مکمل پردہ کرے گی، بالکل سامنے نہیں آنے دوں گی، شادی میں دن ہی کتنے باقی ہیں یہ تھوڑا عرصہ ان کو ایک دوسرے کے بغیر ہی گزارنا ہوگا حماد کو اچھی طرح سمجھا دیجیے گا۔'' عارف کے جانے کے بعد رضوانہ نے بہن کو کہا۔

''ہاں ہاں بے فکر رہو، سمجھا لوں گی حماد کو مان جائے گا وہ۔ اور نہ ماننے کی وجہ بھی کوئی نہیں، اس کی دلی مراد بر آنے والی ہے، اب جو کہوں گی وہ آنکھیں بند کر کے مانے گا۔''

''مائدہ کی پسند کا فرنیچر خریدوں گی، کہتی ہوں تیار ہو جائے، ہمارے ساتھ چلے فرنیچر دیکھ کر کچھ شاپنگ

بھی کر آئیں گے۔'' رضوانہ کے لہجے میں وہی فکر مندی وعجلت در آئی تھی جو ایسے موقعوں پر ماؤں کے لہجے میں سمٹ آتی ہے۔

''میں ساری بری اس کی مرضی و پسند کے مطابق تیار کروں گی، تم کو جہیز کے لیے خوامخواہ سامان خریدنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کچھ کپڑے اور ہلکی پھلکی جیولری خرید لو بس...... میں تمام چیزیں بری میں رکھوں گی۔'' انہوں نے بھرپور اپنائیت کا احساس دیا۔



وہ ششدر کھڑا گیٹ پر لگے تالے کو دیکھ رہا تھا، پھیلتی رات کا اندھیرا وہ اپنے حواسوں پر اترتا محسوس کر رہا تھا، دوپہر سے اب تک لاتعداد کالز کی تھیں چاندنی کو اور ہر کال پر، پاور آف کا جواب سن کر وہ ہاں پہنچا اور انیکسی میں اندھیرے کا راج اور گیٹ پر تالا دیکھ کر اس کے اندر دھماکے ہونے لگے تھے۔

''کہاں چلی گئی ہو چاندنی! صبح کورٹ میرج کا سن کر تم نے بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا، لمحوں میں سالوں کی پلاننگ کر ڈالی تھی، تمہاری چھکتی سونے کے سکوں کی جیسی کھنکھناتی آواز نے مجھے احساس دلایا تھا، عورت کے بغیر مرد ادھورا ہے، زندگی بے رنگ و بو ہے، اتنی مختصر سی مسرتیں دے کر تم کہاں چلی گئیں، کیوں چلی گئیں، بنا کچھ کہے، بنا کچھ بتائے، اب کہاں ڈھونڈوں گا تمہیں؟'' اس کے وجیہہ چہرے پر کرب پھیل گیا خوب صورت آنکھیں جلنے لگیں۔ وہ جو ایک خوب صورت زندگی کے سپنے کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگا تھا، بڑی زبردست ٹھوکر لگی تھی وہ منہ کے بل گرا تھا اور پھر شکستہ قدموں سے گھر میں داخل ہوا تو ماں اور بہن کو اپنا منتظر پایا۔

''اتنی دیر لگا دی بھیا! میں اور مما بہت پریشان ہو گئے تھے کہاں تھے آپ؟'' ملائکہ اس کے بازو سے لپٹ کر بولی۔

''آپ کبھی گھر سے باہر اتنا ٹائم نہیں رہتے ہو اس لیے فکر مند ہو گئی تھی۔'' مہربانو بیٹے کے چہرے پر محبت کے بجھتے دیپ دیکھ کر سخت رنجیدہ تھیں۔ صد افسوس اس کی پسند ہی ایسی تھی جو کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتی تھی۔ کوئی شریف گھرانے کی لڑکی اس کی پسند ہوتی تو وہ پوری طرح اس کا ساتھ دیتیں اور اس کے چہرے پر ناکامی اور اداسی کی جگہ فتح مندی کے گلاب مہک رہے ہوتے، مسرتوں کے جگنو چمک رہے ہوتے۔ اس کا ماتھا چومتے ہوئے وہ آبدیدہ سی سوچ رہی تھیں۔

''کھانا لگا رہی ہوں، فریش ہو کر آ جائیں فٹافٹ''

''سوری مما! مجھے بھوک نہیں ہے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں ریسٹ کروں گا۔'' اس کا لہجہ بکھرا بکھرا سا تھا۔

''کچھ تو کھا لیں بھیا! ہم نے بھی سارا دن کچھ نہیں کھایا۔''

''میرا بالکل موڈ نہیں ہے کچھ بھی کھانے کو مجھے فورس مت کریں۔'' وہ وہاں آتے یوسف صاحب کو دیکھ کر نگاہیں چرا کر گویا ہوا۔
''ماں اور بہن کو کس بات کا طرہ دکھا رہے ہو میاں! تمہیں چھوڑ کر وہ بدبخت عورتیں گئی ہیں، گھر کی عورتوں سے کیوں اینٹھ رہے ہو؟'' ان کی زبان دودھاری تلوار کی مانند چلنے لگی تھیں۔
''ہوں...... یہ آپ ہی کا کارنامہ ہے پاپا! شک تو مجھے اس وقت ہی ہوا تھا، مگر میں نے خود کو جھٹلایا...... یہ سوچ کر کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، ان مظلوم عورتوں کو نہیں نکال سکتے۔''
''وہ مظلوم عورتیں تھیں تو بھاگیں کیوں؟ یہیں رہ کر اپنی مظلومیت کا ثبوت کیوں نہیں دیا؟ کیوں پولیس کی دھمکی پر بھاگ گئیں؟'' وہ بیٹے کے تیزی سے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بولے۔
''پولیس! ہونہہ، یہاں کی پولیس کو بھی آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور میں بھی، پیسہ لے کر کسی کو بھی مجرم بناتی ہے ہماری پولیس۔''
''جس طرح ہاتھ کی تمام انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح ہر جگہ اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں اور بھاگتا وہی ہے جو چور ہوتا ہے۔''
''پر وہی فضول بحث شروع ہوگئی ہے آپ دونوں میں، جس بحث نے گھر کا سکون وقرار تباہ کر دیا ہے خدارا، ختم کر دیں اس بحث کو ہمارے گھر کا یہ ماحول نہ تھا، یہ کیا ہو رہا ہے ہمارے درمیان؟'' بات بڑھتی دیکھ کر مہربانو درمیان میں چلی آئی تھیں۔
''مما آپ درمیان میں نہ آئیں پلیز، میں اب یہاں رہنے والا نہیں ہوں، یہ گھر، یہ شہر ہی نہیں یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا مجھ سے میری خوشیاں چھین لی گئی ہیں میرے خواب نوچ لیے گئے ہیں۔''
''ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ میرے گھر سے مجھے ایسے ناخلف بیٹے کی ضرورت بھی نہیں ہے جو گھر میں بہن کی پروا کیے بغیر ان آوارہ عورتوں سے تعلقات رکھتا ہے۔ بے حمیت انسان۔'' وہ بھی بھرے بادلوں کی طرح برس رہے تھے۔
''آپ کی نظر میں ہر وہ عورت آوارہ اور بدکردار ہے جو برقع نہیں اوڑھتی، حجاب نہیں لیتی اور اس برقع اور حجاب میں کس طرح کی بدچلن عورتیں چھپی ہوتی ہیں یہ معلوم ہے آپ کو......''
''تمہارا مطلب ہے تمہاری ماں اور بہن حجاب لیتی ہیں تو یہ......''
''پاپا پلیز! کچھ بھی کہہ دیتے ہیں آپ۔'' مارے صدمے اور رنج کے وہ گنگ رہ گیا جبکہ وہ سخت طنزیہ لہجے میں کہہ رہے تھے۔
''عورت باپردہ ہو یا بے پردہ اس کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہتا، شفاف پانی کا جھرنا اور کیچڑ کا

جو ھڑ اپنی شناخت خود ہوتا ہے، اسی طرح باحیا اور بے حیا عورت بھی اپنی پہچان کرا دیتی ہے۔''

''میں آپ سے مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ میں جانتا ہوں آپ جو کہہ رہے ہیں اس پر ہی قائم رہیں گے اور میں یہ کبھی نہیں بھلا سکوں گا کہ...... میرے باپ نے ہی میری خوشیاں بھسم کی ہیں۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں اپنے بیڈروم کی طرف چلا گیا۔

''ایسی اولاد پر میں نہایت شرمندہ ہوں، اب کھانا بھی ملے گا یا ہوا پر گزارا کرنا پڑے گا؟'' ان کو گم صم دیکھ کر وہ غصے سے کہہ اٹھے۔



خلاف توقع حماد نے پہلی بار بڑی فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے مائدہ سے نہ ملنے پر کوئی اعتراض ظاہر نہ کیا تھا، بہت خوش تھا، اپنی شوخ وشنگ طبیعت کے باعث اوپر مائدہ کے پورشن میں پہنچ جایا کرتا تھا پھر کبھی پردوں کے پیچھے چھپ کر تو کبھی دروازوں کے پیچھے سے عشقیہ اشعار گنگناتا، فلمی گانے گنگنانے لگتا، مائدہ کو اب اس سے حجاب آنے لگا تھا گو کہ اس کی امی نے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ حماد کے سامنے نہ آئے، مگر جب سے تاریخ طے ہوئی تھی ان کی شادی کی از خود ہی وہ اس کا سامنا کرنے کی سکت نہ کر پا رہی تھی۔ سارا کانفیڈنس ہوا ہو گیا تھا۔

شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا معاً حماد کی شوخی و شگفتگی کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی اس بات کو کسی نے محسوس نہیں کیا مگر وہ اس کی مزاج شناس تھی، حماد کی گھمبیر خاموشی و الجھا ہوا سا انداز اسے بھی الجھانے لگا تھا۔ اس نے ہمت کر کے ماں سے ذکر کیا تو وہ مطمئن انداز میں گویا ہوئیں کہ حماد اب شادی شدہ زندگی کی ذمہ داریاں اٹھانے والا ہے، سنجیدہ تو اس کو ہونا تھا اور یہی لاجک تائی جان نے بھی دی تھی، لیکن اس کا دل ان کی باتوں سے نہیں بہل سکا تھا وہ ان دیکھے وسوسوں کا شکار ہونے لگی، وہ دل کے اضطراب سے اتنی بے کل ہوئی کہ موقع نکال کر جس وقت عارف کے ساتھ جیولر سے جیولری لینے کے لیے وہ دونوں خواتین بھی ساتھ گئی تھیں وہ دبے پاؤں نیچے چلی آئی جہاں وہ بیٹھا کسی کیس کی فائل دیکھ رہا تھا، وہ ارد گرد سے بے خبر فائل میں گم تھا وہ ٹھٹک کر رک گئی، شہنیل کے مہرون صوفے پر وہ وہائٹ کاٹن کے شلوار سوٹ میں ملبوس عام دنوں سے زیادہ نکھرا نکھرا و جاذب نظر لگ رہا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

''اب بس بھی کرو، کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے؟'' وہ اتنا بے خبر نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی، اس کی آواز پر وہ خجل ہو کر بولی۔

''اچھا تو تم دیکھ رہے تھے اور میں سمجھی تم پڑھنے میں مصروف ہو۔''

''قسم لے لو جو تم کو ایک نگاہ بھی دیکھا ہو۔''

''اچھا...... پھر کس طرح پتہ چلا میرے آنے کا؟''

''میں تمہیں تمہاری خوشبو سے پہچانتا ہوں، آہٹوں سے نہیں۔''اس نے فائل بند کر کے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کچھ مہکتے جذبوں کی چمک تھی اس کی نگاہوں میں وہ حیرانی سے دیکھتی نگاہیں چرا کر کارپٹ کو دیکھنے لگی وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

''مجھے گھر والے چوکی داری کرنے کو کہہ گئے ہیں تم کیوں آئی ہو یہاں، چند دن مجھ سے ملے بغیر نہیں گزار سکتی ہو تم؟''

''پلیز حماد تم ایسی باتیں کرو گے تو میں چلی جاؤں گی، میں پہلے ہی بے حد اپ سیٹ ہوں بے حد عجیب سے خیالات آرہے ہیں مجھے دن رات، متوحش کیے ہوئے ہیں۔''اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی محسوس ہونے لگی، خوب صورت آنکھوں میں کسی خوف کی آمیزش تھی۔

''کیسے خیالات، کس سے خوف محسوس کر رہی ہو بتاؤ مجھے؟''وہ اٹھ کر قریب چلا آیا، مائدہ کو اس کے ملبوس سے اٹھتی مہک نے اپنائیت کا قلبی احساس بخشا تھا۔ وہ دلی کیفیت بتانے لگی۔

''تم خوامخواہ کے وسوسوں میں پھنس کر پریشان ہو رہی ہو ڈیئر! میں بالکل ٹھیک ہوں، کچھ نہیں ہوا ہے میں پرفیکٹ ہوں۔''

''کچھ چھپا رہے ہو کوئی نہ کوئی تو بات ایسی ہے جو تمہیں ڈپریسڈ کر رہی ہے میرا دل کہتا ہے۔''

''ارے ہماری شادی میں چند دن رہ گئے ہیں اور تم وسوسوں کی بات کر رہی ہو، تم کو تو اچھی اچھی باتیں کرنی چاہیں۔''اس نے حسب عادت بات مذاق میں اڑانے کی سعی کی۔

''حماد! اگر سچ مچ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو سچ سچ بتاؤ، تم کیوں پریشان ہو، پلیز تمہیں ہماری محبت کا واسطہ۔''

''اوہ گاڈ! تم محبت میں بھی بلیک میل کرتی ہو، کچھ ایسے میٹرز بھی ہوتے ہیں جو سیکرٹ رکھنے پڑتے ہیں۔''

''میں کچھ نہیں جانتی تم سچ سچ بتاؤ مجھے۔''

''اچھا......تم نہیں مانو گی۔ سنو، ہاسپٹل میں کچھ سینئر ڈاکٹرز کو مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔''وہ آہستگی سے بولا۔

''اوہ......تو پھر تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ تم کو تو دھمکی نہیں آئی ناں، جن کو آئی ہے وہ خود نبٹ لیں گے۔''اس کے سر سے گویا ایک بوجھ اترا وہ مسکرا کر بولی۔

اس کو مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''چلو اس بات پر اسٹرونگ چائے پلا دو کیا یاد کرو گی۔''

''صرف چائے یا ساتھ سینڈوچ بھی لاؤں؟''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا'' اس نے حیرانی ظاہر کی۔ وہ سر ہلاتی ہوئی کچن میں چلی آئی کیبن سے ساس پین نکال ہی رہی تھی معاً ڈور بیل کی آواز آئی تو اس کا دل خوف سے دھڑک اٹھا کہ امی اور بابا کو یہاں موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گی؟ یہی سوچتی ہوئی وہ کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگی۔ حماد گیٹ کی طرف جارہا تھا۔

وہ دیکھنے لگی اس نے گیٹ کھولا تھا اور دوسرے لمحے وہ بری طرح حواس باختہ ہوگئی جب تین نقاب پوش گیٹ کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور دوسرے لمحے انہوں نے کوئی لمحہ ضائع کیے بنا ہاتھوں میں پکڑے اسلحے کا منہ کھول دیا تھا۔

بے ساختہ نکلنے والی چیخیں فائرنگ کی آوازوں میں دب کر رہ گئیں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا حماد کا سفید لباس سرخ ہوتا جارہا تھا، وہ کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین بوس ہوا تھا، وہ بھی ہوش وحواس سے بیگانہ فرش پر گر پڑی تھی۔

☆☆☆

وہ اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف تھا جب ملائکہ کو اپنے روم میں آتے دیکھ کر اس کے ہاتھ رک گئے۔ وہ اس کے قریب آئی۔

''آپ اتنے سنگ دل بن گئے بھائی، آپ مجھے اور مما کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی نوزائیدہ محبت اس قدر زورآور ہے کہ اس کے سامنے ہماری محبت بھی کمزور پڑ گئی؟'' ملائکہ کی پلکوں پر آنسو چمک رہے تھے مگر لہجہ محبت وشکوہ سے لبریز تھا۔

''آپ بھی مجھ سے خفا ہورہی ہو، پاپا نے جو سلوک میرے ساتھ کیا اس کی تکلیف آپ محسوس نہیں کر رہی ہو؟ وہ بیگ بند کرتا ہوا خفگی سے بھرے انداز میں کہہ اٹھا۔''

''پاپا کا رویہ ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں، اب میں عادی ہوچکی ہوں اور آپ کو بھی عادی ہوجانا چاہیے۔''

''خوب! میں بھی آپ کی طرح چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جاؤں اور کل کو جس کھونٹے سے وہ باندھیں، سر جھکا کر بندھ جاؤں؟ نیور ملائکہ! کل تک اپنی لائف پاپا کی مرضی پر گزارتا آیا ہوں لیکن اب بہت ہوگیا ہے، جو مجھے کرنا ہے وہ کروں گا۔'' اس کے لہجے میں بغاوت کے ساتھ بےزاری بھی اُمڈ آئی تھی۔ وہ مضطرب وسخت بے چین تھا، چاندنی کی رسیلی آواز سماعتوں میں گونج رہی تھی، نگاہوں میں اس کا چہرہ فریم ہوکر رہ گیا تھا۔

''بھائی! آپ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ مما اور میں آپ کے بنا نہیں رہ پائیں گے، مما تو پہلے ہی بیمار رہتی ہیں اور آپ کی جدائی وہ کسی طور بھی برداشت نہیں کرپائیں گی اور میں...... میں تو آپ کے بغیر مرجاؤں گی۔

''پلکوں پر ٹکے آنسو رخساروں پر بہہ نکلے۔
''پلیز، روؤ مت ملائکہ۔''اس نے آگے بڑھ کر اس کا سر تھپتھپایا۔
''آپ نہ جائیں بھائی، اگر آپ چلے گئے تو ہم پھر کبھی نہیں مل پائیں گے، پاپا نہ خود آپ سے ملیں گے اور نہ ہمیں ملنے دیں گے۔''
''میں کب چاہتا ہوں گھر اور گھر والوں کو چھوڑ کر جانا۔''
''پھر کیوں جا رہے ہیں، مت جائیں، مما کی خاطر رک جائیں۔''وہ روتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔
اور اس کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی...... محبت کے بھی عجیب روپ ہیں ایک محبت گھر چھوڑنے پر اکسا رہی تھی تو دوسری محبتوں نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

☆☆☆

دل کے اداس نام و در پر
دیئے اس کے جلا کے
یاد کے صحرا میں
اشکوں کی رم جھم کب رکی ہے
بیتے دنوں کی راکھ میں
جلا کر انگلیاں
آنسوؤں کی بارش کب رکی ہے
وہ اور بھی شدت سے یاد آیا
دیکھا جب بھی اسے بھلا کر
حد نظر تک ہوا محسوس
زیست میں تیری کمی ہے
اشک روک کر بھی دیکھا
ٹھہری ہوئی پلکوں پر نمی ہے
دل کے ہر گوشے پر ایک تصویر جمی ہے
اور تصویر پر جا بجا میری آنسوؤں کی نمی ہے......!!!
شادی کی شہنائیوں سے گونجنے والے گھر میں موت کے پر ہول سناٹے پھیل گئے تھے۔اس گھر سے

ایک نہیں دو جنازے ساتھ اٹھے تھے۔ حماد نے سب چھپا رکھا تھا کہ دوسرے ڈاکٹرز کی طرح اسے بھی دھمکیاں مل رہی تھیں اور اس نے پولیس کو انفارم کر دیا تھا اور یہی غلطی اسے زندگی سے دور لے گئی تھی، پولیس میں موجود کالی بھیڑوں نے اپنا کام کر دکھا، وہ جو ملن کے حسین سپنوں میں گم تھا بند آنکھوں میں وہ تمام خواب، وہ ساری خواہشیں ساتھ لے گیا اور بیٹے کی جوان موت رخسانہ کا دل بھی دھڑکنا بھلا گئی۔ شوہر کی موت کے بعد وہ بیٹے کے لیے زندہ رہی تھیں اور اب بیٹے کی آرزوؤں بھری موت سہہ نہ پائیں اور خود بھی زندگی سے منہ موڑ گئیں۔ رضوانہ کے لیے زندگی ایک امتحان بن گئی۔ محبت کرنے والی بہن جدا ہوئی تھی تو بیٹے جیسا ہونے والا داماد بھی روتا چھوڑ گیا تھا، مستزاد صدمے پہ صدمہ بیٹی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی دو ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ حماد کو بھول نہ پائی تھی، وہ ابھی بھی اس کے خیالوں میں زندہ تھا۔ ابھی وہ کافی کا مگ اور سینڈوچ کی پلیٹ ٹرے میں رکھے وہاں آئی اور ان سے مخاطب ہوئی۔

”امی! امی میں نے کافی کے ساتھ سینڈوچ بھی بنا لیے ہیں، حماد کو خالی چائے یا کافی اچھی نہیں لگتی، میں اسے جلدی سے دے کر آ جاؤں گی آپ غصہ مت کیجیے کہ شادی میں کم دن رہ گئے ہیں اور میں پھر بھی اس سے پردہ نہیں کر رہی ہوں۔“

”وہ ان حاجتوں سے بے نیاز ہو گیا ہے مائدہ...... میری بیٹی۔“ وہ اس سے ٹرے لے کر رکھتی ہوئی بے اختیار رو پڑی تھیں۔

”حماد اس دنیا میں نہیں ہے وہ ہم سے دور جا چکا ہے، وہ اللہ کو پیارا ہو گیا ہے، مائدہ! حواسوں میں لوٹ آؤ۔“

”یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں امی آپ؟ میرے حماد کو کچھ نہیں ہوا، اس نے کافی مانگی ہے مجھ سے، دینے جا رہی ہوں میں۔“ وہ بڑبڑاتی ہوئی حماد کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اندر آتے ہوئے عارف بھی غم زدہ سے کھڑے رہ گئے تھے۔

”دیکھا آپ نے میری بچی بالکل پاگل ہو گئی ہے یہ کیسی آفت ٹوٹ پڑی ہے ہم پر، بہن اور بیٹے کو تو کھو یا ہی، مائدہ کو اس حال میں کس طرح دیکھ پائیں گے۔“ وہ بے تحاشہ رو رہی تھیں۔

”صبر اور تسلی سے کام لو...... مائدہ کی حالت میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے مائدہ کو آج ہم سکائٹرسٹ کو دکھائیں گے، وہی بہتر علاج کر سکتا ہے۔“ عارف از حد ملول و دل گرفتہ تھے۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئے۔

”میں تو کہتی ہوں ابھی چلیں۔“

”میں نے ہاسپٹل میں معلوم کیا ہے ڈاکٹر کی ٹائمنگ رات کی ہے، ابھی شام ہو رہی ہے خیر زیادہ ٹائم تو

نہیں ہے تم جا کر مائدہ کو چلنے کے لیے راضی کرو، اس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔'' وہ کمرے سے نکل کر صحن میں آئیں تو مائدہ ٹرے پکڑے واپس آ رہی تھی اوران کو دیکھ کر دور سے ہی گویا ہوئی۔

''پتہ نہیں کیوں وہ ناراض ہو گیا ہے مجھ سے، حماد کا بچہ ڈور لاک کر کے بیٹھ گیا ہے کھول ہی نہیں رہا۔''



دھیرے دھیرے گھر کا ماحول ٹھیک ہوتا چلا گیا تھا۔ یوسف صاحب کا دل بیٹے کی جانب سے صاف ہوا تھا یا نہیں، ان کے دل کی کیفیت کا انداز ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ عمر نے بھی کئی ہفتوں تک اپنی نوزائیدہ محبت کے بچھڑ جانے کا سوگ بھرپور انداز میں منایا، ماں بہن کی محبت و اپنائیت نہ ہوتی تو وہ نہ معلوم کیا کر بیٹھا، زخمی دل کا کوئی مداوا نہ تھا۔ ہر اس جگہ دیکھ چکا تھا جہاں دل بے قرار گھسیٹ کر لے جاتا تھا، وہ اس سوچ میں گم رہا کرتا کہ نا معلوم وہ مظلوم و بے سہارا عورتیں کہاں کہاں کی خاک چھانتی پھر رہی ہوں گی۔

''کہاں گم رہتے ہو؟ لگتا ہے اس بدبخت لڑکی کے خیالوں سے ابھی تک پیچھا نہیں چھڑا پائے ہو۔'' یوسف آتے ہوئے اسے خیالوں میں گم دیکھ کر اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں گویا ہوئے۔

''اگر چھڑانا بھی چاہوں تو آپ نہیں چھڑانے دیں گے کبھی بھی۔ میں تو اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن مجھ سے زیادہ یاد وہ آپ کو رہتی ہے۔'' وہ سر اٹھا کر کڑوے لہجے میں بولا۔

''لاحول ولا قوۃ کیسی فضول باتیں کرتے ہو، ہمیشہ سے ہوش مندی کے فیصلے کرتا رہا ہوں، جیسے آج ملائکہ کا رشتہ طے کر آیا ہوں۔'' وہ گردن اکڑا کر کہتے ہوئے بیٹھے گئے تھے۔ وہاں آتی ملائکہ پردے کی اوٹ میں ہو گئی اور مہر بانو ہونق چہرے کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں پاپا آپ؟ آپ کس طرح سے ملائکہ کی زندگی کا فیصلہ خود بنا کسی کے مشورے سے کر سکتے ہیں؟''

''باپ ہوں میں ملائکہ کا اور اس کا ہر فیصلہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہے۔''

''اٹ از رونگ پاپا! زندگی ملائکہ کو گزارنی ہے اور کس کے ساتھ گزارنی ہے اس فیصلے کا حق بھی اسے ہی کرنا ہوگا۔'' ان کی حاکمانہ نیچر کو جانتے ہوئے بھی وہ بہن کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا تھا، مہر بانو ڈبڈبائی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہی تھیں۔ جنہوں نے اتنا اہم فیصلہ کرتے وقت مشورہ تو در کنار بتانا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

''خاموش رہو تم! میں اپنی بیٹی کے مستقبل کا بہترین فیصلہ کر رہا ہوں، باپ سے زیادہ بیٹی کی خوش حالی کون چاہ سکتا ہے۔''

''جی یہ چاہت آپ کی جو نہ جانے کس سے رشتہ طے کر آئے ہیں اور یہاں مما تک کو بے خبر رکھا ہے آپ نے، ماں سے زیادہ اولاد کا کوئی بھلا چاہ ہی نہیں سکتا۔ آپ بھی نہیں۔ میں کبھی اپنی بہن کی شادی اس جگہ نہیں

ہونے دوں گا۔"

"اچھا تم روکو گے مجھے، کیا تجربہ ہے تمہارا لوگوں کو پرکھنے کا؟ کس بنیاد پر اچھے اور برے لوگوں کی پرکھ کرسو گے؟"

"لوگوں کو جانچنے کی پرکھ عمر اور تجربے کی کسوٹی پر نہیں ہوتی۔"

"ہوں......ہوں جو مسکرا کر بات کر کے جھوٹ موٹ آنسو بہا کر، جھوٹے و بناوٹی قصے سنا کر ملے تم ان پر یقین کرلو گے......جیسے وہ بازاری عورتیں تمہیں الو بناتی رہیں اور تم اپنے باپ کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگے ہو۔" وہ معاف کرنے والے نہیں تھے موقع ملتے ہی طنز وطعنوں کی تلوار وہ مہارت سے چلانے لگے تھے۔

عمر کی رنگت بالکل سرخ ہوگئی تھی، ماتھے کی رگ ابھر آئی تھی۔

"عمر! بیٹھ جاؤ بیٹا، آپ کے پاپا کی عادت ہے اسی طرح زبان سے گھائل کرنے کی، آپ مجھے بھی دیکھو میں بھی صبر کررہی ہوں۔" پہلی بار ان کی زبان پر شوہر کے خلاف کوئی شکایت آئی تھی لمحے بھر کو یوسف صاحب بھی کچھ نہ کہہ سکے تھے۔

"ٹھیک ہے میری عادت ہے کھری بات کرنے کی اور مجھ جیسے لوگ کبھی کسی دور میں پسندیدہ نہیں رہے ہیں اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں سچ بولنا چھوڑ دوں اور حق و ناحق پر حامیاں بھرتا پھروں۔"

"بچوں کی زندگی کے فیصلے تنہا نہیں ہوتے ہیں یوسف صاحب! اس میں گھر کے افراد کے ساتھ ساتھ لڑکی کی مرضی بھی معلوم کی جاتی ہے۔ ویسے تو مذہب کا بے حد پرچار کرتے ہیں ایسے اہم موقعوں پر شرعی احکامات کو کیوں بھول جاتے ہیں آپ جیسے لوگ؟"

بیٹی کے مستقبل کے خوف نے مہر بانو کو بھی لب ادا کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ پردے کے پیچھے سے ملائکہ چپ چاپ چلی گئی تھی۔

"ماں اور بیٹا کس طرح میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو کوئی ابھی بارات نہیں آرہی ہے، بتا رہا ہوں ابھی سب۔"



رضوانہ لائٹس آن کرتی ہوئی اس کے روم میں آئی جہاں وہ سب سے بے خبر چہرہ گھٹنوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔ ملگجے کپڑے، بکھرے الجھے بال، اس کے دل کی حالت بیان کررہے تھے۔ ماں کی آہٹ پر بھی اس نے چہرہ نہیں اٹھایا، وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ممتا بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مائدہ! بیٹی مغرب کی اذان ہوچکی ہے۔ نماز پڑھ لو، اٹھو۔" آواز پر اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا جو سوکھے

پھولوں کی مانند تھا۔ بے رنگ، مرجھایا ہوا زرد چہرہ، ان کے دل سے ہوک اٹھی تھی۔ یہ چہرہ پھولوں کی مانند شگفتہ ہوا کرتا تھا۔

ان بجھی آنکھوں میں زندگی کبھی مسکراتی تھی۔

یہ ہونٹ قہقہوں و مسکراہٹوں سے سجے رہتے تھے۔

''کیوں ہر وقت بات بے بات ہنستی رہتی ہو نہ ہنسا کرو اتنا۔''

''تم مائدہ کو ہنسنے سے مت منع کیا کرو، اس کی ہنسی سے ہی تو گھر میں رونق ہے یہ چپ ہو جائے تو ہر طرف سناٹا ہی چھا جائے گا۔''

''بالکل سچ کہتی تھیں آپا تم، اب گھر کے درودیوار سناٹے و ویرانی سے سہمے ہوئے رہتے ہیں اور یہ مائدہ جس کی ہنسی مجھے دہلائے رکھتی تھی نا معلوم کیوں میرا دل کہتا تھا آج یہ جتنا ہنس رہی ہے کل اتنا رونا ہی پڑے میری بچی کو...... میرا وہم...... حقیقت ثابت ہوا مہندی سے سرخ ہونے والے ہاتھ خون کی لالی سے سرخ ہو گئے، میری ہنستی مسکراتی بچی صرف سانس لیتا وجود بن گئی۔ کل تک بن بات ہنسنے والی، آج ہنسنا ہی بھول گئی ہے۔''

''اوہ! اذان ہو گئی اور مجھے آواز ہی نہیں آئی۔'' اس نے چونک کر بال لپیٹتے ہوئے کہا۔

''مائدہ! بند کمرے میں تنہا بیٹھی کیا سوچتی رہتی ہو؟''

''میں تنہا کب ہوتی ہوں امی، حماد مجھے تنہا کب رہنے دیتا ہے۔'' اس کے کھوئے کھوئے لہجے پر وہ پریشانی سے استفسار کرنے لگی۔

''تم نے دوائیں کھانا چھوڑ دی ہیں بیٹا۔''

''آپ سمجھتی ہیں دوائیں کھا کر میں حماد کو بھول جاؤں گی؟ کیا ان دواؤں میں اتنی طاقت ہے جو حماد کو مجھ سے جدا کر سکیں۔''

''میں تمہاری دشمن نہیں ہوں مائدہ۔''

''جو مجھے حماد سے دور کرے گا وہ میرا دوست بھی نہیں ہے۔'' اس کے انداز میں خاصی اجنبیت و جذباتیت تھی۔

''اس حقیقت کو سمجھو بیٹی! حماد تم سے دور چلا گیا ہے ایسی جگہ جہاں سے وہ واپس نہیں آ سکتا، کوئی واپس نہیں آتا وہاں سے۔'' اس کو سمجھاتے سمجھاتے ان کے آنسو خشک ہو گئے تھے اور وہ جان کر بھی جاننا نہیں چاہتی تھی۔

''مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا ہے بیٹی۔''

''جب دل ہی مر جائے تو کس طرح زندگی کا احساس ہوتا ہے امی! میں پاگل نہیں ہوں، مگر میں زندہ بھی

نہیں ہوں، حماد کے ساتھ میں بھی مر چکی ہوں، آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔'' وہ دانتوں سے ہونٹ کچلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''پھر میں اور عارف کس کے لیے جئیں؟ ہم بھی مر جائیں جب تم ہمیں کچھ سمجھتی نہیں ہو، تمہیں ہمارے دکھوں کا احساس نہیں ہے، عارف اور میں صرف تمہارے لیے جی رہے ہیں۔'' وہ ضبط کے باوجود رو پڑی تھیں۔ مائدہ ان سے لپٹ گئی۔

''امی! آپ ایسی باتیں نہیں کریں، آپ اور بابا سے میں بے حد محبت کرتی ہوں، بہت محبت کرتی ہوں۔''

''پھر ہماری خاطر خود کو بدلو بیٹا، تم دنیا سے ہی نہیں خود سے بھی بیگانہ ہوگئی ہو، عارف ان صدموں سے سنبھلے تھے کہ تمہاری اس حالت نے انہیں بیمار و کمزور کر ڈالا ہے وہ آتے جاتے تمہاری طبیعت پوچھتے ہیں، صبح سے گھر واپسی تک کئی فون کر ڈالتے ہیں۔'' وہ آنسو صاف کرتی ہوئی کہنے لگیں۔

''ٹھیک ہے امی، میں خود کو بدلنے کی سعی کروں گی، لیکن آپ بھی مجھ سے وعدہ کریں۔''

''کیسا وعدہ؟''

''آج کے بعد آپ کبھی بھی مجھ سے حماد کو بھولنے کا نہیں کہیں گی۔''

''یہ کیسا وعدہ ہے زندہ رہنے کے لیے زندہ لوگوں سے تعلقات رکھنا پڑتے ہیں۔ حماد ماضی تھا اور ماضی بھلانا پڑتا ہے۔'' دل پر پتھر رکھے بیٹی کی خاطر وہ اپنوں کے متعلق کہہ رہی تھیں۔



ریان خوش شکل و خوش مزاج شخص تھا وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور سب سے بہترین بات یہ تھی کہ وہ یوسف صاحب کی بڑی بہن کا بیٹا تھا۔ ان کی بہن نے فون کر کے گھر رشتہ لانے کی اجازت چاہی تھی اور انہوں نے اپنی جلد باز طبیعت کے باعث تمام تکلفات و روایات بالائے طاق رکھ کر فون پر اسی وقت رشتہ منظور کرنے کی خوش خبری دے دی تھی۔ بہن بھی بھائی کے مزاج سے آشنا تھیں کوئی اعتراض نہ کیا اور ان سے ساری بات سن کر مہربانو کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی تو باپ سے خفا ہونے کے باوجود بھی وہ مطمئن ہو گیا۔ ریان جیسا بندہ اس کی بہن کا شریک حیات بننے کے لائق تھا۔ یوسف کی طرح ان کی بہن بھی بے صبری ثابت ہوئی تھیں۔ وہ اسی شام مٹھائی و فروٹ اور منگنی کو انگوٹھی لے کر آ گئیں۔ عمر ملائکہ کے چہرے پر مسرت کے رنگ دیکھ کر خوش تھا۔

''بھائی صاحب! ملائکہ اب میری بیٹی ہو گئی ہے، بہت جلد میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گی۔'' انگوٹھی پہنانے کے بعد وہ اسے لپٹاتے ہوئے محبت سے بولیں۔ اب آپ بھی عمر کے لیے کوئی لڑکی دیکھ لیجیے۔

عمر کے مسکراتے لب سنجیدہ ہو گئے۔ ان کا منہ میٹھا کراتی مہربانو نے کہا۔

''آپی! یہ نیک کام بھی آپ ہی کیجیے، کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں جو عمر کے ساتھ سوٹ کرے؟''

''یہ بات تو عمر سے معلوم کرو۔'' وہ سامنے بیٹھے عمر کو مسکرا کر دیکھ کر بولیں۔

''اس دور میں لڑکے خود اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ لیتے ہیں۔''

''آپ کو تو معلوم ہی ہے یوسف نے کیسی پرورش کی ہے بچوں کی، لڑکی پسند کرنا دور کی بات وہ بات کرنا پسند نہیں کرتے۔'' عمر اٹھ کر چلا گیا یوسف کی طنزیہ نگاہیں اس کی پشت پر دور تک جمی رہیں۔ جبکہ وہ کہہ رہی تھیں۔

''خیر یہ بات تو ہے آپ کے گھر کی مثال تو سارے خاندان میں دی جاتی ہے، تم نے اور یوسف نے اچھی تربیت کی ہے، دیکھو ناں، شادی کی بات سن کر کس طرح عمر چلا گیا ورنہ اس دور کے بچے تو بے شرمی سے خود کرتے ہیں ایسی باتیں۔''

''اب یوسف خود ڈھونڈیں گے عمر کے لیے لڑکی۔''

☆☆☆

بارش اچانک ہی شروع ہوئی تھی۔ دوپہر تک کوئی امکان نہ تھا۔ عارف گھر کی طرف رواں دواں تھے جب ان کی نگاہ سڑک کے ایک سائیڈ کھڑی کار اور کار میں بیٹھے شخص پر پڑی، وہ رک گئے۔

''السلام علیکم یوسف بھائی۔'' وہ کار سے نکل کر ان کی طرف بڑھے۔

''وعلیکم السلام! تم......عارف میاں ہی ہونا؟'' وہ کار سے نکل کر انہیں پہچانتے ہوئے پرشفقت لہجے میں گویا ہوئے۔

''جی ہاں میں عارف ہوں، کار خراب ہوگئی ہے کیا؟''

''ہاں، گھر سے نکلتے وقت تو ٹھیک ٹھاک تھی، راستے میں بگڑ گئی۔ بیٹے کو فون کر رہا ہوں تو سگنلز ہی غائب ہو گئے ہیں۔'' موٹی موٹی بوندیں دونوں کو ہلکا ہلکا بھگو رہی تھیں۔

''یہ موسم کی وجہ سے پرابلم ہو رہی ہے، آپ میرے گھر چلیں، قریب ہی ہے میں ورکشاپ فون کر کے کسی مکینک کو بلوا کر گاڑی ٹھیک کروادوں گا، آپ اتنے میں یہ ٹائم میرے غریب خانے پر گزاریں۔'' یوسف صاحب نے کچھ تکلف سے کام لیا مگر عارف کے خلوص بھرے اصرار پر ان کے ہمراہ گھر چلے آئے تھے۔

آصف سے ان کی دوستی ایک پارٹی میں ہوئی تھی اور وہ بہت جلد گہرے دوست بن گئے تھے۔ آصف کے توسط سے عارف سے بھی ان کی ہیلو ہائے ہوتی تھی۔ شادی کے بندھن میں بندھنے کے باوجود ان کی دوستی میں سرمو فرق نہ آیا تھا، اور ان کے گھرانے بھی آپس میں میل ملاپ رکھتے تھے۔

اس دوستی کو اس وقت زوال آیا جب آصف اس دنیا کو چھوڑ گئے پہلے پہل تو وہ عارف کی دل جوئی کرنے آتے رہے عمر کے ہم عمر حماد کو سینے سے لگائے رکھتے تھے، اس دوران ان کا ٹرانسفر سرگودھا ہوا تو وہ مجبوراً ان

سے دور ہوئے تھے اور پھر وقت کی چلن کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی میں ایسے مگن ہوئے کہ کراچی آنے کے بعد بھی وہ اس طرف کا رخ نہ کر سکے۔

بارش کھل کر برس رہی تھی۔

ان کے دل پر آصف کے جوان بیٹے کی موت کا سن کر ایک بوجھ سا آ گرا تھا، کئی لمحوں تک وہ ایک لفظ نہ بول سکے تھے، ایسا کبھی ہوتا ہے لفظوں کی قطاریں سامنے مودب کھڑی ہو جاتی ہیں لیکن زبان ساکت رہ جاتی ہے، عارف اور رضوانہ جو دکھوں کے بوجھ اٹھائے تھک گئے تھے ایک ہمدرد و غم گسار کو دیکھ کر ہر دکھ بتاتے چلے گئے۔ وہ بھی بظاہر تو چٹان لگتے تھے مگر تھے تو انسان ہی، ان کے دکھ پر آنکھیں نم ہونے سے نہ بچا سکے تھے۔

وہ بے حد سنجیدہ پر خلوص سی لڑکی جس نے بڑی نفاست سے ان کے آگے لوازمات سے ٹیبل بھر دی تھی جس کی آنکھوں میں اداسی تھی تو سادہ چہرے پر کھنڈروں جیسی ویرانی تھی، اتنی کم عمری میں ایسی سادگی و وقار اس دور کی لڑکیوں میں کہاں تھا۔

''بارش کا زور کم ہوا ہے گھر والے بھی پریشان ہو رہے ہوں گے، عارف مجھے اجازت دو اب۔'' وہ کھڑکی سے باہر گرتی بوندوں کو دیکھتے ہوئے اجازت طلب کرنے لگے۔

''کچھ دیر اور رک جائیں بھائی صاحب، مدتوں بعد کسی اپنے کا ساتھ نصیب ہوا ہے، آپ کی سنگت میں بڑی راحت ملی ہے۔'' عارف کے ہر لفظ سے سچائی جھلک رہی تھی۔

''بے فکر رہو، بہت جلد مہربانو اور ملائکہ کو لے کر آؤں گا۔''



''قسمت تو اللہ ہی بناتا ہے اور ہمارا ایمان یہی ہے ہر کام اس کے حکم پر ہوتا ہے اور اس کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی بہتری چھپی ہوتی ہے، لیکن سچ بات تو یہ ہے آصف بھائی کے بعد ان کے جوان بیٹے کی موت اور وہ بھی شادی سے ایک ہفتہ قبل بڑا المیہ ہے۔ عارف اور رضوانہ بھابی پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی ہے۔'' ان کی باتیں سن کر مہربانو افسردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''ان کا دکھ ایک طرف مجھے سب سے زیادہ اس بچی پر ترس آ رہا ہے، کتنی معصوم و بھولی لگ رہی تھی وہ، کم سنی میں ہی بردباری و وقار اس بچی کے وجود کا حصہ بن گیا ہے۔ دل موہ لینے والی صورت ہے بہت شریف و باحیا لڑکی ہے۔'' وہ تصور کی آنکھ سے مائدہ کو دیکھ رہے تھے خاصے متاثر ہوئے تھے کئی گھنٹے وہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہی تھی۔

خوب صورت حزن آمیز حسن...... خاموشی سے سر جھکائے گھر کے کاموں میں مصروف...... کم گو، فرماں بردار، بااخلاق و سگھڑ، ایسی بہو وہ چاہتے تھے۔

''ارے آپ نے اتنی عجلت میں اس لڑکی کو بہو بنانے کا فیصلہ بھی کرلیا پہلے عمر سے اس کی مرضی معلوم کرلیں۔'' وہ بیٹے کا مزاج جانتے ہوئے آہستگی سے بولیں۔

''پوچھ لو اس سے بھی میں نے کب روکا ہے۔ مگر فیصلہ میرا ہی چلے گا، عمر کو سمجھا دینا اور سنو......'' وہ نرم لہجے میں کچھ سوچ کر مخاطب ہوئے۔

''مائدہ کی شادی ہونے والی تھی، اس کا کزن کس طرح ہلاک ہوا یہ کچھ بھی نہیں بتانا عمر کو......'' وہ شاید نہیں مانے گا۔

''یہ غلط ہے، بات کہاں چھپتی ہے ایک دن حقیقت سامنے آجاتی ہے، اگر کسی طرح پتہ چل گیا عمر کو پھر بسا ہوا گھر خراب ہوگا۔'' ان کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا، تم ابھی جا کر عمر سے بات کرو، ہم کل چل رہے ہیں راستے سے ہی انگوٹھی مٹھائی وغیرہ خرید لیں گے۔''

''پہلے آپ ان سے ذکر تو کریں وہ رشتہ پسند کریں تو ہی اس طرح انگوٹھی لے کر جانا اچھا بھی لگے گا اور ......'' وہ آہستگی سے رک رک کر گویا ہوئیں۔

''عمر کی مرضی بھی معلوم ہو جائے پھر ہی انگوٹھی و مٹھائی اچھی لگے گی۔''

''عمر کبھی میرے فیصلے سے سرتابی کی جرأت کر نہیں سکتا ہے اور رہا سوال عارف سے بات کرنے کا تو وہ میری بات پر خوش ہو کر فوراً ہی بات پکی کر دے گا۔'' ان کا یقین قابل دید تھا۔

''جاتی ہوں عمر کے پاس بتاتی ہوں اسے۔'' وہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے بلاتمہید عمر کو سب بتا دیا تھا۔

''پاپا کب تک ہمیں اپنی محکوم رعایا سمجھتے رہیں گے مما۔'' وہ گہرا سانس لے کر ڈھیلے انداز میں بیٹھ گیا۔

''زبردستی نہیں ہے بیٹا!'' وہ گھبرائی۔

''پاپا سے کہیے گا وہ زبردستی کرنے کا سوچیں بھی نہیں، ان کی پسند کی ہوئی لڑکی مجھے کبھی پسند نہیں آئے گی۔''

''اپنے پاپا سے اس طرح متنفر مت ہو بیٹا! میں مانتی ہوں انہوں نے ہر فیصلے میں ہمیشہ جلد بازی کی ہے مگر بیٹا وہ حق پر ہوتے ہیں، ان کا مزاج کڑوا سہی مگر......نیت اچھی ہوتی ہے وہ دل کے برے نہیں ہیں۔''

''دل کون دیکھتا ہے مما! سب زبان ہی دیکھتے ہیں۔''

''ہمیں دوسروں سے کیا سروکار، گھر کی فضا کو خوشگوار رکھنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی اچھی باتیں یاد رکھنی ہوں گی، ان تمام باتوں کی کڑواہٹوں کو بھلا کر جو ہمارے درمیان فاصلے بڑھاتی ہیں۔'' وہ اس کے قریب

بیٹھی ہولے ہولے شانہ تھپکتی رہی تھیں، اپنے نرم وشیریں انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔ دل تو اس کا بھی بے حد گداز تھا، شائستگی ووقار اس کی شخصیت سے جھلکتا تھا۔ حال ہی میں اس کے رویے میں بیگانگی وگستاخی جو در آئی تھی، اس کا سبب یوسف صاحب کی ہٹ دھرم طبیعت اور جائز وناجائز بات منوانے کی حاکمانہ طبیعت کے باعث آئی تھی۔

''مما! آپ کی خاطر میں جان دینے کو بھی تیار ہوں، مگر پاپا کی چوائس قبول کرنا کسی آگ کے جلتے کنویں میں چھلانگ لگانا ہے میرا دل نہیں مان رہا، پاپا کی نیچر سے میں واقف ہوں۔''



وہ یک ٹک ماں کو دیکھ رہی تھیں جنہوں نے گویا اس کی سماعتوں میں صور پھونک ڈالا ہو، قیامت آگئی ہو اور اس کی ذات ریزہ ریزہ بکھر گئی تھی۔ پھٹی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''مائدہ! اس طرح کیا دیکھ رہی ہو میری بیٹی، میں نے کوئی انہونی بات نہیں کی، کب تک تم اس گھر میں رہو گی؟'' انہوں نے قریب جا کر اسے لپٹانا چاہا اور وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

''ایدھی ہوم چھوڑ آئیں مجھے، میرے لیے اس گھر میں جگہ نہیں ہے تو۔''

''کیوں میرے دل کو گھائل کر دیتی ہو بیٹی۔''

''مت کہیں مجھے بیٹی مر گئی میں اور میری لاش کو دلہن بنا کر آپ کس کی سیج سجانا چاہتی ہیں، کوئی ماں ایسا کر سکتی ہے؟'' وہ کسی طوفان کی مانند بپھر رہی تھی۔

''میں تمہارے دل پر گزرنے والے دکھ وتکلیف کو سمجھتی ہوں بیٹی، کیونکہ میں نے بھی ایک اذیت کا دریا عبور کر کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ حماد کو میں نے بھی بچپن سے بیٹے اور داماد کے روپ میں دیکھا تھا۔'' حماد کے نام پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''عارف کو اور مجھے کبھی پھر بیٹے کی چاہ نہیں ہوئی، ہم شکر کرتے تھے اللہ نے بیٹا اور بیٹی عطا کی ہیں زندگی کی ہر کمی پوری کر دی ہے آہ......! کیا معلوم تھا ایسا وقت بھی آئے گا وہ پھولوں سے سجی گاڑی میں آنے کے بجائے چار کاندھوں پر روانہ ہو جائے گا۔'' آہ وفغاں کا ایک حشر وہاں اٹھ گیا تھا، دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں اور دیر تک روتی رہیں، عارف نے آکر ان کو دلاسہ دیا۔

''جانے والے چلے گئے اب آنسو بہانا انکو تکلیف دینے کے مترادف ہے بیٹا! غم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ایک وقت بہت چھوٹا لگتا ہے، جب آصف بھائی کا انتقال ہوا مجھے لگا، میں اب ان کے بغیر جی نہیں پاؤں گا، بہت جلد مر جاؤں گا اور دیکھو آج تک زندہ بیٹھا ہوں، چھ ماہ قبل اپنوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا ہے پھر بھی سانسیں لے رہا ہوں۔'' مائدہ سسکیاں لے رہی تھی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے کمزور لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

''میرے سمجھانے کا مقصد یہ ہے مائدہ! یہ دنیا کا چلن ہے کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا، البتہ جدائی کا گھاؤ آسانی سے نہیں بھرتا۔ اس زخم کو بھرنے میں وقت لگتا ہے اور ساری بات تو یہ ہے اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے کب بلاوا آجائے معلوم نہیں، اپنی زندگی میں ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' ان کا لہجہ گھٹا گھٹا سا تھا۔ وہ کبھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے، کبھی پہلو بدلتے اور کبھی نگاہ بیوی کی طرف ڈالتے جو ان کی باتوں پر تائید میں گردن ہلا رہی تھیں۔

''بابا! آپ مجھے گلہ دبا کر ماردیں، سمندر میں غرک کر آئیں، میں اف نہیں کروں گی مگر میں شادی نہیں کروں گی۔''

''وہ زمانہ بیت گیا میری بیٹی! جب لوگ بیٹیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے، اب تو میرے آقا محمدﷺ کا زمانہ کا ہے جس میں بیٹیوں کو رحمت کہہ کر پکارا گیا ہے، میں جاہل نہیں ہوں، میں تمہیں عزت و شان کے ساتھ گھر سے رخصت کرنا چاہتا ہوں بیٹی، عارف نے اپنے بیٹے عمر کا رشتہ مانگا ہے، عمر ایک لائق فائق، قابل ہونہار لڑکا ہے، اس کے ساتھ تم خوش رہوگی۔'' وہ اس کے آنسو صاف کررہے تھے۔

''حماد کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا، مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔'' اس کے لہجے میں دکھ بھری ضد تھی۔ وقت بھی کئی روپ بدلتا ہے، کل تک اس کا باپ کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات کرنا محال تھا اور آج وہ سر اٹھائے ان سے کہہ رہی تھی، وہ خود بھی بکھرے ہوئے تھے اور اس کی دلی حالت کا بھی ان کو اندازہ تھا۔ نرمی اور شفقت سے سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہ مانی تو انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر اس کے قدموں میں رکھ دی......



یوسف عمر کے مسلسل انکار کو کسی خاطر میں نہ لائے تھے، دوسرے دن بیوی اور بیٹی کے ہمراہ جاکر نہ صرف بات پکی کی، ساتھ ساتھ ہی ڈیٹ بھی فکس کر آئے تھے اور بہن کو بھی ملائکہ کی شادی کی ڈیٹ دے دی تھی اور بے حد سیاست سے یہ سب کیا تھا۔ عمر نے مارے اشتعال و ناپسندیدگی کے گھر سر پر اٹھالیا تھا۔ وہ مائدہ سے رشتہ ختم کرنے کے درپے تھا یوسف نے صاف کہہ دیا جو ہونا تھا ہوگیا اگر تم اس لڑکی سے تعلق ختم کروگے تو پہلے اپنی بہن کا بھی خیال رکھنا، تمہاری کرنی کا پھل تمہاری بہن کو بھرنا پڑے گا اور بہت کچھ وہ کہہ گئے تھے۔

''مائدہ بے حد سلجھی ہوئی نیک و اچھی لڑکی ہے بیٹا، آپ کی اور اس کی جوڑی بہت خوب صورت لگے گی، پہلی نظر میں ہی پسند آئی ہے واقعی وہ لڑکی اس گھر کی بہو بننے کے لائق ہے۔''

''بھائی! رئیلی وہ بہت پریٹی اور نائس ہیں، اب آپ غصہ تھوک دیں، پہلے تو ہم بھی بابا کی چوائس سے خائف تھے، مگر مائدہ بھابی کو دیکھ کر بابا کے انتخاب پر دنگ رہ گئے۔'' ملائکہ نے بھی سچے لہجے میں تعریف کی تھی۔

''مما آپ اور ملائکہ بابا کا ساتھ دے رہی ہیں ناں؟''

''اس میں آپ کی بھلائی ہے آپ ایک نظر مائدہ کو دیکھیں تو ملائکہ موبائل میں کئی تصویریں لائی ہے۔''

''مجھے نہیں دیکھنا، جو دل چاہے کریں۔'' وہ وہاں سے چلا گیا۔

''مما! پریشان مت ہوں، چند دنوں کی بات ہے، شادی کے بعد دیکھئے گا پروانے کی مانند ان کے آگے پیچھے گھومیں گے۔'' ملائکہ نے ماں کو پریشان ہوتے دیکھ کر تسلی دی۔

''ہوں......دعا کریں عمر کا دل موم ہو جائے۔'' وہ فکرمند تھیں۔



جب انسان کچھ پالیتا ہے تو کچھ بھی دیتا ہے، پانے کی سرشاری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے اور کھو دینے کا ملال وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ اس نے پائے بغیر کھویا تھا۔ محبوب سے بچھڑنے کا دکھ، ادھوری محبت کا سوگ کم بھی نہ ہوا تھا کہ اسے والدین کی خواہشوں کی سولی چڑھنا پڑا تھا اور اس نے باپ کے شملے کی لاج رکھنے کی خاطر خود کو پتھر بنالیا تھا۔ عمر کی ماں، بہن نے پہلی بار اسے دیکھا اور گرویدہ ہوگئی تھیں، اس نے خاموشی کے پردے میں اپنی ناپسندیدگی چھپالی تھی، چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا، عمر کی فیملی کی آمدورفت ہر دوسرے تیسرے دن ہو رہی تھی۔ پہلے انہوں نے اسے شادی کی شاپنگ اپنی پسند سے کرنے کے لیے ساتھ لے جانا چاہا اس کے انکار پر برا مانے بغیر وہ جیولری سیٹ، شرارے تو کبھی سینڈل، کھسے و چپل وغیرہ دکھانے اس کی پسند معلوم کرنے آتی تھیں اور ان کی موجودگی میں وہ امی کو بے حد سراسیمہ و ہراساں دیکھتی وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے التجا کرتیں، اشارے کرتیں وہ ہر چیز پر پسندیدگی کا اظہار کردے، وہ اس سے خوف زدہ تھیں کہ کہیں ان پر اس کی ناپسندیدگی ظاہر نہ ہو جائے، باہر لوگوں نے اس کو منحوس کہنا شروع کر دیا تھا، کوئی آسانی سے اس کا ہاتھ تھامنے والا نہ تھا۔ عمر کا رشتہ ان کی توقعات سے بڑھ کر تھا۔ انہوں نے سب بھول کر مائدہ کو راضی کیا تھا کہ آج وہ حماد کی یادوں کے ہجوم میں گھری ہے اور کل جب یادوں کی آنچ بجھتے بجھتے سرد ہوگی تو تنہائی میں اسے سہارے کی ضرورت ہوگی، تب وہ ماں باپ کی دور اندیشی کو سمجھے گی اور اپنے اس رویے پر نادم ہوگی۔

وقت کسی کے لیے نہیں ٹھہرتا ہے اس کا کام دوڑنا ہے اور یہ دوڑتا رہتا ہے، اس کے نصب میں سہاگن ہونا لکھا جا چکا تھا، سو وہ برستی آنکھوں اور تڑپتے دل کے ساتھ نکاح نامے پر سائن کر کے عمر یوسف کی ہوگئی تھی، وہاں دوسرے لوگوں کے ہمراہ موجود عارف اور رضوانہ نے تشکر بھری سانس لی تھی۔ ایک خوف اس کے انکار کا کسی بوجھ کی طرح سینے سے ہٹا تھا، مبارک سلامت کا شور تھا، لمبے گھونگھٹ میں وہ خاموشی سے رو رہی تھی، حماد کی مہک اسے قریب محسوس ہو رہی تھی، وہ شاید اس سے شکوہ کر رہا تھا۔ اتنی جلدی اسے بھلا کر کسی اور کی ہونے پر، ساتھ جینے، ساتھ مرنے کی قسمیں کھانے والی، آج کسی اور کی ہوگئی تھی وہ رو رہا تھا، چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے، سرخ آنسو، وہ بے ہوش ہوگئی۔ دلہن بے ہوش ہوگئی، دلہن بے ہوش ہوگئی کی صدائیں شادی ہال کے ڈریسنگ روم میں پھیل گئی

تھی کوئی جوس لے کر دوڑا تو کوئی پانی، اس نے آنکھیں کھولیں تو مہربانو جو اسے سہارا دیے بیٹھی تھیں گویا ہوئیں۔

''دیکھا میں نہ کہتی تھی نظر لگی ہے میری بہو کو، بھابی میں صدقہ کرنے جا رہی ہوں اور منع کر دوں گی کوئی اس طرف نہ آئے، آپ کچھ دیر آرام کروائیں پھر رسموں اور رخصتی میں تھک جائے گی مائدہ۔'' مہربانو کہہ کر وہاں سے چلی گئیں اور رضوانہ نے بڑھ کر دروازہ لاک کیا اور مائدہ کے پاس آ گئیں۔

پنک و میرون کنٹراسٹ لہنگا سوٹ میں اس کے سوگوار حسن پر ٹوٹ کر روپ چڑھ رہا تھا، وہ نظریں چرا گئیں تاب ہی نہ تھی نظر بھر کر دیکھنے کی۔

''مجھے اور عارف کو فخر ہے بیٹی تم پر، ہمارا کہا مان کر ہماری عزت رکھی ہے آج سے تم ہمارے لیے پرائی ہو گئی ہو۔'' آواز بھرا گئی۔

''ماں کی تربیت بیٹیوں کے سسرال میں دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں وہاں بھی سرخرو رکھنا اور عمر تمہارا مجازی خدا ہے اس کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہ دینا اور نہ ہی حماد کا نام تمہارے منہ پر آئے غلطی سے بھی ماضی کا ایک لفظ نہ کہنا مرد کچھ بھی کرتے رہے ہوں وہ اپنی شریک حیات پر کسی دوسرے مرد کی پرچھائیں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔'' وہ قریب بیٹھ کر اسے دھیمے لہجے میں سمجھانے لگی تھیں۔

''حماد کا نام، اس کی یادیں، اس کی باتیں میں کبھی نہیں بھول سکتی، نہ ہی میں عمر سے کچھ چھپانے والی ہوں۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''پاگل مت بنو مائدہ!'' باہر سے دستک ہونے لگی تھی۔

''رات ہی وہ تمہیں کاغذ تھما کر نکال باہر کرے گا، لوگوں نے پہلے ہی نحوست کا لیبل تم پر لگا دیا ہے اب کیا......'' وہ دانستہ چپ ہو گئیں۔ دروازے پر دستک جاری تھی۔

''کل حماد مر گیا تھا، آج میں مر گئی ہوں، میرا آپ اور بابا سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے، مجھ سے ملنے مت آیئے گا وہاں۔''



''تھوڑا سا مسکرا تو دو یار! ایسا لگ رہا ہے تمہیں یہاں مار کر لایا گیا ہے۔ مانا کہ دلہا بن کر کچھ زیادہ ہی خوبرو لگ رہے ہو۔'' اسے بے زار اور بالکل سنجیدہ دیکھ کر قریب بیٹھے معاذ نے سرگوشی کی۔

اس نے باپ کے چہرے پر پہلی بار بے تحاشا خوشی اور مسکراہٹیں دیکھی تھیں وہ مہمانوں سے خندہ پیشانی سے پیش آ رہے تھے، کئی بار ان کے قہقہے بھی گونجے تھے اور اسے لگ رہا تھا یہ سب وہ اس کی شکست اور اپنی فتح پر جشن منا رہے ہوں۔

''عمر! کیا ہوا...... کیوں اس قدر بے چین لگ رہے ہو؟ وہ دیکھ رہا تھا ملائکہ اور مہربانو دیگر خواتین کے

ہمراہ دلہن کو اسٹیج کی طرف لا رہی تھیں اور عمر کا چہرہ متغیر ہوتا جا رہا تھا۔''

''باہر چلو میرے ساتھ'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہال سے باہر آ گیا تھا۔ وہاں آ کر اس نے گہرے سانس لیے تھے۔

''عمر! تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے...... کیا ہوا؟''

''پاپا کو دیکھا تم نے کس طرح وہ اپنی کامیاب پر خوش ہیں؟'' وہ اضطرابی انداز میں بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا بولا۔

''ایسے موقع پر سب باپ اس طرح ہی خوش ہوتے ہیں۔''

''نہیں...... وہ بیٹے کی خوشی پر خوش ہوتے ہوں گے میرے پاپا اپنی پسند کی لڑکی کو مجھ پر مسلط کرنے اور چاندنی کو مجھ سے جدا کرنے پر خوش ہیں۔'' وہ بلا کا بدگمان و متنفر ہو رہا تھا۔

''فار گارڈ سیک عمر! آج کے اس حسین دن میں ایسی باتیں مت کرو، انکل نے تمہاری بہترین لائف کے لیے یہ سب کیا ہے، محبت کرتے ہیں تم سے اور تم آج بھی اس عورت کا نام لے رہے ہو جو بھاگ گئی تھی۔''

''بھاگ نہیں گئی، انہیں بھاگنے پر مجبور کیا گیا ہے میرا دل کہتا ہے۔''

''شٹ یار! اس لڑکی کا سوچو، جو تمہارے نام سے کچھ دیر بعد تمہارے گھر میں داخل ہو گی، تم اس کا استقبال ان ہی باتوں سے کرو گے؟''

''وہ میرے گھر میں آ رہی ہے، میرے دل میں نہیں، اس کی جگہ دل میں نہیں ہے۔'' وہ کاٹ دار انداز میں کہتا ہوا واپسی ہال کی طرف چلا گیا۔

دوسرے ہال سے نکلتی چاندنی اور فردوس نے حیرانی سے کچھ فاصلے پر کھڑے عمر کو دیکھا تھا، دیدہ زیب شیروانی سوٹ میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا، اس کے گیٹ اپ سے لگ رہا تھا وہ دلہا ہے، وہ اردگرد سے بے خبر اپنے ساتھی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ چاندنی کی آنکھوں میں لمحے بھر کو اندھیرا چھا گیا تھا۔

''چلو چاندنی! یقیناً وہ بڈھا بھی یہیں ہوگا، اگر اس نے دیکھ لیا تو...... خیر نہیں ہے ہماری۔'' عمر کے اندر جانے کے بعد فردوس نے وہاں سے گزرتے ہوئے مہمان سے کنفرم کر لیا تھا کہ آج عمر کی شادی ہے، وہ گم صم چاندنی کا ہاتھ تھام کر بولتی ہوئی ٹیکسی میں بیٹھ گئی تھیں۔



یوسف صاحب نے ڈھیروں نوٹ دلہن اور دلہا پر سے وار کر ملازمین میں تقسیم کروائے تھے۔ خلاف عادت وہ چہک رہے تھے۔ مہمان ان کی خوشی کے ساتھ ساتھ دلہن کے قریب بیٹھے عمر کی ازحد سنجیدگی کو بھی محسوس کر رہے تھے۔ اس کے انداز میں موجود بیگانگی و لاتعلقی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ رسموں کے دوران بھی اس نے ایسی لاتعلقی

کا مظاہرہ کیا تھا خواتین میں چہ مگوئیاں ہونے لگی۔

''عمر کی بیگانگی بتا رہی ہے لڑکی اس کی پسند کی نہیں ہے۔''

''اس دور میں بھی کوئی بیٹوں کی پسند کے بنا شادی کرتا ہے؟''

''لڑکی تو گھونگھٹ میں چھپا چاند ہے۔''

''ارے آپی! خوب صورتی ایک طرف......مگر سہاگن وہ ہو پیا من بھائے۔'' یہ سرگوشیاں گھر والوں کی سماعتوں سے مخفی نہ رہ سکیں۔ یوسف نے ایک نگاہ قہر آلود عمر پر ڈالی جو موبائل کان سے لگائے وہاں سے لان کی طرف جا رہا تھا پھر وہ مہربانو کی طرف چلے آئے جو چائے بنوانے کے بہانے سے وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف آئی تھیں۔

''اچھا بدلہ لیا ہے تمہارے بیٹے نے۔'' وہ قریب آ کر غرائے۔

''ہمارا اور اس بچی کا تماشہ بنوا کر سارا حساب بے باک کر ڈالا۔''

''پلیز، آہستہ بولیں مہمانوں تک آواز جائے گی۔'' کچھ دیر قبل خوشی سے تمتماتا ہوا چہرہ اداسیوں میں گھر گیا تھا۔

''مہمان سب سمجھ گئے ہیں لوگوں کو کسی کی کیا پرواہ ہوتی ہے، وہ ایسے موقعوں کی تو چاہ کرتے ہیں، میرے گھر بیٹھ کر میرے ہی خلاف لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع صاحب زادے نے دیا ہے، برسوں کی عزت لمحوں میں خاک میں ملا دی ہے، دلہن کو کمرے میں پہنچاؤ تا کہ یہ لوگ فارغ ہوں یہاں سے۔''

☆☆☆

اس کو شور و غل، چھیڑ چھاڑ، ہنسی و قہقہے ذرا نہیں بھا رہے تھے، وہ مما کی منت و سماجت کے بعد بہت سمٹ کر اس لڑکی کے پاس بیٹھا تھا جو سر جھکائے گھونگھٹ میں بیٹھی تھی۔ خوب صورت مہندی و چوڑیوں سے سجے گود میں دھرے ہاتھ بتا رہے تھے دلکش حسن کی ملکہ ہے، مگر دل کا کیا کیا جائے، جو کسی گدھی پر آ جائے تو پری بھی پانی بھرتی نظر آتی ہے سو اس کے دل میں نہ کوئی جذبہ بیدار ہوا اور نہ ہی کسی معطر خیال نے جگہ بنائی اور ابھی وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ سیل فون بج اٹھا اور اسکرین پر ایک مانوس نمبر دیکھ کر وہ چونکا اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے لان کے اس حصے کی طرف چلا آیا جو پرسکون تھا، اس اثناء میں لائن ڈسکنکٹ ہو چکی تھی۔

اس کے اندر ایک جوش و جنون نے انگڑائی بھر دی اور وہ نمبر پش کرنے لگا، ایک دو، تین، چار اور متعدد بار کال کرنے کے بعد بھی دوسری طرف سے کال ریسیو نہیں کی گئی تھی، وہ جھنجلا کر رہ گیا۔

''تم یہاں ہو......اندر بلایا جا رہا ہے تمہیں'' معاذ اسے ڈھونڈتا ہوا اس طرف آ کر بولا اس کے دیگر کزنز و دوست اس کے سرد و بیگانہ رویے کے باعث اس سے دور دور تھے۔

''کیوں؟'' وہ موبائل جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

''آج تمہاری شادی ہوئی ہے، بھابی صاحبہ کمرے میں تمہارا انتظار کررہی ہیں، اتنی رات ہوگئی ہے اور کتنا انتظار کرواؤ گے ان کو۔''

''ساری زندگی وہ صرف انتظار ہی کرے گی۔'' وہ طنز سے مسکرایا۔

''کیا دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا..... کیسی باتیں کررہے ہو تم؟'' معاذ کو اس کی آنکھوں میں سفاکی و لہجے میں درندگی محسوس ہوئی تھی۔

''دیکھو میرے بھائی، جو ہونا تھا وہ ہوگیا، انکل کے رویوں کی سزا ان کو کیوں دینا چاہتے ہو جو تمہاری خاطر سب کو چھوڑ کر آئی ہیں۔'' جواباً وہ چپ چاپ اس کے ہمراہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

مہکتے ہوئے سُرخ گلابوں اور موتیاں کے پھولوں سے کمرہ مہک رہا تھا، مہربانو اپنی نند (ملائکہ کی ساس) کے ہمراہ اسے بیڈ پر بٹھا کر ساتھ ہی آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں، دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی تھی۔ بیڈ کی چاروں طرف گلاب وموتیا کی لڑیاں تھیں، وہ خالی خالی نظروں سے ان پھولوں کو دیکھ رہی تھی، جیسے وہ اس کے لیے نہیں کسی اور کے لیے سجی ہوں، شادی ہال سے اس گھر تک کا سفر اس نے بے حس وحرکت ذہن کے ساتھ کیا تھا، کوئی کیا کہہ رہا ہے؟ اسے پسند کیا گیا، یا نہیں، اسے خبر نہ تھی اور اس اجنبی کمرے کے ماحول نے اس کی بے حسی ختم کردی تھی۔

''اس جگہ پر آنے کے خواب تو میں نے حماد کے ساتھ دیکھے گے، تعبیر کسی اور شخص کے ساتھ مل رہی تھی، وہ جس کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ چند دنوں میں ہی وہ مجھے اس جگہ پر لے آیا جس جگہ کی تمنا کرتا ہوا حماد ابدی نیند سوگیا، میں حماد تمہیں نہیں بھلا سکتی، نہ بھلا سکوں گی۔ پھر عمر کے ساتھ میں کس طرح ...... امی نے بھی تو اپنی قسموں کی زنجیر میرے قدموں میں ڈال کر منہ پر مہر لگادی ہے، کیا کروں؟ کس طرح عمر کو بتاؤں، میں اس کے ساتھ منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی، میں حماد سے محبت کرتی ہوں، عمر کو محبت کا دھوکہ نہیں دے سکتی۔'' معاً دروازہ کھلا اور بند ہوا تھا، بھاری قدموں کی آواز اس کی طرف تھی۔ وہ ایک دم سمٹ گئی، سر جھک گیا، دل تیزی سے دھڑکنے لگا

''لوگوں کی زندگی میں یہ رات بڑی خوشیوں اور مرادوں والی آتی ہے، اگر تمہاری جگہ چاندنی ہوتی تو میں بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا اور اس رات کی تمام خوب صورتی و پراسراریت کو اپنے نام کرلیتا، آہ...... تم میری نہیں پاپا کی پسند بن کر آئی ہو، تم میرے لیے آج بھی ناپسندیدہ ہو اور ہمیشہ رہو گی، اب سب جاننے کے بعد بھی تم یہاں رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو، لیکن مجھ سے کسی قسم کی سپورٹ کی توقع نہ رکھنا۔'' اس نے بیڈ کے کنارے کھڑے ہوکر بھاری لہجے میں ایک ایک لفظ جما کر کہا تھا، بے حد کٹھور اور پتھریلا لہجہ تھا، اس کا، ایک نگاہ اس پر نہ ڈالی تھی۔ مائدہ

کے اندر سکون در سکون اترنے لگا، دل نارمل انداز میں دھڑکنے لگا، تکلیف کا پہاڑ تھا جو اس کے وجود سے سرک گیا تھا۔

وہ کہہ کر سائیڈ روم میں چلا گیا اور مائدہ اطمینان سے زیورات اتارنے لگی وہ باہر آ کر ڈریسنگ کے آگے کھڑا ہو کر بال برش کرنے لگا۔ مائدہ دوپٹہ اور لہنگا سنبھالتی ہوئی سائیڈ روم میں چلی گئی وہ کن انکھوں سے مرر میں دروازے کے پیچھے گم ہوتے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

بڑی شانت ثابت ہوئی تھی یہ لڑکی، نہ روئی، نہ گڑگڑائی، پہلی رات اس بیدردی سے ٹھکرائے جانا کوئی لڑکی برداشت نہیں کرتی نہیں کر سکتی، پھر کیا یہ لڑکی اتنی مضبوط اعصاب کی ہے؟

''اسٹوپڈ......تم یہ کیوں بھول رہے ہو وہ پاپا کی پسندیدہ لڑکی ہے اور پاپا پہلے ہی پرکھ چکے ہیں تب ہی وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ ایک لفظ نہ کہا منہ پر تالا لگائے بیٹھی رہی اور اب کس اطمینان سے چینج کرنے گئی ہے جیسے شادی نہیں کوئی ڈرامہ ہو۔''

''چالاک و مکار لڑکی، پاپا اور تمہاری پلاننگ کس طرح فلاپ کرتا ہوں، تم دیکھنا، دو دن میں بھاگتی دکھائی نہ دو۔'' اس نے کھولتے ذہن کے ساتھ سوچا اور خود لائٹ آف کر کے لیٹ گیا، پھولوں بھری سیج پر وہ چاندنی کے بارے میں سوچنے لگا، اس نے اتنے ٹائم بعد کال کی، مگر بات کیوں نہیں کی؟ عین شادی کی رات کو اس کی کال آنے کا مقصد کیا تھا اور اس کو شادی کا علم کیسے ہوا؟ پھر اب کال ریسیو نہ کرنے کا مقصد کیا؟ محبت کی دبی چنگاری شعلہ بن گئی تھی ابھی بھی وہ بار بار کال کر رہا تھا مگر وہ چینج کر کے آئی تو کمرے میں ڈم لائٹ کی مدھم نیلگوں روشنی میں عجیب سا ماحول تھا وہ بیڈ کی طرف نہیں بڑھی الماری سے رضائی نکال کر بیڈ سے دور نیچے کارپٹ پر سر کے نیچے کشن رکھ کر لیٹ گئی تھی۔



''ممی! ساری رات ہو گئی اب تو عمر کی کال ریسیو کرنے دیں، لگتا ہے وہ اب بھی محبت کرتا ہے تب ہی اتنی حسین رات میں بیوی کو ٹائم دینے کے بجائے مجھے کالز کرتا رہا اور آپ نے ایک کال ریسیو نہ کرنے دی۔'' چاندنی ماں کے ہاتھ سے سیل اچکنے کی سعی کرتی گویا ہوئی۔

''ایک کال بھی تم ریسیو کر لیتیں عمر کی تو وہ سارا چارم ختم ہو جانا تھا، اب دیکھو کس طرح پروانے کی مانند بھاگا بھاگا آ رہا ہے یہاں۔'' وہ موبائل اس کی طرف اچھالتی ہوئی معنی خیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

''عمر آ رہا ہے......!! اسے یہاں کا ایڈریس کس نے دیا؟''

''تم اپنی ماں کو اناڑی سمجھتی ہو، تم روم میں تھیں تب میں نے اسے کال کی اور وہ سب بتا دیا جو تم نے اس کے لیے کیا۔''

''میں نے کیا کیا می! رات میں امجد کے ساتھ تھی پھر......''اس نے اسے خاموش کرا کے تمام پلاننگ سمجھا دی تھی۔

☆☆☆

''صبح وہ کمرے سے کب گیا اُسے معلوم ہی نہ ہو سکا اس کی آنکھ تو مہر بانو کے جگانے سے کھلی تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔''

''مہر بانو ان کے روم کی طرف آرہی تھیں جب انہوں نے تیز قدموں سے عمر کو گیٹ سے نکلتے دیکھا انہوں نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ کھلتا چلا گیا وہ اندر آئیں تو دلہن کو کارپٹ پر سوتا دیکھ کر شاکڈ رہ گئیں۔ مائدہ نے دوپٹہ سر پر رکھتے ہوئے سلام کیا تھا۔''

''جیتی رہو!''انہوں نے پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''آپ یہاں کیوں سوئیں؟''ان کے لہجے میں کھوکھلا پن تھا۔

''آنٹی! نئی جگہ ہے...... مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔''اس نے اپنے ساتھ ان کا بھرم بھی رکھ لیا تھا مہر بانو کو ٹوٹ کر پیار آیا۔ وہ اسے تیار ہونے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

آج ان کا ولیمہ تھا اور ملائکہ کی رخصتی تھی سو بے حد کام تھے وگرنہ ان کا دل تو چاہ رہا تھا وہ اس سے عمر کے رویے کا پوچھیں۔ ناشتے کے بعد دوپہر کے کھانے تک خوب گہما گہمی رہی پھر شام کے بعد ان کو ڈرائیور پارلر ڈراپ کر گیا۔ عمر صبح کا نکلا شام تک نہ آیا تھا۔ یوسف صاحب کو ایک چپ لگ گئی تھی جو سب نے نوٹ کی تھی۔

☆☆☆

''وہ کہتے ہیں نا بیٹا! دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ میں اور چاندنی ہمارے نیبر کی شادی اٹینڈ کر کے آرہے تھے جب اس کی نگاہ آپ پر پڑی اور آپ کو دلہا بنے دیکھ کر اس پر تو بجلی گر گئی، بڑی مشکل سے گھر آئے اور یہاں آکر اسے ہوش ہی نہ رہا، ڈاکٹر کو بلایا، اس نے دوائیں دیتے ہوئے بتایا کہ نروس بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے رہ گیا، بہت گہرا صدمہ لیا ہے کسی بات کا انہوں نے۔'' چاندنی کمبل اوڑھے نڈھال سی پڑی تھی، عمر کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کی طرف اٹھ رہی تھیں، اس کے چہرے پر مسرت تھی۔

''ٹھیک ہو جائے گی اب یہ، میں جو آ گیا ہوں اس کے پاس۔''

''سوری عمر! میری چاندنی کو اب کوئی ایسے خواب نہ دکھاؤ جن کی تعبیر نہ ملے...... یہ پھر سے موت کی سولی پر نا چڑھ جائے۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ آنٹی! میں نے پہلے بھی آپ کو نہیں چھوڑا تھا، آپ خود مجھے انفارم کیے بغیر چلی گئی تھیں۔''

''میں اور چاندنی آپ کے فادر کی دھمکیوں کی وجہ سے گئے تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا، ہم صرف آپ کی وجہ سے وہاں سے آ گئے اور کانٹیکٹ اس لیے نہیں کیا کہ...... آپ کے اور ان کے درمیان کوئی نفرت کا رشتہ قائم نہ ہو۔'' خوب گھما پھرا کر وہ میٹھے لہجے میں یوسف سے بدظن کرتی گئیں۔

''خیر...... ان باتوں کو چھوڑو، کافی بنا کر لاتی ہوں ابھی۔'' وہ تیر نشانے پر دیکھ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

''ہوں...... خفا ہو...... یا نہ بولنے کی قسم کھائی ہے تم نے؟'' فردوس کے جانے کے بعد وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر شوخی سے بولا۔

''آپ کو اس سے کیا؟ آپ جا کر اپنی وائف کے ساتھ لائف انجوائے کیجیے، ہونہہ شادی کے وعدے کسی سے کرتے ہیں اور شادی کسی سے۔'' وہ ہاتھ چھڑا کر روٹھے لہجے میں گویا ہوئی۔

''وائف تو تم ہی میری بنو گی۔'' دوبارہ ہاتھ پکڑا۔

''رئیلی......!'' وہ اس کی طرف دیکھ کر طنز سے مسکرائی۔

''آف کورس! تم فٹافٹ ریڈی ہو جاؤ۔''

''مجھے بہلاؤ مت، بے حد بے وقوف بن چکی ہوں۔''

''میری محبت کی توہین نہیں کرو۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔

''آج ولیمہ ہے تمہارا اور تم مجھ سے کہہ رہے ہو شادی کرو گے۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے شانے سے سر ٹکا کر رونے لگی۔

''میں تمہیں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی عمر، ایک عرصہ میں نے...... تمہارے بن تڑپتے ہوئے کاٹا ہے اور تم ملے بھی تو کسی اور کے ہو کر، کل سے میں یہ سوچ سوچ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی کہ...... تم کسی کے پاس ہو...... کسی کے ساتھ ہو اور میں......''

''ایسا کچھ نہیں ہے میں نے اسے ایک نگاہ نہیں دیکھا ہے۔'' اس نے محبت سے اس کے اشک پونچھتے ہوئے کہا۔

''جھوٹ...... میں کیسے یقین کروں تمہاری ان باتوں کا......؟''

''اگر جھوٹ ہوتا تو میں اس وقت تمہارے پاس نہیں اس کے پاس ہوتا، دیکھ رہی ہو گھر سے کتنی کالز آ رہی ہیں اور میں بہانے کر رہا ہوں۔'' اس نے یقین دلا دیا، پھر وہ سب کی پروا کیے بنا اس کی دل جوئی میں لگا رہا اسے لے کر لانگ ڈرائیو پر نکل گیا، سورج چھپا اور چاند نمودار ہوا پھر اسے یاد آیا آج صرف اس کا ولیمہ ہی نہیں ہے ملائکہ کی رخصتی بھی ہے، بہن کے لیے گھر جانا ہی تھا۔

☆☆☆

ان کی انا اور ذاتی افتخار کا بت آج چکنا چور ہو گیا تھا...... جس بیٹے کو معاشرے کی برائیوں اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے انہوں نے جذبات کو تھپک کر سلا دیا تھا۔ دل مچلتا تھا گول مٹول، سرخ پھولے پھولے گالوں والے عمر کو خوب سینے سے لگائیں، پیار کریں، پشت پر بٹھا کر سیر کروائیں وہ تمام ناز نخرے اٹھائیں جو باپ اپنے بچوں کے اٹھاتے ہیں...... وہ دیکھ رہے تھے اس دور کے نوجوان سب کا احترام و خوف دل سے نکالے معاشرے کو آلودہ کرنے میں مصروف ہیں اور ماحول کو دیکھتے ہوئے انہوں نے دونوں بچوں کو فاصلے پر رکھا اور ان کے قدم قدم کی نگرانی کرتے رہے اور وقت گزرتا گیا۔ ہمارے مذہب میں ہر معاملے میں میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے وہ کب تجاوز کر گئے ان کا احساس ہی نہ ہو سکا تھا۔

ان کے وقار کو پہلی ضرب اس وقت لگی، جب عمر کی پسند کا ان کو پتہ چلا...... وہ ششدر رہ گئے ان سے ایسی کہاں بھول ہوئی تھی جو عمر گندگی کے ڈھیر میں گرنے کو تیار تھا۔ اس قصہ کو ختم کروا کر بہت سوچ سمجھ کر انہوں نے مائدہ سے شادی کرائی کہ صورت و سیرت میں یکتا مائدہ جیسی موہنی بیوی پا کر وہ خوش ہو گا اور ان کے قریب آ جائے گا،، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، یہاں بھی سب ان کی سوچوں کے برعکس ہوا۔ شادی پر بھی اس نے اپنے رویے سے سب پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر دی اور رہی سہی کسر ولیمے میں پوری ہو گئی تھی۔

وہ ولیمے پر آنے والا لاسٹ مہمان تھا۔ کل کے مقابلے میں آج اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک تھی، تھری پیس سوٹ میں ملبوس نک سک سے تیار، ہینڈسم و چارمنگ لگ رہا تھا۔ وہاں موجود عارف اور رضوانہ بھی داماد کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کیونکہ وہ دیر سے آئے تھے اس وجہ سے لوگوں کی باتیں اور چہ مگوئیاں سن نہ سکے تھے جو عمر کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہو رہی تھیں۔

''ارے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں، خاصی رات گزر گئی ہے۔'' مہر بانو نے کروٹ بدلی اور انہیں جاگتے دیکھ کر اٹھ بیٹھیں۔

''اب کبھی بھی میں سکون کی نیند نہ سو سکوں گا مہر۔'' ان کا بارعب لہجہ اس وقت بکھرا ہوا تھا۔

''خیریت تو ہے کیا ہوا کیا ملائکہ کی یاد آ رہی ہے؟ اسے رخصت ہوئے چند گھنٹے ہی ہوئے ہیں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''وہ بیٹی ہے میری، اس کی یاد دل سے جا سکتی ہے۔''

''پھر...... آپ عمر کے رویے کی وجہ سے پریشان ہیں؟''

''ہاں، تم ہی بتاؤ مہر، میں نے اس پر سختی اس لیے کی تھی کہ...... وہ بگڑ نہ جائے، آج کل کے لڑکوں کی طرح بری صحبت میں نہ پڑے، اس کا بھلا ہی چاہا اور اس نے مجھے دشمن سمجھ لیا، کل اور آج تھو تھو کروائی ہے اس نے مجھ پر، ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا شادی عمر کی پسند کی نہیں ہے۔ اس نے شادی کو قبول نہیں کیا۔'' چند قطرے آنسوؤں کے

ان کا چہرہ بھگو گئے تھے۔
"سنبھالیں خود کو یوسف! ٹھیک ہو جائیں گے وہ، ہماری بہو بہ مخلص بہت صابر ہے عمر کا رویہ جلد بدلے گا۔" ان کو پانی دیتے ہوئے وہ سمجھا رہی تھیں۔
"وہ ہمارے ساتھ رہ کر بدل نہیں سکا، کل ملائکہ کا ولیمہ ہے میں پرسوں کی فلائٹ سے اسے گھومنے پھرنے کہیں بھیجتا ہوں۔"

☆☆☆

گزشتہ سب کی طرح آج بھی وہ کارپٹ پر دراز تھی، آج عمر نے کوئی بات نہیں کی تھی، وہ موبائل پر بڑے خوش گوار موڈ میں کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ وہ سمٹی ہوئی رضائی اوڑھے لیٹی تھی، تھکن سے انگ انگ ٹوٹ رہا تھا وہ سونا چاہ رہی تھی مگر ملائکہ کے آنسو اس کی سسکیاں اس کو بے چین کر رہی تھیں، وہ بھائی کو یاد کر کے کتنا روئی تھی، بار بار فون کرنے پر بھی وہ وقت پر نہیں آیا تھا۔
عمر نے آخری وقت اسٹیج پر آ کر اسے گلے لگایا، پیشانی چومی اس وقت رخصتی کا شور مچا اور وہ روتی ہوئی رخصت ہو گئی تھی۔ اسے پہلی بار معلوم ہوا بہن و بھائی کی محبت بے بھی مثال ہوتی ہے۔ اس نے کروٹ لی چوڑیوں کی جھنکار خاموشی میں گنگنا اٹھی وہ چند لمحوں میں خوابوں کی وادی کی سیر کر رہی تھی جہاں حماد اس کا ہاتھ تھامے پرشوق لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"تمہارے ہاتھوں میں چوڑیاں کتنی اچھی لگتی ہیں، تمہارے ہاتھ حسین ہیں یا یہ چوڑیاں ہی اتنی خوب صورت ہیں کہ تمہارے ہاتھ حسین لگ رہے ہیں۔"
"آفٹر آل میرے ہاتھ ہی اتنے خوب صورت ہیں کہ کانچ کی چوڑیاں بھی لشکارے مار رہی ہیں۔" بیڈ پر لیٹے باتیں کرتے عمر نے چونک کر دیکھا تھا، مدھم روشنی میں وہ بے سدھ سوتی دکھائی دے رہی تھی۔
"تم چیٹ کر رہے ہو عمر! تم اپنی بیوی کے ساتھ ہو نا؟" دوسری طرف چاندنی کی شک بھری آواز ابھری۔
"وہ سو رہی ہے..... تم ہر وقت شک مت کیا کرو۔"
"اچھا..... یہ بتاؤ، وہ کیسی لگ رہی تھی آج؟"
"تم سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی تھی۔"
"اس کا مطلب ہے حسین لگ رہی تھی۔" وہ جیلس ہوئی۔
"آئی ڈونٹ نو، اب تم سو جاؤ تمہیں نیند کی ضرورت ہے۔ گڈ نائٹ اینڈ سوئیٹ ڈریمز۔"

☆☆☆

فردوس بیگ میں کپڑے وغیرہ رکھ رہی تھیں چاندنی نے بالوں میں برش کرتے ہوئے مڑ میں ماں کو دیکھتے ہوئے فکر مند لہجے میں کہا۔

''ممی! ہم عمر کے ساتھ کاغان تو جا رہے ہیں پر اس امجد کا کیا ہوگا، عمر کی موجودگی میں، میں اسے جھوٹے وعدوں پر ٹرخا رہی ہوں اگر......''

''اگر مگر کیا، دفع کرو اس چیونٹی بھرے کباب کو چار ماہ سے وعدے پر وعدے کر رہا ہے، بنگلہ اور گاڑی دلانے کا اور دیا کیا اس نے، چند لاکھ روپے اور اس بنگلے کا رینٹ دیتا ہے ابھی عمر کے ہمراہ چلو، امجد کی پروانہ کرو، اس کو میں خود دیکھ لوں گی۔'' وہ ایک کے بعد دوسرا بیگ تیار کرنے لگیں۔

''عمر کے ساتھ وہ بھی ہوگی، عمر بتا رہا تھا وہ بڈھا زبردستی اسے ساتھ بھیج رہا ہے......اس نے ہمیں دیکھ کر بڈھے کو بتا دیا تو......؟''

''تمہیں تو بس، ڈرنا اور ڈرانا ہی آتا ہے، خود سوچو، عمر ہمیں بھی لے کر جا رہا ہے تو اس نے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کیا ہی ہوگا اور میں ہوں تمہارے ساتھ دیکھنا کس طرح دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکتی ہوں اس مائدہ کو۔''



ملائکہ نے خوشی خوشی ان کے بیگ تیار کیے وہ رات ولیمے سے واپسی ان کے ساتھ آ گئی تھی۔ مائدہ بدحواس تھی وہ بار بار مہربانو سے کہہ رہی تھی آنٹی آپ بھی ساتھ چلیں۔

''ارے کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو، بھابی جان، میرے بھائی بہت اچھے ہیں، بے حد خیال رکھیں گے آپ کا، آپ خوشی خوشی جائیں۔''

''ملائکہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا آپ بے فکر ہو کر جائیں۔'' یوسف صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، دعائیں دیں اور پہلی بار وہ ازخود عمر سے گلے ملے تھے اس کی پیشانی چومی تھی۔

وہ شاکڈ رہ گیا......مگر ظاہر نہیں کیا ایئر پورٹ وہ ساتھ آئے تھے، وہ پلین میں داخل ہوا تو فردوس اور چاندنی کو بیٹھے دیکھ کر چہرے پر طمانیت پھیل گئی اور وہ ایئر ہوسٹس کی رہنمائی میں ان سیٹوں کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ بیٹھی تھیں۔

چاندنی نے سیاہ کشمیری کڑھائی والی شال میں نصف ڈھکے چاند چہرے کو دیکھا اور اس کے اندر حاسدانہ آگ بھڑکتی چلی گئی۔

وہ حسن پھولوں کو مات دینے والا حسن تھا۔



اس سرد ماحول کی تمام سرد مہری عمر کے مزاج میں سمٹ آئی تھی۔ ان کی شادی کے ابتدائی دن تھے وہ دونوں ایک دوسرے سے بے پروا اپنی دنیاؤں میں مگن تھے۔ عمر نے کاٹیج لیا اور یہاں آتے ہی بتا دیا وہ اس کی خاطر نہیں چاندنی کی خاطر یہاں آیا ہے، وہ کسی بھی خوش فہمی کو دل میں جگہ نہ دے، اس کا سارا وقت چاندنی کے ساتھ گزرے گا، چاندنی کے لیے اس نے کھل کر محبت و چاہت کا اظہار بھی کیا تھا۔ چاندنی اور اس کی ممی کو وہ سفر کے دوران دیکھ چکی تھی، دونوں نے اس سے ایک لفظ نہ کہا مگر نگاہوں کے تیر اس پر برساتی رہیں۔ پہلے اس کی سیٹ تھی پھر عمر کے برابر چاندنی اور اس کی ممی کی تھی۔ چاندنی عمر کے بازو سے بازو چپکائے باتیں کرتی رہی تھی۔

عمر نے وارننگ دی تھی کہ اس نے پاپا، مما کو کچھ بتانے کی سعی کی تو وہ اسے کھڑے کھڑے طلاق دے کر نکال دے گا۔ اسے کون سی اس کی فکر تھی جو وہ کسی کو بتاتی، وہ اس کی پروا کرنے والی کہاں تھی، اگر امی کی قسمیں درمیان میں نہ ہوتیں تو وہ بھی اسے بتا دیتی، اس تعلق کو جوڑنے کے لیے اس کے ساتھ بھی تو زبردستی کی گئی تھی والدین اپنی محبت کا خراج اسی طرح وصول کرتے ہیں اور بچوں کو منافقت بھری زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں، جیسے وہ چاندنی کے ساتھ تھا، وہ حماد کی یادوں میں گم رہتی تھی۔

''عمر! تم رات تک میرے ساتھ ہوتے تو تمہاری وائف کوئی اعتراض تو کرتی ہوگی...... کچھ تو کہتی ہوگی؟'' وہ ریسٹورنٹ میں ڈنر کے بعد کافی پی رہے تھے تب چاندنی نے پوچھا۔

''نہیں، وہ بہت بے ضرر اپنی دنیا میں گم رہنے والی لڑکی ہے۔''

''اوہ رئیلی! اس کا مطلب ہے تم اس سے امپریس ہونے لگے ہو؟''

''ایک تو تم بات بات پر جیلس بہت ہوتی ہو۔'' وہ خفگی سے بولا۔

''میں جیلس نہیں ہو رہی، میں ڈر جاتی ہوں، وہ تمہاری بیوی ہے کبھی تمہارا دل اس پر آ گیا تو میرا کیا ہوگا...... مرد کے ارادے اور نیت بدلنے میں دیر نہیں لگتی ہے۔'' وہ دل کی بات زبان پر لے آئی۔

''میں ایسا ہوتا تو آج تم میرے ساتھ بیٹھی نہ ہوتیں۔'' اس کا لہجہ محبت کی پھوار سے بھیگا ہوا تھا۔

دیر خاصی ہو گئی تھی عمر اسے کاٹیج کے باہر چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

''تمہیں میری بھوک کا احساس ہی نہیں ہوتا چاندنی کب سے ویٹ کر رہی ہوں۔'' فردوس نے فوراً اس کے ہاتھ سے شاپرز جھپٹے اور برسٹ کا ڈبہ نکال کر دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ چاندنی نے شاپرز بیڈ پر الٹ دیے تھے اور انواع و اقسام کی چیزیں بکھر گئی تھیں۔ فرائڈ مونگ پھلی کے پیکٹس، ڈرائی فروٹ اور دیگر جیولری و سوٹس، پرفیومز کاسمیٹکس تھیں۔

''ایک ویک اینڈ گزر چکا ہے اور تم اس کو شادی کے لیے راضی کرنے کے بجائے ان گفٹس پر ہی اکتفا کر رہی ہو۔'' وہ جلدی جلدی کھاتے ہوئے جتانے لگیں۔

''ایزی مما! عمر کو اس منتھ کے لاسٹ میں ایک پراجیکٹ سے کروڑوں کا پرافٹ ہونے والا ہے وہ ہوتے ہی ہم شادی کرلیں گے اور لندن چلے جائیں گے۔'' وہ سامان دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

''اس کی بیوی کا کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی ہو، ہماری بلا سے، ہم دونوں تو لندن میں عیش کریں گے۔ عمر پاکستان آتا جاتا رہے گا۔''

☆☆☆

رات برف باری ہوئی تھی ہر چیز نے سفیدی اوڑھ لی تھی۔ راستے بھی برف سے بھر گئے تھے وہ ادھے راستے سے واپس آیا تھا، پہاڑی تودہ گرنے کے باعث راستہ بند ہوگیا تھا وہ گھر آیا تو واچ مین نے بتایا کل تک ہی راستہ صاف ہوگا، وہ بددلی سے لاک کھول کر اندر آیا۔ فرش پر دبیز کارپٹ بچھا ہوا تھا وہ بے آواز چلتا ہوا آ رہا تھا۔ معاً رک گیا وہ سیل کان سے لگائے باتیں کررہی تھی۔

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں امی، میں آپ لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی، آپ نے دل بھر کر مجھے اس کا سوگ منانے نہیں دیا، میرے زخم ابھی بھرے بھی نہیں تھے کہ......'' وہ بے تحاشہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی، وہ پلر کے پیچھے ہوگیا۔

''آپ اسے بھول گئی ہیں مجھے بھی بھول جائیں، آپ کے لیے بھولنا بہت آسان ہے سمجھ لیں میں بھی مرگئی ہوں۔'' اس نے موبائل رکھا اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ عمر ششدر کھڑا رہ گیا۔

مائدہ کی الجھی الجھی گفتگو اسے بھی الجھا گئی، وہ کمرے میں آیا۔ سیل پر چاندنی کو نہ آنے کی وجہ بتائی، پھر باتوں کا سلسلہ چل پڑا۔ اس کی وہی باتیں تھیں لندن شفٹ ہونے، فلیٹ، گاڑی، پراپرٹی، نام کرنے کی، ڈائمنڈ جیولری خریدنے کی ہنی مون کی، روز وہ بھی اس کے ساتھ اس پلاننگ میں شامل ہوتا تھا مگر اس وقت وہ ہوں، ہاں کررہا تھا۔ اس کا ذہن مائدہ کی سسکیوں، لفظوں میں الجھا ہوا تھا، چاہ کر بھی وہ بھول نہیں پا رہا تھا۔

''آپ نے مجھے اس کا سوگ بھی منانے نہیں دیا، میرے زخم ابھی بھرے بھی نہ تھے کہ...... آپ نے مجھے پرایا کردیا۔'' موبائل سائیڈ میں رکھ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا، عجیب سی کیفیت اس پر طاری ہوگئی تھی، چاندنی سے بھی زیادہ بات نہ کی تھی۔

''آپ اسے بھول گئی ہیں...... مجھے بھی بھول جائیں۔'' سماعتوں میں پھر کوئی سرگوشی گونجی تھی۔

ایک ہفتے سے زائد دن گزر چکے تھے، انہیں یہاں آئے ہوئے، اس عرصے میں مائدہ کے ساتھ وقت کم گزرا تھا مگر اس مختصر ٹائم میں اس کی بہت خوبیاں اس پر آشکار ہوئی تھیں، وہ کم گو، مخلص، خیال رکھنے والی اور ساتھ دینے والی لڑکی تھی، ہمہ وقت گرم شال میں لپٹی جھکی نگاہوں والی لڑکی کبھی شکایت وشکوہ زبان پر نہ لائی تھی، کبھی اپنے حق کی بات نہ کی تھی، ایک کمرے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی موجودگی کا احساس نہ دلایا تھا، مما پپا کی کالز آنے پر وہ

بہت خوب صورت طریقے سے ان کو مطمئن کرتی رہی تھی۔

''وہ اپنی مما سے کیوں ناراض ہے...... کیوں ان سے ملنا نہیں چاہتی...... وہ کون ہے جس کا وہ سوگ منانا چاہتی تھی یا منا رہی ہے؟'' شک کے ناگ نے ڈنک مارا وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ دروازہ ناک کرکے اندر آئی۔

''واچ مین نے بتایا ہے آپ واپس آ گئے ہیں۔'' وہ فکر مند لگ رہی تھی۔

''ہوں...... آئم فائن۔'' اس نے جلتی نگاہ ڈالی سفید رنگت میں سرخیاں تیر رہی تھیں، سیاہ و گلابی سوٹ میں خود بھی گلاب لگ رہی تھی۔

''یہ اتنی حسین ہے کیا اس کو کسی نے چاہا نہیں ہوگا...... اور اس نے؟'' ایک اور ڈنک شک کے ناگ نے مارا تو وہ بے قرار ہوا تھا۔

''مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' وہ اس کے دل کی کیفیت سے بے خبر کہہ رہی تھی۔

''نہیں ٹھیک ہوں، کافی بنا دو۔'' وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گیا۔ عجیب حالت تھی دل کی وہ اس کی پروا بھی نہ کرتا تھا اور اس کے متعلق سوچے بھی جا رہا تھا، شاید وہ نکاح میں تھی، جسمانی نہ سہی، ذہنی بندھن بندھ چکا تھا، سارا دن چاندنی کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اس کی تنہائی کے خیال سے رات واپس آ جاتا تھا، یا اس کی پرخلوص خدمت گزاری، مما پپا اور ملائکہ کو مطمئن رکھنا...... یا پھر وہ سب جو آج اس نے سنا تھا، وہ سسکیوں میں اس کا ذکر کر رہی تھی، جو اس کے دل کے قریب تر تھا اور یہ تھا اسے کسی اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔

وہ سارا دن گھر پر ہی تھا، اس کی نگاہیں مائدہ پر تھیں۔ واچ مین کی بیوی نے ڈسٹنگ کی، برتن دھوئے چلی گئی، مائدہ نے لنچ و ڈنر خود تیار کیا تھا، کھانا پہلی بار کھایا تھا اسے پسند آیا، عبادت کی پابند تھی ہر نماز کے بعد، قرآن پاک کی تلاوت کے بعد رو رو کر دعا مانگتی اور اس قدر روتی کہ ہچکیاں بندھ جاتی تھیں، فالتو وقت میں وہ گہری سوچوں میں گم رہتی تھی۔ اس کو عمر کی موجودگی کا خیال آتا تو چونک کر کبھی کافی، چائے یا جوس لیے چلی آتی، جھکی نظروں کے ساتھ...... گویا نظریں اٹھیں تو بھید کھل جائے گا، چوری پکڑی جائے گی۔



دوسرے دن وہ چاندنی کے پاس چلا آیا تھا، ماں بیٹی نے مل کر وہی ذکر چھیڑ دیا تھا اور آج ان کی باتیں اسے پرکشش نہیں لگ رہی تھیں، ذہن بوجھل بوجھل ہو رہا تھا اور اعصاب تھکے ہوئے۔

''آج تو لیزی بوائے بنے ہوئے ہو عمر!'' چاندنی نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''رات میں اچھی طرح سو نہیں سکی ہوں ریسٹ کرنے جا رہی ہوں، عمر بیٹے آپ بھی ریسٹ کرلیں،

تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔'' فردوس کہہ کر اس کے لائے ہوئے سامان کے شاپرز اٹھا کر وہاں سے چلی گئیں، چاندنی نے گھور کر جاتی ہوئی ماں کو دیکھا۔

''ممی کی بھوک ختم نہیں ہوتی، وہ کھانے گئی ہیں سونے نہیں۔''

''کھانے دو کیا ہوا ہر سامان میں دگنی تعداد میں لایا ہوں۔''

''ڈارلنگ! کیا ہوا ہے تم اپ سیٹ لگ رہے ہو؟'' وہ اس سے جڑ کر بیٹھ گئی عمر کو دور ہونا پڑا تھا۔

''اوفوہ! اب تو ہماری شادی ہونے والی ہے پھر بھی فاصلہ؟''

''شادی ہونے والی ہے، ہوئی نہیں ہے ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے۔'' اس کے لہجے میں ناگواری و درشتگی تھی۔

''اچھا ڈیئر! اب تم خفا ہو کر نہ بیٹھ جانا، سوری، کیا آج باہر چلنے کا موڈ نہیں ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''آج موڈ نہیں ہے تم کچھ اچھا سا کک کرو وہ کھائیں گے۔''

''میں اور کوکنگ۔'' وہ قہقہہ مار کر ہنسی۔

''تمہیں کوکنگ نہیں آتی؟''

''ارے تم بھی کیسے ٹپیکل مردوں کی طرح باتیں کرتے ہو، تم جیسے کروڑ پتی آدمی کی بیوی کھانا پکاتی اچھی لگے گی۔''

''مائدہ کوکنگ کرتی ہے اور بیسٹ کرتی ہے۔'' بلا ارادہ اس کے منہ سے نکلا تھا، چاندنی کو برا تو لگا پھر مسکرا کر بولی۔

''وہ چھوٹی فیملی سے آئی لڑکی ہے جہاں مردوں کو قابو کرنے کے لیے گر سکھائے جاتے ہیں اور دیکھو تم اس کی تعریف کر رہے ہو۔'' وہ الماری کھول کر کچھ ڈھونڈ رہی تھی تب ہی چند تصویریں نکل کر کارپٹ پر بکھری تھیں، وہ بے خبر الماری میں بکھرے کپڑوں سے الجھ رہی تھی اور وہ شاکڈ ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

جن میں وہ دلہن بنی کسی نوجوان کی آغوش میں تھی، اس نے جھک کر ایک تصویر اٹھالی جس میں ان کے ساتھ فردوس بیگم بھی تھیں۔ وہ تصویر اس کی جیب میں منتقل ہو گئی تھی۔ وہ یہاں سکون حاصل کرنے آیا تھا۔ معلوم ہوا وہ دھوکوں، فریبوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی دل کو موہوم سی امید تھی، یہ سب جھوٹ ہو، چاندنی کی محبت سراب نہ ہو۔

''اوہ! یہ فوٹوز بھی گر گئے، کالج میں میں نے ڈرامے میں برائیڈل کا رول کیا...... یہ اسی وقت کی فوٹوز ہیں۔'' چاندنی ہراساں ہو گئی تھی، خوف زدگی اس کے چہرے کو نقوش سے عیاں تھی وہ اضطرابی انداز میں انگلیاں مروڑنے لگی تھی۔

''عمر! خدا کی قسم، یہ ڈرامے......''

''شپ اپ! صفائی وہ دیتا ہے جو مجرم ہوتا ہے، میں یہ لے کر جا رہا ہوں، اس میں موجود شخص وہی لگ رہا ہے جو اس رات تمہیں کڈ نیپ کر رہا تھا۔'' اس کے لہجے میں شعلے دہک رہے تھے۔

''اس کی نیت خراب ہو گئی تھی مجھ پر اس لیے وہ......''

''شپ اپ، کچھ دیر ویٹ کرو...... پھر دیکھنا تمہاری بے وفائی کا کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔'' وہ چیخا تھا۔

''ارے کیا ہوا بیٹا، کیوں چیخ رہے ہو؟'' فردوس گھبرائی ہوئی آئیں۔

''یہ کون ہے آپ بھی نہیں جانتی اس کو؟'' اس نے جیب سے تصویر نکال کران کی طرف اچھالی۔

''یہ...... یہ قمر ہے کمبخت نے زبردستی ڈرا دھمکا کر میری بچی سے نکاح کیا اور بھاگ گیا چھوڑ کر۔'' وہ گھبراہٹ میں سچ بول گئیں۔

''ممی! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ اس سچ پر سٹپٹا کر بولی۔ قبل اس کے کہ عمر غصے کی حد سے بڑھ جاتا، اس کا سیل فون بج اٹھا اور واچ مین کی کال سن کر وہ تیزی سے بھاگا تھا۔

''ارے شکر ہے وہ گیا خس کم جہاں پاک...... میں تو کہتی ہوں جان بچی سو لاکھوں پائے کروڑوں کو چھوڑو جان بچا کر بھاگو یہاں سے، تمہاری وجہ سے سارا کھیل بگڑ گیا کتنا کہا تھا ان تصویروں کو جلا دو۔''

''آپ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے ممی! یہ پہلا مرد ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں، اس نے مجھ سے محبت ہی نہیں عزت بھی کی ہے۔''

''اب کرے ناں وہ تم سے محبت ہونہہ، اب وہ تمہاری صورت پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گا، اس سے پہلے وہ واپس آ کر ہم کو گولی مارے بھاگ چلو یہاں سے۔'' چاندنی کے خوب صورت چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے، اس کی زندگی میں مردوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا، ان مردوں میں کبھی بھی عمر یوسف جیسا مرد نہ آیا تھا اور اسے معلوم تھا نہ ہی کبھی آئے گا...... وہ بیٹھ کر روتی رہی، جبکہ فردوس پھرتی سے سامان پیک کرنے میں مصروف تھیں۔



نامعلوم کس طرح مائدہ کا پاؤں سلپ ہوا اور وہ واش روم میں گر گئی تھی سر میں لگنے والی چوٹ کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ واچ مین کی بیوی صفائی کرنے آئی تو اس نے دیکھا اور واچ مین کو خبر دی اور اس نے اسی لمحے عمر کو کال کر دی تھی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح وہاں پہنچا تھا، وہ ہوش میں تھی، واچ مین کی بیوی کاٹن سے اس کا زخم صاف کر رہی تھی جس پر خون جم گیا تھا۔

''کس طرح گر گئیں۔'' وہ زخم پر ڈریسنگ کرتا ہوا گویا ہوا۔

''کس طرح پاؤں سلپ ہوا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔'' وہ آنکھیں موندے نقاہت سے کہہ رہی تھی، باہر آتے

ہوئے وہ بے اوسان گری تھی بدن میں چوٹیں الگ لگی تھیں اور کئی گھنٹے گرے رہنے کی وجہ سے سارا جسم اکڑ کر بہت درد کر رہا تھا۔
''پتہ کس طرح چلے گا خیالوں میں جو کھوئی رہتی ہو..... کس کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہو؟'' چاندنی کے فریب پر وہ ویسے ہی وحشی بنا ہوا تھا مستزاد اس پر وہ اس کی کل امی سے ہونے والی باتیں نہیں بھول پا رہا تھا۔ عجیب پھنکارتا ہوا لہجہ تھا اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ بہت قریب تھا اس کی لو دیتی آنکھیں نیزے کی انیوں کی مانند چبھتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں وہ کبھی قریب نہیں آیا تھا اور اب......
''بتاؤ جواب دو، جس کو بھول نہیں پاتی ہو، سوگ مناتی رہی ہو اس کی جدائی کا کون ہے وہ؟'' اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔
''دیکھو مجھے جھوٹ سے نفرت ہے، سچ سچ بتاؤ، تم اپنی امی سے کیوں خفا ہو؟ کس کا سوگ منا رہی ہو تم؟ کل میں نے تمہاری باتیں سن لی تھیں۔'' اس نے گیٹ لاکڈ کر دیا تھا۔ اس کی حالت بے چین وابتر تھی۔ شدید ذہنی اذیت کا شکار تھا وہ۔
''آپ نے جس طرح مجھے کہا میں اسی طرح آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ پھر آپ کا یہ سب پوچھنے کا مطلب؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
''مطلب نہیں حق ہے میرا تم سے جواب طلب کرنے کا میں یہ گلٹی فیل کرتا تھا کہ..... تم سے ناانصافی کر رہا ہوں، تمہارا حق تمہیں نہیں دے پا رہا، تم کتنی نیک و پارسا ہو جو کوئی بھی لفظ زبان پر لائے بنا میرا بھرم رکھ رہی ہو، لیکن معلوم نہ تھا تم خیالوں میں کسی اور کے ساتھ وقت گزار رہی ہو، تب ہی میری پروا نہیں ہے تمہیں۔''
''کیا سارے حقوق مردوں کو حاصل ہیں وہ بیوی کی موجودگی میں بھی دوسری عورتوں سے چکر چلا سکتے ہیں ہنی مون کے نام پر بیوی کو لا کر کمرے میں بند کرتے ہیں اور باہر عیاشیاں کرتے ہیں۔''
''فضول مت بولو ورنہ منہ توڑ دوں گا تمہارا۔'' وہ دھاڑا۔
''کون ہے وہ بتاؤ، جس کے تصور سے تم نکلتی نہیں ہو، یقیناً میری غیر موجودگی میں تم اس سے سیل پر باتیں بھی کرتی ہو گی۔''
''حماد......!'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا، کئی آنسو بھی ٹوٹ کر گرے۔
''حماد!'' اسے لگا وہ شعلوں میں گھر گیا ہو۔
''تم میں اور بازاری عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے وہ گاہکوں کو الو بناتی ہیں اور تم جیسی عورتیں اپنے شوہروں کو۔''
''عورت سچ بول دے تو بازاری کہلاتی ہے اور مرد ہر گناہ کر کے بھی مرد کہلاتا ہے عمر صاحب! بازاری

حرکتیں کرنے والے مرد بھی بازاری ہوتے ہیں......'' بھرپور تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا تھا۔

''چلو......میں اب تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہوں گا۔'' وہ سر جھکا کر رونے لگی تھی۔

☆☆☆

اشکوں میں بہہ گیا ہے ہر ایک خواب آرزو

چہرے پر حسرتوں کا لہو مل رہے ہیں ہم......!

رات کی فلائٹ سے وہ کراچی واپس آ گئے تھے، راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ عمر گیٹ سے ہی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ عارف اور رضوانہ نے معاملے کی سنگینی محسوس کر لی تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر چپ رہے تھے۔ وہ آ کر کچھ دیر بعد سو گئی اور ساری رات سکون سے سوتی رہی تھی۔ ناشتے کے بعد عارف نے خود اس سے اس طرح واپسی کی وجہ پوچھی تھی، اس نے بھی پہلی رات سے کل تک ہونے والے واقعے کی ہر بات ان کو بتا دی تھی۔ وہ بیٹی کی حرماں نصیبی پر دنگ رہ گئے۔

''رضوانہ تم نے ایسا کر کے اچھا نہیں کیا مائدہ پہلے دن ہی عمر کو حماد کے متعلق سب بتا دیتی تو آج اس طرح واپس نہیں آتی۔'' ان کے شانے ڈھلک گئے بے دم سے ہو گئے وہ۔

''پھر تو وہ اسی رات واپس بھیج دیتا۔'' وہ آہ بھر کر بولیں۔

''واپس تو اس کو آنا ہی تھا...... ہزار بار سمجھایا حماد اور مائدہ کو نہیں ملنے دو، شریعت محرم وغیر محرم کے ملاپ کی اجازت نہیں دیتی۔ منگنی کوئی تعلق نہیں ہے جس میں لڑکا لڑکی بے تکلفی سے ملیں۔''

''ہمیں کیا پتہ تھا حماد اتنی جلدی چلا جائے گا؟''

''پتہ تو کسی کا بھی نہیں ہے کب کس کا بلاوا آ جائے۔ اس طرح ملنے جلنے سے اس طرح کی محبتیں پیدا نہیں ہوتی۔'' آج ان کی باتیں بامعنی ان کی سمجھ میں آ رہی تھیں اور پچھتاؤں کے ساگر میں وہ ڈوبتی جا رہی تھیں۔

''امی! میں اب کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔'' مائدہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر سنجیدگی سے کہا۔

''میں اب تمہارے معاملے میں نہیں بولوں گی، تم کو پورا اختیار ہے، اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا۔'' وہ دھیمے سے گویا ہوئی۔

''کاش! یہ اختیار پہلے ہی آپ مجھے دے دیتیں تو......''

''ہم نے تو تمہاری بہتری چاہی تھی، بڑے لوگوں میں بیاہ کر سوچا تھا تمہارا مستقبل محفوظ کر دیا ہے تمہیں وہاں کوئی دکھ نہیں ہوگا۔''

''بڑے لوگوں کے دل بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔'' اس کے خیالوں میں عمر کا آگ برساتا ہوا چہرہ تھا۔

☆☆☆

مائدہ کو گھر اتار کر اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہ گھر آیا تو ملازم سے پتا چلا مما پپا ملائکہ کے گھر گئے ہیں اور کل آئیں گے...... وہ بھڑکتے ذہن کو پرسکون کرنے کے لیے ٹرنکولائزر کھا کر سو گیا۔ دوسرے دن اس کی آنکھ مما کی دستک کی آوازوں سے کھلی اس نے دروازہ کھولا۔

''ارے بہو کہاں ہے اور آپ بنا اطلاع دیے آ گئے؟'' وہ کمرے میں اسے نہ پا کر حیرت سے بولیں۔

''آ رہا ہوں ابھی باتھ لے کر پھر بتاتا ہوں آپ کی لاڈلی کے کرتوت جس طرح کی زندگی وہ گزار کر آئی ہیں۔'' اس کا موڈ بری طرح آف تھا وہ ان کو حق دق چھوڑ کر چلا گیا۔ یوسف صاحب نے تحمل سے اس کی باتیں سنی جو باتیں، کم الزامات زیادہ تھے پھر اچانک وہ اٹھا اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے گستاخانہ رویئوں کی معافی کے ساتھ ساتھ چاندنی کی ہرجائی پن کی ساری تفصیل بتا ڈالی، وہ بار بار معافیاں مانگ رہا تھا۔

''میں اپنے پروردگار کا بے حد شکرگزار ہوں کہ اس نے تمہیں برباد ہونے سے بچا لیا۔'' انہوں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''مائدہ نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا وہ بے خطا لڑکی ہے۔''

''اس نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ حماد......''

''حماد اس کے کزن کا نام ہے...... جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''دنیا میں نہیں ہے! آپ کا مطلب وہ مر گیا ہے؟'' وہ چونکا۔ یوسف صاحب نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

''آپ کے پاپا نے پہلے ہی منع کر دیا تھا ورنہ میں آپ سے کچھ نہ چھپاتی اور وہاں مائدہ کی امی نے اسے قسم دی تھی مائدہ بھی پہلی رات ہی آپ کو اپنے بارے میں بتانے سے گریز نہ کرتی۔'' وہ شرمندہ ہوا، انجانے میں کیا کچھ نہ وہ اسے کہہ گیا تھا اپنے ہر ہر لفظ سے اسے پچھتاوا ہو رہا تھا، غصہ عقل کا دشمن ہوتا ہے۔

مما پاپا اپنی لاڈلی بہو سے ملنے چلے گئے تھے، اس سے نہیں پوچھا تھا۔ چاندنی کے وقتی پیار کی سیاہ پٹی آنکھوں سے ہٹی تو اسے سب صاف صاف دکھائی دینے لگا، پیار میں دھوکہ کھا کر وہ ہر شے سے بے زار ہو گیا تھا۔ پھر ٹوٹ کر چاہنے والا ساتھی اچانک چلا جائے تو......

''میں محبت میں ایک لمحہ برداشت نہ کر سکا، تم بہادر ہو مائدہ۔'' عمر نے کال کر کے کہا۔

''آئم سوسوری میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا، بے جا الزامات لگائے۔''

''جو ہونا تھا وہ ہو گیا عمر یوسف! اب آپ مجھے میری زندگی جینے دیں، میں حماد کی یادوں سے کبھی باہر نہیں آؤں گی، آپ کو میں حماد کی جگہ نہ دے سکوں گی...... آپ مجھے......''

''پلیز آگے کچھ مت کہنا۔'' اس نے جلدی سے بات کاٹی۔

''تم مجھے ہر حال میں قبول ہو، حماد کی یادوں سمیت۔'' اس کے لہجے کی سرد مہری غائب تھی، بہت میٹھے لہجے میں وہ بات کرر ہا تھا۔ مائدہ کے ہونٹوں پر دھیمی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مائدہ! میں نے انجانے میں پاپا کا بہت دل دکھایا ہے۔ اب ٹھوکر کھا کر مجھے عقل آ گئی ہے، ہمارے بڑے جو ہمارے لیے فیصلے کرتے ہیں وہ ہی ہمارے لیے بہترین و کامیاب ہوتے ہیں۔''

''جی......بس ہم کو ٹھوکر لگ کر ہی عقل آتی ہے، اس وقت تو ہمارے اپنے سب سے زیادہ دشمن لگتے ہیں۔'' وہ بھی بابا کی باتوں کو آج سمجھی تھی، منگنی کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنیاد پر وہ حماد کے ساتھ رہتی تھی...... پہلے ہی وہ فاصلہ رکھتی تو آج حماد کا دکھ اتنا بڑا نہ لگتا۔

''میں آ رہا ہوں تمہیں لینے ریڈی ہو جاؤ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

مائدہ نے بھی سمجھوتہ کر لیا تھا...... حماد کی محبت شاید عمر کی سنگت میں کبھی نہ کبھی گم ہو جانی تھی۔

شام کا گلابی سماں تھا سمندر کی لہریں سورج کی روشنی سے چمک رہی تھیں اور وہ اس کا ہاتھ تھامے اس جگہ ہی جا رہا تھا جہاں وہ اور حماد کبھی بیٹھا کرتے تھے۔

اس کی آنکھوں سے ایک موتی گرا اور ریت میں جذب ہو گیا۔



زیست کی شام سے پہلے

پاؤں فگار جس میں ہوئے وہ سفر نہ تھا
جس گھر میں عمر کٹ گئی وہ میرا گھر نہ تھا
تنہائیوں کے دشت تھے بیگانگی کی دھوپ
میں جل رہا تھا اور کوئی چارہ گر نہ تھا

دوپہر کی چلچلاتی گرمی سے بے حال وجود سیاہ سندھی کڑھائی والی شال میں وہ تیز تیز قدم اٹھاتی مکئی کے کھیتوں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ گلابی چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔ گرے خوب صورت آنکھوں میں سورج کی شعاعیں نیزے کی مانند چبھ رہی تھیں۔ شانے پر پھسلنے والا پرس اس نے ہاتھ میں تھام لیا تھا معاً دور سے سیاہ لینڈ کروزر آتی دیکھ کر اس نے تیزی سے شال کا ایک حصہ پکڑ کر اپنے چہرے کے گرد حجاب کیا اور ابھی چند قدم ہی چلی تھی وہ، کہ گاڑی قریب آ رکی۔

''سلام ٹیچر صاحبہ! اتنی گرمی میں آپ پیدل کیوں جا رہی ہو؟ یہ گاڑی ہوتے ہوئے، یہ گاڑی آپ ہی کی ہے'' درمیانی عمر کے وڈیرے عاشق علی نے عاشقانہ انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے کہا تو ساتھ بیٹھا ملازم اتر آیا۔

''شکریہ سائیں! گھر زیادہ دور نہیں ہے میں چلی جاؤں گی'' سورج کی ساری تپش اس کے لہجے میں در آئی تھی وہ رکی نہیں تھی۔

''ارے بابا! بات تو سنو، رکو تو سہی، مانا کہ حسین لوگ غصہ میں بہت اچھے لگتے ہیں ..... مگر ایسی گرمی میں میلوں پیدل چلو گی تو بابا، نہ حسن رہے گا نہ غصہ! میں کہتا ہوں، میری بات مان لو اور غصہ تھوک دو'' بولتے ہوئے وہ ریورس میں گاڑی لا رہا تھا، جبکہ وہ رکی ہی نہیں تھی۔

''میں ایک ہفتے سے کہہ رہا ہوں بابا، گاڑی اور ڈرائیور روزانہ حاضر ہوں گے جو آپ کو پک بھی کریں گے اور ڈراپ بھی اجرت بھی نہ دینا پڑے گی آپ کو'' اس کے کھردرے لہجے میں لجاجت سی در آئی تھی۔

''آپ مجھ پر یہ عنایتیں اور مہربانیاں کیوں کرنا چاہتے ہیں سائیں؟''

''ارے کیسی بات کر دی بابا! میرا دل توڑ دیا، مہربانی وعنایت کی کیا بات ہے، تم ہماری لڑکی ہو یہ گاؤں تمہارا ہے، عاشق علی یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اس کے گاؤں کی لڑکی خوار ہو'' اس کی بے تاب نگاہیں سیاہ شال میں حجاب سے ڈھکے چہرے کو ایسے ہی تک رہی تھیں جیسے کوئی پیاسا کنویں کو قریب دیکھ کر حواس کھونے لگتا ہے۔

''آپ کو گاؤں کی ایک عام سی لڑکی کی اتنی فکر ہے سائیں! پھر تو گاؤں کی فکریں آپ کو بے انتہا رہتی ہوں گی......'' وہ رک گئی اور گاڑی میں بیٹھے عاشق علی سے گویا ہوئی۔

''تم......عام نہیں بے حد خاص لڑکی ہو بابا! کیا بات کرتی ہو؟''

''آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں پیدل چلنے کی عادی ہوں، یہ میری روٹین ورک ہے۔ اگر آپ کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو اسکول کی عمارت میں کچھ کنسٹرکشن کا کام ہے وہ کروادیں، کئی کلاسز میں فرنیچر ٹوٹ پھوٹ گیا ہے وہ نیا منگوادیں، طلباء چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں'' وہ دیکھ رہی تھی وڈیرے کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، آنکھیں سکڑ کر رہ گئیں۔

''کیوں نہیں......کیوں نہیں بابا، جو آپ کہیں گی وہ ہو جائے گا'' کچھ توقف کے بعد وہ پست آواز میں بولا اور اسے آگے بڑھتے دیکھتا رہا۔

''سائیں! کیا گھر تک چھوڑ کر آؤ گے چھوری کو......؟''

وہ ہوا کی طرح منٹوں میں اس کی نگاہوں سے اتنی دور ہوئی تھی کہ اب نقطے کی صورت میں جاتی نظر آرہی تھی وہ ٹکٹکی باندھے وہیں دیکھ رہا تھا اس کے ساتھی نے شوخی سے کہا تو وہ لینڈ کروزر میں سیدھا ہوا ٹھنڈی آہ بھر کر کہنے لگا۔

''پھولوں کو مات دے دی ہے سلامو کی دھی نے''

میرے ہوش گم کر دیے ہیں مجھے نہیں پتہ تھا اس مینڈک کے منہ والے کی بیٹی بالکل پری ہو گی پری......وہ آنکھیں بند کیے اس کے تصور میں گم تھا۔

''سائیں! نخرے دیکھے ہیں چھوکری کے خود کو ملکہ سمجھتی ہے کیسے گردن اکڑا کر بات کر رہی تھی، جیسے اس گاؤں کے آپ نہیں وہ مالک ہو''

''ارے بابا بخشو! جب وہ اس دل کی مالک بن گئی ہے تو گاؤں کی بھی سمجھو مالک بننے والی ہے''

وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر اس کے تصور میں گم ہو کر بولا۔ بخشو نے گاڑی چلاتے ہوئے مسکرا کر سائیں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے کہا۔

''سائیں! شکار کا موڈ ہو رہا ہے کیا؟ لیکن اس بار لگ رہا ہے ہرنی بہت دوڑائے گی، ہاتھ آنے والی نہیں لگ رہی ہے'' اس کا لہجہ ذومعنی تھا۔

''تو بڈھا ہو گیا ہے بخشو اور ساتھ چریا بھی، کوئی شکار پہلے کبھی عاشق علی کے ہاتھ سے نکلا ہے جواب نکلے گا؟'' وہ اپنی سیاہ رنگی مونچھوں کو تاؤ دیتا اکڑ کر بولا۔

''ٹھیک کہتے ہو سائیں! میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جس کے پیچھے آپ تھوڑا ہاتھ رکھ دو گے تو شکار کے پیچھے بھاگنے کی بالکل ضرورت نہیں پڑے گی اور شکار بھی آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گا'' عاشق جیلانی نے اس کی طرف بارعب انداز میں دیکھا پھر مسکراتے ہوئے معنی خیزی سے بولا۔

''ایسی کیا بات ہے؟ مگر جو بات تو کرے گا وہ کام کی ہی ہو گی''



صاف ستھرے وسیع وعریض کچے صحن میں گرمی سے زمین تپ رہی تھی۔ صحن میں ایک طرف چھوٹا سا چھپر ڈال کر باورچی خانہ بنایا گیا تھا جہاں مٹی کا چولہا تھا اور قریب ہی دیوار میں تختہ پیوست تھا جس پر مٹی اور سلور کے برتن سجے ہوئے

تھے۔ باورچی خانے سے کچھ فاصلے پر ہینڈ پمپ نصب تھا جس میں کچھ عرصہ قبل زبیدہ نے کمیٹی ملنے پر موٹر لگوائی تھی جو بہت جلد سلاموکی ضرورت کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ زبیدہ دھان پان سی ستھری رنگت تیکھے نقوش کی سادہ عورت تھی گو کہ اس کی عمر سینتیس اڑتیس کے درمیان تھی مگر غربت و تنگ دستی کی مار اور جواری و شرابی ہڈحرام و کاہل خاوند کے ظلم وستم نے اسے وقت سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔ اس نے تیزی سے کام کرتے ہوئے دھوپ کے بڑھتے سائے سے وقت کا اندازہ لگاتے ہوئے دھوپ میں پڑی چارپائی گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ کی، پھر اس پر چادر بچھائی۔ صراحی سے جگ میں پانی انڈیل کر اس میں لال شربت بنایا برابر گھر سے لائی برف کی ٹکڑیاں جو بوری کے صاف ٹکڑے میں لپیٹ رکھی تھیں تا کہ کم پگھلیں وہ شربت میں ڈال کر جگ گلاس طاق میں رکھ دیا اور چونک کر انار کے پیڑ کی شاخ کو دیکھنے لگی جس پر دھوپ چڑھ آئی تھی اور وہ نہیں آئی تھی۔

وہ روز اسی طرح اپنی اکلوتی بیٹی کا سواگت کیا کرتی تھی جو اس دھوپ جیسی زندگی میں اس کے لیے گھنا سایہ تھی، اس کے جینے کی امنگ تھی۔

''دھوپ انار کی اس ٹہنی پر چڑھنے سے پہلے رائمہ گھر کی دہلیز پر قدم رکھ دیتی ہے پھر آج کیا ہوا جو دھوپ ٹہنی پر چڑھ گئی اور وہ دہلیز نہ چڑھ سکی؟'' وہ انار کی شاخ کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی معاً ایک خیال بجلی کی مانند ذہن میں کوندا۔

''کہیں اس مردار نے پھر تو رائمہ کا راستہ روک نہ لیا ہو؟''

یہ خیال آتے ہی وہ پھرتی سے اندر کمرے میں گئی، شال اوڑھ کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی لکڑی کے دروازے پر لگی کڑی ہٹائی تھی۔

''ماں! خیریت کہاں جا رہی ہو؟'' رائمہ کا دستک کے لیے ہاتھ اٹھا رہ گیا۔

وہ حیران و پریشان تھی، جبکہ بیٹی کو سامنے دیکھ کر زبیدہ کے لبوں سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی، وہ دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آتی ہوئی بولی۔

''اتنی دیر کیوں ہوگئی، ٹہنی پر دھوپ چڑھی دیکھ کر میں گھبرا گئی تھی اور تمہیں ہی دیکھنے جا رہی تھی'' رائمہ نے شال اور پرس چارپائی پر رکھتے ہوئے صحن کے کونے میں لگے انار کے درخت کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''یہ تمہارا اچھا وال کلاک ہے ماں، اس کی ٹہنیاں گھڑی کی سوئیوں کی مانند تمہیں ٹائم بتاتی ہیں، صبح سے رات اور رات سے صبح ہر ٹائم اس میں موجود ہے'' اس نے شربت کا گلاس گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''تمہارے باپ نے شادی کے ایک ہفتے بعد ہی میرے جہیز کی وال کلاک فروخت کر دی تھی، تب سے اس پیڑ کو ہی میں نے وال کلاک بنا لیا تھا اور بہت جلد یہ مجھ سے اور میں اس سے مانوس ہوگئی تھی، قدرت کی ہر شے انسان سے پیار کرتی ہے، بس ذرا اس کے قریب جانے کی دیر ہوتی ہے پھر یہ ہم سے مانوس ہونے میں دیر نہیں کرتی۔''

بیٹی کے ساتھ اس نے بھی شربت پیا اور اب گلاس اٹھا رہی تھی تب ہی دوپٹہ سر سے ڈھلکا اور دائیں رخسار پر نیل اور تھوڑی پر لگا زخم جو ابھی بھی سرخ ہو رہا تھا عیاں ہوا، رائمہ جو شال اور پرس اٹھائے اندر جا رہی تھی رک گئی۔

''اب پھر یہ زخم لگا دیے بابا نے؟ ابھی رات والے زخم بھی نہیں بھرے تھے''

''معمولی سے زخم ہیں بیٹی! شام تک ٹھیک ہو جائیں گے'' وہ عجلت بھرے انداز میں اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن وہ راہ میں حائل ہو گئی۔

''اب کیوں مارا ہے بابا نے؟ اب کیا چیز گھر میں رہ گئی ہے جس کو بیچنا چاہتے ہیں؟''

''تم میری فکر نہ کرو، سالوں سے مار کھاتی آ رہی ہوں، عادی ہو گئی ہوں''

''اب میں مار کھانے نہیں دوں گی آپ کو، بہت مار کھالی ہے آپ نے''

''جاؤ جا کر کپڑے بدلو، میں کھانا لاتی ہوں، چھوڑو ان باتوں کو تمہارے باپ کو تو عادت پڑ گئی ہے، جب تک وہ میری دھلائی نہیں کرتا اسے نشہ نہیں چڑھتا، تم اس سے کچھ مت کہنا، وہ تمہارا بھی لحاظ نہیں کرے گا اور تم پر بھی ہاتھ اٹھائے گا'' وہ نرمی سے کہتی ہوئی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

درد ہمیں رشتے نہیں دیتے، ان رشتوں سے جڑی چاہتیں دیتی ہیں۔ اس کے باپ نے کبھی اسے اپنے ہونے کا احساس نہیں دیا تھا وہ بچپن سے باپ کے روپ میں ایک ایسے مرد کو دیکھتی آ رہی تھی جو بیوی کو مارنے پیٹنے، جوڑی ہوئی رقم چھیننے اور کھانے، سونے کے لیے گھر میں آتا تھا۔ نشے میں دھت غلیظ گالیاں بکتا ہوا اس کی چیخنی چلاتی آواز پر وہ سوتے میں اٹھ کر ڈر کے مارے ٹوٹے پھوٹے سامان کے پیچھے چھپ جایا کرتی تھی۔ کبھی ہوش میں وہ اسے دیکھتا تو کہتا۔

''منحوس عورت! جب بیٹا پیدا کرنے کی طاقت تجھ میں نہ تھی پھر یہ بد بخت بیٹی پیدا کرنے سے بہتر تھا تو بانجھ ہو جاتی، پیدا کیے بنا مر جاتی، میں تیرے پیٹ کا دوزخ بھروں گا...... یا اس کے پیٹ کی آگ بجھاؤں گا؟ تو جس دن سے زندگی میں آئی ہے جہنم میں جلنے لگا ہوں''

''کیا سوچ رہی ہو رائمہ، تم نے دوپہر میں بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا اور اب بھی کھانے سے انکار کر رہی ہو۔''

وہ عشاء کی نماز ادا کر کے کمرے میں آئی تو رنگین پایوں والی چارپائی پر اسے افسردہ بیٹھے دیکھ کر استفسار کر بیٹھی۔

''ماں! سارے مرد کیا بابا جیسے ہوتے ہیں؟ اگر ایسے ہی ہوتے ہیں تو میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی، مجھے مردوں سے نفرت ہو گئی ہے'' وہ سر اٹھا کر گویا ہوئی۔

''نہیں بیٹا، سارے مرد تمہارے بابا جیسے نہیں ہوتے'' اس نے قریب بیٹھ کر بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اس ہاتھ کو پکڑ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔

''نہیں ماں! سارے مرد میرے باپ جیسے ہوتے ہیں ...... ظالم، جابر، سنگ دل، عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے، کوئی عورت کو ہاتھ کی مار مارتا ہے، کوئی نگاہوں کی''

''نہیں بیٹی! عورت کو اس کے نصیب کی مار مارتی ہے اگر مقدر کھرا ہے تو پھر مٹی بھی سونا بن جاتی ہے، وگرنہ سونا بھی مٹی کی ڈھیری ہوتی ہے میں نے تمہاری پیدائش والے دن سے لے کر آج تک تمہارے بہت اچھے نصیب کی دعائیں مانگی ہیں۔ ماں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے اس نے میری بیٹی کا نصیب بہت اعلیٰ بنایا ہوگا، محلوں کی رانی بنو گی تم'' فرط مسرت سے اس کی پیشانی چومی اور ایک درد آمیز مسکراہٹ رائمہ کے لبوں پر در آئی۔

''جھونپڑوں میں رہ کر محلوں کے خواب دیکھنے کی عادت غریبوں کی بے حد پرانی ہے ماں، لیکن میں نے ایسے خواب کبھی نہیں دیکھے نہ دیکھنا چاہتی ہوں، میری زندگی کا مقصد آپ کو خوش دیکھنا ہے۔ آپ نے جو دکھ اٹھائے ہیں بلکہ اٹھا رہی ہیں وہ سب میں اپنی پلکوں سے چننا چاہتی ہوں ماں'' اس نے عقیدت بھرے انداز میں ان کے ہاتھوں کو چوما۔
''تم میرا فخر ہو رائمہ! تم نہ ہوتی تو میں بھی زندہ نہ ہوتی'' وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں، آنسو دونوں کی آنکھوں سے رواں تھے۔

فضائیں سوچ رہی ہیں کہ ابن آدم نے
خرد گنوا کر، جنوں آزما کر کیا پایا
وہی شکستِ تمنا وہی غمِ ایام
نگاہ زیست نے سب کچھ دے کے کیا پایا......!!!

گاؤں کے وسط میں قائم چند کمروں، دالان و وسیع و عریض گراؤنڈ والا وہ پیلا اسکول جس کی لال اینٹیں جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار اکثر گر کر کسی طالب علم یا ٹیچر کو گھائل کرتی رہتی تھیں سینکڑوں مرتبہ وزارت تعلیم کو لیٹرز بھیجنے کے باوجود کسی نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ اسکول کی ہیڈ مسٹریس مہ جبین علم دوست و ہمدرد دل کی مالک تھیں وہ اپنی مدد آپ کے تحت اپنے دوست واحباب سے فنڈز لے کر عمارت کے ان مخدوش حصوں کو مرمت کراتی تھی، پھر اسکول کو جو ضروریات ہوتی تھیں اس کے علاوہ وہاں زیر تعلیم غریب طلباء کی بھی کچھ نہ کچھ مدد کرنی پڑتی تھی جس کے لیے یہ تمام فنڈز بھی کم پڑتے تھے، اس طرح ہی یہ اسکول چل رہا تھا۔
''رائمہ! اینی پرابلم؟ چند دنوں سے دیکھ رہی ہوں اپ سیٹ ہیں آپ'' وہ بیٹھی بچوں کی ٹیسٹ کی کاپیاں چیک کر رہی تھی معاً مہ جبین کی آواز سن کر احتراماً کھڑی ہوگئی۔ وہ مسکرا کر شفقت سے گویا ہوئیں۔
''بیٹھ جائیں'' خود بھی اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔
''کوئی پرابلم تو ہے آپ جو کہ آپ کے چہرے سے عیاں ہو رہی ہے، اگر مجھ سے شیئر کرنے والی ہے تو ضرور کریں شاید میں کچھ ہیلپ کرسکوں آپ کی''
''میڈم! میری زندگی کھلی کتاب کی مانند آپ کے سامنے ہے ہر بات میں خود آپ سے شیئر کرتی ہوں کہ ایسا کر کے مجھے طمانیت ملتی ہے، آپ نے ہمیشہ اچھی دوست، بہن اور مخلص و بے غرض ہستی ہونے کا حق ادا کیا ہے'' اس کے لہجے میں ان کے لیے احترام کے ساتھ دوستی واعتماد کا مان بھی تھا۔
''آپ کو میں اپنی بیٹی سمجھتی ہوں رائمہ! ماں تو بیک وقت کئی رشتے نبھاتی ہے وہ دوست، بہن، ماں اور محافظ بھی ہوتی ہے آپ بتائیں کیا ہوا؟ وڈیرے سائیں نے زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا ہے کیا؟''
''نہیں......اس نے کچھ دنوں سے میرے راستے میں آنا چھوڑ دیا ہے، مگر ان کچھ دنوں سے بابا کے اندر تبدیلی آئی ہے وہ گھر میں جھگڑا نہیں کر رہے، ماں کو مارنا بھی چھوڑ دیا ہے'' اس کے لہجے میں الجھن تھی۔
''یہ تو اچھی بات ہے، کیا آپ کے بابا نے شراب پینا چھوڑ دی ہے'' وہ استعجابیہ انداز میں اس کی آنکھوں میں

بکھرے اضطراب کو دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

''اب وہ برانڈ شراب پی رہے ہیں نہ ماں سے پیسے مانگ رہے ہیں اور نہ ہی گھر سے کوئی سامان لے کر جارہے ہیں کچھ عجیب سارویہ ہے''

''ڈونٹ وری، اچھا ہے وہ سب خود ہی کر رہے ہیں اور گھر میں بھی سکون ہے۔زبیدہ بہن کو بھی ان کے وحشی پن سے چھٹکارا ملا ہوگا''

''نجانے کیوں میڈم! مجھے یہ سکون، یہ خاموشی ایک انجانی سی وحشت میں مبتلا کیے ہوئے ہے، کیا ہم شور ہنگامے وخوف میں مبتلا رہنے کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہمیں گھر کی خاموش فضاؤں میں پراسرار سی سرگوشیاں سنائی دینے لگی ہیں''

''وہ اپنی ضرورتیں کہاں سے پوری کر رہے ہیں؟ کون دے رہا ہے ان کو پیسہ؟'' زبیدہ اور رائمہ کو ڈستے سوال آج لبوں پر موجود تھے۔

''اور کیوں، کس مقصد کے لیے دے رہا ہے؟ ان کی خالی رہنے والی جیبیں نوٹوں سے بھری رہنے لگی ہیں۔ماں نے پہلی بار دیکھا تو پوچھا تھا جواب میں وہی گالیاں اور مار کھانے کو ملی تھیں پھر ماں کی ہمت ہی نہ ہوئی پوچھنے کی''

''فکر نہیں کریں آپ اللہ سے بہتری کی امید رکھیں، حالات کیسے بھی ہوں، ہر قدم پر آپ مجھے اپنے ساتھ پائیں گی'' انہوں نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔اس کے ستے چہرے پر بہار سی آ گئی تھی۔

☆☆☆

عاشق علی کے عالیشان کمرے میں تازہ پھولوں کی خوشبوئیں بکھری تھیں۔وہ وائٹ شلوار سوٹ میں گردن اکڑائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔اس کمرے سے ملحقہ دوسرے کمرے کے کارپٹ پر سلامو بیٹھا ازحد ندیدے پن سے بھنی ہوئی مرغی کھا رہا تھا، قریب ہی اس کے امپورٹڈ برانڈ کی بوتل رکھی تھی جس کو وہ کھانے کے دوران گھونٹ گھونٹ پیتا جارہا تھا۔

''ارے بابا بخشو! ایک مہینہ ہوگیا ہے صبر کرتے ہوئے اور کتنا صبر کروائے گا'' وہ قریب کھڑے بخشو سے آہ بھرتے ہوئے بولا۔

''سائیں! صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے......ویسے پھل پک چکا ہے بس کبھی بھی سائیں کی جھولی میں گر جائے گا'' اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے خوشامدی لہجے میں کہا پھر سلامو کی طرف اشارہ کرکے سرگوشی میں گویا ہوا۔

''کبوتر گردان ہوگیا ہے، دانہ ڈالنا کام آرہا ہے''

''مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا ہے بخشو! یہ کتا روز ہڈیاں چبانے آجاتا ہے، تجھے اس کی بھوک کا خیال ہے، میری بھوک تجھے نظر نہیں آتی ہے؟ بس اب ختم میری برداشت جا کر اس کو بتا میں کیا چاہتا ہوں؟'' بخشو آہستہ آہستہ سلامو کی کمزوریوں پر اپنی عنایتوں کی مہر لگاتا گیا تھا۔سلامو جیسے بے دین، بے ضمیر و نفس پرست لوگوں کو خریدنا آسان ہوتا ہے وہ کھانے پینے سے فارغ ہوا تو بخشو نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

''ادا اسلامو! تجھ جیسا خوش نصیب باپ پورے گاؤں میں دوسرا نہیں ہے، سائیں نے تیری چھوکری کو اپنی بیوی بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے''
''سائیں عاشق علی نے......؟'' نشے سے بند ہوتی اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔
''ہاں ہاں، سائیں عاشق علی نے، تیری چھوکری کے بھاگ جاگ گئے ہیں۔ ٹکے ٹکے کو ترسنے والی اب حویلی میں راج کرے گی، آج ہی نکاح پڑھا کر رخصت کردے'' اس نے ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔
''لیکن وڈیرے سائیں اور میری بیٹی کی عمروں میں بڑا فرق ہے'' بلا ارادہ ہی اس کے منہ سے نکلا اور جواباً وہ ترش لہجے میں بولا۔
''سچ کہتا ہے سائیں کی کمین لوگوں سے دو باتیں میٹھی بولو تو اپنی اوقات بھول جاتے ہیں یہاں تجھے بھی پیسہ مل رہا ہے اور تیری بیٹی کو عزت بھی اور تو بکواس کر رہا ہے؟ اگر سائیں تیری بیٹی کو اٹھا کر ڈیرے پر لے جائیں تو کیا کرلے گا تو؟'' پھول برساتی زبان ایک دم ہی شعلے اگلنے لگی تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔
''مائی باپ! معاف کردو نہ جانے کیسے میرے منہ سے نکل گیا۔ میں نے سائیں کا نمک کھایا ہے، نمک حلال ہوں میں......اس بیٹی کو میں نے بیٹی سمجھا ہی نہیں کبھی بھی آؤ اور لے جاؤ'' اس نے بیٹھ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔
''وہ بیٹی نہیں سونے کی چڑیا ثابت ہوئی تیرے لیے وارے نیارے ہوگئے ہیں تیرے'' وہ ابھی آنکھیں دکھا رہا تھا، اب اس کے گلے لگتا ہوا بولا اور ساتھ ہی کچھ فاصلے پر بیٹھے عاشق علی کو فتح کا نشان بنا کر دکھایا۔
''ویسے بیٹی کا رشتہ کرتے وقت مرد کی عمر نہیں! آمدنی دیکھی جاتی ہے''
''معافی چاہتا ہوں ادا! چریا ہوگیا تھا میں۔''
وہ اپنی بات پر شرمندہ و خوف زدہ تھا پہلی بار اس کو عزت ملی تھی وہ بھی وڈیرے سائیں کی طرف سے جو جوا کھیلنے کے لیے منہ مانگی رقم دے رہا تھا اور پہلی بار وہ ایسی ولایتی شرابیں پی رہا تھا جن کے نام بھی نہیں جانتا تھا، کس طرح سے وہ ان لذتوں سے بچھڑ کر زندہ رہ سکتا تھا، اپنے عیش و آرام کے لیے ایک سے زائد بیٹیوں کو بھی قربان کرسکتا تھا اگر ہوتیں تو......!!

☆☆☆

وہ مٹھائی کے ڈبے اور ایک پیک شدہ ڈبے کے ہمراہ بہت خوش گھر میں آیا تھا۔
''زبیدہ، زبیدہ! باہر نکل کر دیکھ میں کیا لایا ہوں......؟''
وہ دونوں ابھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھی تھیں کہ خلاف معمول اس کی چہکتی آواز سن کر دونوں ماں بیٹی نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا، روٹی کی طرف بڑھتے ہاتھ رک گئے۔
''الٰہی خیر! یہ آج کیا ماجرہ ہونے کو ہے......اسلام الدین کا اتنا میٹھا لہجہ!''
''بابا کافی دنوں سے بدلے بدلے لگ رہے ہیں مجھے بھی پیار سے دیکھنے لگے ہیں شاید ان کو اپنی غلطیوں کا ادراک ہونے لگا ہے ان کو احساس ہوگیا ہے۔''

اس نے ماں کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر تسلی دینے کی سعی کی...... جبکہ وہ ان کو پکارتا ہوا کمرے کی طرف ہی آ رہا تھا۔

''تم مجھ کو بہلا وادے رہی ہو...... یا خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو؟''

''ارے تم کیا یہاں دال روٹی کھا رہی ہو'' وہ ڈبے اٹھائے اندر چلا آیا۔

''اب ہمارے دال کھانے کے دن گئے، لے مٹھائی کھا مقدر بدل گئے ہیں ہمارے، وڈیرے نے ہماری بیٹی کا ہاتھ مانگا ہے وہ آ رہا ہے شام میں نکاح پڑھا کر ساتھ لے جائے گا راج کرے گی راج ہماری بیٹی''

زمین ان کو اپنے قدموں سے سرکتی محسوس ہوئی تھی، سارا کمرہ گھوم گیا تھا۔ رائمہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھ رہی تھی۔

''میری طرح یہ سن کر تم دونوں کو بھی یقین نہیں آیا، میری بھی یہی حالت ہوئی تھی، کہاں وڈیرا، کہاں ہم کمی کمین لوگ چلو جلدی سے گھر صاف کرو، عاشق علی آتا ہی ہو گا چار لوگوں کو لے کر''

''وہ چار لوگوں کو لے کر آئے گا تیرا جنازہ اٹھانے کے لیے، کس کی اجازت سے تو نے یہ فیصلہ کیا؟ کون ہوتا ہے تو میری بیٹی کا سودا کرنے والا؟'' دھان پان سی زبیدہ میں بیٹی کی خاطر چٹانوں جیسی قوت آ گئی تھی۔

''باپ ہوں میں اس کا، تیرے فیصلے کی مجھے قطعی ضرورت نہیں ہے''

''باپ ہوں میں اس کا ہونہہ، ایک دن بھی باپ ہونے کا حق نبھایا ہے تو نے، تیرے بدلے ہوئے اطوار دیکھ کر میں یہی سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ گھر میں کوئی قیمتی چیز بچی نہیں ہے جس کو بیچ کر تو عیش کر رہا ہے میں یہ بھول گئی تھی، تجھ جیسا بے غیرت آدمی اپنی عیاشیوں کے لیے بیٹی کا بھی سودا کر سکتا ہے، اپنی عمر سے دگنی عمر کے مرد کے ساتھ، عزت سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں ہوتی ہے''

''رائمہ! بیٹی تو ہی اپنی ماں کو سمجھا یہ سب میں نے تیرے بھلے کے لیے کیا ہے۔''

وہ شعلہ جوالہ بنی زبیدہ کو دیکھتے ہوئے پہلی بار شفقت سے رائمہ سے مخاطب ہوا اور بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ باپ نہیں غرض کا پتلا تھا۔

''ماں صحیح کہہ رہی ہے بابا! اس خبیث بڈھے سے ہی نہیں، میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی، آپ جا کر اسے منع کر کے آ جائیں وہ یہاں نہ آئے'' زبیدہ کی طرح اس کا لہجہ بھی اٹل تھا۔

سلامو کو آتی ہوئی دولت راستے سے ہی واپس لوٹتی دکھائی دینے لگے وہ جو یہ سوچ کر آیا تھا ان ماں بیٹی کو پیار و محبت سے بہلا پھسلا کر راضی کر لے گا، اب اپنی ساری ترکیب خسارے میں جاتے دیکھ کر اس کی بربریت و درندگی عود کر آئی، غصے سے چیختے ہوئے اس نے رائمہ کے دراز بالوں کی چوٹی پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے آنکھیں نکال کر کہا۔

''بے حیا، بے شرم! باپ کے آگے زبان چلاتے شرم نہیں آتی تجھے؟''

''چھوڑ میری بیٹی کو سلامو! چھوڑ دے'' زبیدہ اس کے ہاتھوں پر لپٹ گئی، رائمہ کی مارے تکلیف کے آنکھیں پھٹ گئی تھیں وہ اپنے دفاع میں ہاتھ پاؤں بھی نہیں چلا رہی تھی، فقط آنسو بہہ رہے تھے۔ زبیدہ کی مداخلت پر اس نے زور

دار دھکا دیتے ہوئے اس کے بال چھوڑ دیے تھے۔

''یہ اٹھا یہاں سے اور نکل جا۔''

زبیدہ نے مٹھائی اور دوسرا ڈبہ اٹھا کر صحن میں پھینکا تھا۔ زمین پر گرتے ہی ڈبہ کھل گیا تھا اور اس سے سرخ عروسی جوڑا نکل کر دھوپ میں چمکنے لگا تھا۔ سلامو نے ایک نظر صحن کی زمین پر بکھرے سامان پر ڈالی اور دوسری زبیدہ پر جو آگے بڑھ کر رائمہ کو اٹھا رہی تھی۔

''میں سوچ رہا تھا گھی سیدھی انگلی سے نکل جائے گا مگر یہ میری بھول تھی اب مجھے انگلیاں ٹیڑھی ہی کرنی ہوں گی، گھر آنے والی دولت کو میں لات نہیں مار سکتا، رائمہ کو شادی عاشق علی سے ہی کرنی ہوگی'' وہ بھاگ کر صحن سے ایک بھاری ڈنڈا اٹھا لایا تھا۔ رائمہ جو درد سے بے حال تھی اس کے بے رحم تیور دیکھ کر خوف سے ماں سے لپٹ گئی۔

''میں مر کر بھی تیری یہ خواہش پوری نہیں ہونے دوں گی تو چاہتا......''

لفظ ادھورے ہی رہ گئے تھے۔ سلامو کے پے در پے وار نے اس کو لمحوں میں خون میں نہلا دیا تھا۔ رائمہ کو دھکا دے کر اس نے دور کیا تھا۔

''ماں کو چھوڑ دو، چھوڑ دو......بابا......''

وہ چیختی ہوئی زبیدہ سے لپٹ گئی تھی، سلامو کے جنونی انداز میں چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے، اس نے حقارت بھری نگاہ خون میں لت پت پڑی زبیدہ پر ڈالی، ہاتھ میں پکڑا خون سے سرخ ڈنڈا زور سے زمین پر پھینکا اور صحن میں چلا گیا۔

''ماں! ماں! آنکھیں کھولو، دیکھو میری طرف'' اس کے سر سے خون بھل بھل بہہ رہا تھا، اس کا چہرہ، لباس اور زمین خون سے سرخ ہو رہی تھی، اس کی آنکھیں بند تھیں اور سانس تیز چلنے لگی تھیں۔

''ماں! آنکھیں کھولو!'' اس نے چادر گیلی کر کے اس کے سر پر باندھی تھی۔ دوپٹہ گیلا کر کے چہرہ اور گردن صاف کی اور گلاس میں پانی لا کر اس کے لبوں سے لگایا، زبیدہ بمشکل چند گھونٹ پانی پی سکی۔

''ماں! میری طرف دیکھو ناں''

وہ اس کا سر ہاتھوں میں تھامے روتے ہوئے کہہ رہی تھی، بار بار پکارنے پر بڑی مشکل سے اس نے آنکھیں کھولیں، چند لمحے اسے دیکھا......ان بے نور ہوتی آنکھوں میں خواہشوں کے الاؤ بجھ رہے تھے۔ کئی حسرتیں دم توڑ رہی تھیں، بیٹی کو تکتے ہوئے زبیدہ نے آخری ہچکی لی تھی۔

ماں کی زندگی کا چراغ گل ہوا تو اس کی زندگی میں اندھیرا چھا گیا۔ لمحوں میں ماں اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی تھی، چیخ و پکار ہنگامہ روز گھر کا معمول تھا، پڑوسیوں کی ہمت نہ تھی ان کے گھر کے معاملے میں دخل دینے کی، سلامو کی جھگڑالو طبیعت سے سب ہی دور رہنا پسند کرتے تھے۔ زبیدہ کے قتل پر بھی کسی نے منہ نہ کھولا تھا، پھر اس کی پشت پناہی وڈیرا کر رہا تھا، پولیس بھی اس کی مٹھی میں تھی، سنوائی کہیں بھی ممکن نہ تھی۔

عاشق علی جو بڑے جوش و خروش کے ساتھ دلہا بن رہا تھا اس کی نشیلی آنکھوں میں سرخ جوڑے میں ملبوس چاند ایسے مکھڑے والی رائمہ کا حسین سا تصور ہلکورے لے رہا تھا، اس کے ساتھ گزارے جانے والے لمحات ابھی سے اسے کیف

وسرور میں مست کررہے تھے، لمحہ لمحہ صدی لگ رہا تھا۔

ایسے میں سلامو کی بیوی کی موت کی خبر اس کے ارمان پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ زہریلے ناگ کی طرح کمرے میں بل کھانے لگا۔

''اس چڑیا کو آج ہی عورت کو مارنا تھا، بیٹی کو رخصت کرکے یہ کام نہیں کرسکتا تھا، میرے دل پر چھری چلادی ہے اس نے میرے سامنے ہوتا وہ تو گولی ماردیتا''

''سائیں، آپ کی خاطر اس نے گھر والی کو مارا ہے وہ اس رشتے کے خلاف تھی'' بخشو نے ہاتھ جوڑ کر اطلاع بہم پہنچائی۔

''اور وہ چھوکری راضی ہے......؟'' وہ آئینے میں اپنا بے ڈول سراپا دیکھتا ہوا بولا۔

''سائیں، وہ تو دل وجان سے راضی ہے'' سلامو کی بات اس نے دہرائی۔

''ہوں...... یہ بات تجھے سلامو نے بتائی ہے؟''

وہ بھی ایک گھاگ تھا رائمہ کی آنکھوں میں اپنے لیے سخت ناپسندیدگی وہ دیکھ چکا تھا یہ بات اسے ہضم نہیں ہوئی تھی۔

''ہاں سائیں! سلامو نے بتائی تھی آپ کے معاملے میں وہ جھوٹ نہیں کہہ سکتا''

''اگر جھوٹ بھی کہے گا تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا، اکڑی عورت کو سیدھا کرنا ہی مردانگی ہے بخشو! جاکر کہہ دے میں رات میں ہی آؤں گا کل تک انتظار نہیں ہوگا اس لیے بیٹی کو تیار رکھے'' اس نے رعونت بھرے لہجے میں حکم دیا۔



مجھ سے پوچھے کیا ہو زندگی کے بارے میں
اجنبی بتائے کیا اجنبی کے بارے میں
یہ غریب لوگوں کے گھر سے دور رہتی ہے
تجربہ ہے میرا چاندنی کے بارے میں

وہ کسی بت کی مانند ساکت وصامت تھی، زبیدہ کی میت جاچکی تھی۔ گاؤں کی عورتیں اس کے دکھ میں شریک تھیں جن میں سب سے آگے مہ جبیں تھیں۔ اس اندوہناک گھڑی میں وہ اسے کانچ کی گڑیا کی مانند سنبھالے ہوئے تھیں۔ اس نے ماں کو مرتے دیکھا تھا، ماں نے آخری ہچکی اس کے ہاتھوں میں لی تھی۔ وہ ساری زندگی اپنے حقوق فراموش کیے مار کھاتی، دکھ سہتی رہی تھی۔ مگر جب بات بیٹی کے حق کی آئی تو اس بے رحم مرد کے آگے ڈٹ گئی تھی اور بھربھری دیوار کی مانند اسے راستے سے ہٹادیا گیا تھا۔

مہ جبین کے شانے سے لگی وہ بے آواز رو رہی تھی۔ شام ہوگئی تھی، جب وہ قبرستان سے واپس آیا، صحن عورتوں سے بھرا تھا۔ اس نے آتے ہی سب کو گھر سے بھگادیا تھا۔ عورتیں جو اس کی بدلحاظی سے واقف تھیں، لمحوں میں صحن خالی ہوگیا تھا۔

''میڈم! آپ بھی جاؤ حالت دیکھتی ہو بچی کی یہ بھی اب آرام کرے گی'' وہ مہ جبین کو اس کے پاس بیٹھا دیکھ کر بدلحاظی سے گویا ہوا۔

''رات تک چلی جاؤں گی میں بھی، رائمہ ابھی ماں کی جدائی کے دکھ میں ہے'' وہ برا مانے بنا شائستہ و نرم لہجے میں گویا ہوئیں۔

''یہ دکھ تو ساری زندگی کا ہے، کیا ساری زندگی اس کے پاس بیٹھی رہو گی؟ اس کی ماں کی موت آئی تھی سیڑھیوں سے گری اور مرگئی، یہ کب تک سوگ منائے گی، جانے والے واپس نہیں آتے اب تم جاؤ بابا، کل سے یہ اسکول بھی نہیں آئے گی، ختم اس کی نوکری، اب تم بھی ادھر کبھی نہ آنا'' اس کے لہجے میں ذرا بھی پشیمانی و ملال نہ تھا، وہ دوبارہ انہیں وہاں سے جانے کا کہہ کر چلا گیا۔ رائمہ مہ جبین سے لپٹ کر رونے لگی۔

''ماں چلی گئیں آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ میڈم! اماں کو قتل کر کے بھی بابا کو افسوس نہیں ہے...... وہ مجھے بیچ دیں گے عاشق علی نے انہیں اپنے قابو میں کر لیا ہے''

''گھبراؤ نہیں رائمہ! ابھی مجھے جانا ہے ورنہ بدمزگی ہو جائے گی''

''میرا کیا ہوگا؟ مجھے بابا سے خوف آرہا ہے۔ اس گھر سے خوف آرہا ہے مجھے بھی آپ ساتھ لے جائیں میڈم!'' وہ ان سے لپٹی ہوئی کہہ رہی تھی۔

مہ جبین کا دل بھی اس کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر سلامو کی عادت سے وہ واقف تھیں کہ اگر وہ یہاں سے نہ گئیں تو وہ دھکے دے کر نکال دے گا۔ پھر جانے سے قبل پرس سے موبائل نکال کر اسے دیتے ہوئے وہ سرگوشیاں کرنے لگیں۔

☆☆☆

وہ اسکول کی میڈم کو گھر سے جانے کا کہہ کر بیٹھک میں آکر اپنے مشاغل میں مشغول ہو گیا تھا۔ ایک زندگی اس نے موت میں بدل تھی تھی۔ وہ عورت جو صبر و برداشت کے ساتھ اس کے سنگ زندگی گزارتی آئی تھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا اسے مٹی کے سپرد کر کے آیا تھا، کوئی نرم گوشہ دل میں بیدار نہ ہوا تھا، وہ بوتل منہ سے لگائے پی رہا تھا، چہرے پر آسودگی پھیلی ہوئی تھی وہ جانتا تھا زبیدہ کبھی بھی اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دی گی سو پہلے اسے اس نے راستے سے ہٹایا تھا اب راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تھی، وہ خود پر بارش کی طرح نوٹوں کو برستے دیکھ رہا تھا، نامعلوم کب تک وہ نوٹوں کی بارش میں ڈوبا رہتا تبھی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی پھر دروازے پر دستک ہونے لگی۔

دروازے کے باہر بخشو کھڑا تھا، اندر آتے ہی بلاتمہید گویا ہوا۔

''چھوکری کو تیار کر عاشق سائیں لینے آرہا ہے''

''ادا! سائیں ابھی لینے آرہا ہے؟ میری بیوی کو مرے ایک رات بھی نہیں گزری ہے...... کچھ رحم کرو سائیں'' وہ ہاتھ باندھ کر بولا۔

''سائیں بہت غصے میں ہے سلامو! تو جانتا ہے سائیں کا غصہ......''

''میں چلتا ہوں تیرے ساتھ ادا! سائیں کے پاؤں پکڑ کر منالوں گا اسے، ابھی اس کی حالت بھی اچھی نہیں ہے، صبح تک وہ کچھ بہتر ہو جائے گی تو میں خود حویلی چھوڑ جاؤں گا اس کو، میں تیرے ساتھ چلتا ہوں'' بخشو کو دیکھ کر سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

معاملے کی نزاکت سے بخشو بھی واقف تھا لہٰذا اس نے کوئی بحث نہ کی، گاڑی میں بیٹھ کر سلامو کا انتظار کرنے لگا۔

وہ بیٹھک کا دروازہ بند کر کے دبے قدموں سے کمرے کی طرف بڑھنے لگا کمرے میں زرد بلب کی روشنی میں اداسی بین کر رہی تھی وہ اسی انداز میں رائمہ کے پلنگ کی طرف بڑھا، وہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہ لمحے بھر جھک کر یہ دیکھتا رہا کہ وہ سو رہی ہے یا ناٹک کر رہی ہے۔ جب اسے اچھی طرح تسلی ہو گئی کہ وہ واقعی سو رہی ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا۔ گاڑی کی آواز دور ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہو گئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے اٹھ کر طاق میں سجی کپڑے کی گڑیا کے پیچھے چھپا موبائل نکال کر نمبر ملایا، چند منٹ بعد کال ریسیو کر لی گئی۔

اس نے بابا اور بخشو کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو دہرا دی تھی، جو بیٹھک کے اندرونی دروازے سے لگ کر اس نے سنی تھیں اور پھر بابا کو اس طرف آتے دیکھ کر بستر میں سوتی بن گئی تھی۔ اگر وہ ہوش مند آدمی ہوتا تو جان لیتا وہ کس طرح ایسی بے خبری کی نیند سو سکتی ہے جس کی ماں کو اس کے سامنے بے دردی سے قتل کر دیا جائے، جان سے بڑھ کر چاہنے والی ماں کے بغیر نیند کہاں ممکن تھی؟

''تمہاری عزت و جان کو خطرہ ہے رائمہ! فوراً گھر چھوڑ کر میرے پاس آؤ، میرے کزن شام میں آئے تھے ابھی وہ نکلنے ہی والے ہیں، اسکول کے گراؤنڈ کے پیچھے ان کی کار کھڑی ہے، میں اس کے لاک کھلوا دیتی ہوں، آپ اس میں چھپ کر بیٹھنا کوئی دیکھے نہ، میں ان کو آپ کے متعلق بتا دیتی ہوں، وہ شریف و قابل بھروسہ ہیں اور آپ کی مدد کریں گے، پھر میں بھی آپ سے رابطے میں رہوں گی، آپ ایک لمحہ ضائع کیے بنا یہاں سے نکل جائیں'' مہ جبین کے لہجے میں اسے ماں کے لہجے کی مہک محسوس ہوئی تھی۔

ایک آہ دل سے اٹھی تھی، تواتر سے آنسو بہنے لگے، بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سیاہ کڑھی ہوئی شال نکال کر اوڑھی الوداعی نگاہوں سے در و دیوار کو دیکھا، ساتھ لے جانے کے لیے کوئی چیز ہی نہ تھی اس نے مہ جبین کا دیا ہوا موبائل ہاتھ میں پکڑا اور صحن میں آ گئی جہاں چاند کی روشنی پوری طرح بکھری ہوئی تھی۔ اس نے صحن کے آدھے حصے پر چھائے انار کے درخت کو دیکھا تو گھٹی گھٹی چیخیں نکل گئیں، یہ انار کا درخت اس کی ماں کے دکھ سکھ کا ساتھی تھا، اپنوں کی طرح اس نے سہارا دیا تھا اور اب بھی وہ اس کی ایک مضبوط شاخ پر چڑھ گئی جو سرخ اینٹوں سے نچلی دیوار پر پھیلی تھی۔ اس پر چڑھ کر گلی میں اس نے چھلانگ لگائی تھی۔

پتلی لمبی گلی سنسان پڑی تھی۔ آوارہ کتے رات کے اندھیرے میں بھونکتے پھر رہے تھے یا جھینگروں کی آوازیں ماحول میں پراسراریت پھیلا رہی تھیں، وہ زمین سے اٹھی اور سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ گلی کے اختتام پر آموں کے باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، گلی کے نکڑ پر پہنچ کر اس نے بہتی آنکھوں کے ساتھ آخری نگاہ گھر پر ڈالی۔ انار کا درخت بھی گویا اسے الوداع کہہ رہا تھا۔ وہ سسکیاں دباتی ہوئی وہاں سے بھاگ کر آم کے باغ سے گزرتی اسکول تک پہنچی تھی جب اس

نے وہاں سے وڈیرے کی گاڑی گزرتے دیکھی تھی۔ مارے خوف کے اس کی سانسیں تھمنے لگیں۔

''یا اللہ! ان لوگوں کو اتنی جلدی خبر ہوگئی......؟ یہ مجھے ڈھونڈ رہے ہیں'' دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے قرار ہو گیا، وہ درخت کے تنے سے لپٹ گئی۔

''سائیں! پتھر تھا میں نے راستے سے ہٹا دیا ہے''

بخشو کی آواز سناٹے میں گونجی تھی پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور دور ہوتی چلی گئی۔ اب عبرت ناک انجام قریب تھا، اس کی گاڑی سے تیز رفتار اسے اپنے قدموں کی کرنی تھی، اپنی بقا کے لیے وہ بھاگی تھی، ہرنی کی مانند اندھیروں میں گڑھوں میں گری تھی، کانٹوں میں الجھی تھی، اس وقت نہ تکلیف تھی نہ درد، فکر تھی، تو اپنی عزت کی چادر محفوظ کرنے کی، بھاگتے بھاگتے وہ کار تک پہنچ گئی یہ وہی کار تھی جس کا مہ جبین نے بتایا تھا۔

ڈور لاک نہیں تھے وہ تیزی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اپنے حواسوں کو درست کر رہی تھی، معاً اسے ماحول میں عجیب سی ہلچل محسوس ہوئی، کئی گاڑیوں کی روشنیاں دور سے روشن دکھائی دینے لگی تھیں گویا اس کے فرار کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ پوری جان سے کانپی اور سیٹ سے نیچے دبک کر بیٹھ گئی تھی۔ چند لمحوں بعد کار کے دونوں اگلے دروازے وا ہوئے اور بند ہو گئے، کوئی بیٹھا تھا دلاویز سی مہک گاڑی میں پھیلی تھی۔ ساتھ ہی اے سی کی ٹھنڈک بھی، کار اسٹارٹ ہوئی اور اجنبی راستے پر گامزن ہو گئی تھی۔

وہ دبکی ہوئی بے آواز بیٹھی تھی، سیٹ کے نیچے بھی خاصی کھلی جگہ تھی جہاں وہ آسانی سے ایڈجسٹ ہو گئی تھی کار نامعلوم کس راستے پر جا رہی تھی جو باہر سے آتی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

وہ خود کو محفوظ تصور کرنے لگی تھی مہ جبین جیسی ہمدرد نفیس عورت سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی جا سکتی تھی، انہوں نے اسے کسی محفوظ ہاتھوں میں ہی سونپا ہو گا وہ سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

''بیگم صاحبہ! یہ دیکھیے فوٹو ایک سے ایک حسین لڑکی کی فوٹو لائی ہوں، ساری خاندانی، ماڈرن اور امیر ترین گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں، لوگوں میں چرچے ہیں ان کے حسن و خوبصورتی کے، ہر ایک ان کو بہو بنانے کی آس رکھتا ہے'' رشتے کرانے والی ماجدہ نے کئی تصویریں ٹیبل پر بکھیر دی تھیں۔ ربیعہ بیگم نے مسکرا کر ماجدہ کی طرف دیکھا۔

''مجھے نہیں......فوٹو دیکھیں آپ'' ماجدہ نے تصویریں ان کی طرف بڑھائیں۔

''آنٹی! مما کو فوٹوز کیوں دکھا رہی ہیں آپ، شادی بھائی کو کرنی ہے مما کو نہیں پھر لڑکی بھی بھائی خود پسند کریں گے'' مونا نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی، آپ کے بھائی کو کوئی لڑکی پسند نہیں آتی ہے؟''

''جب بھائی کو لڑکی پسند نہیں ہے پھر شادی کس طرح ہو گی؟''

''میں زبردستی کی قائل نہیں ہوں ماجدہ، مجبوری کے تحت قبول کیے گئے رشتے سلامت نہیں رہتے اور میں احد کو ایسے کسی مسئلے میں پھنسانا نہیں چاہتی۔''

ربیعہ نے متانت سے اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ٹیبل پر بکھری تصویروں کو یکجا کر کے بنا دیکھے ماجدہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''آپ ایک نظر ان تصاویر کو دیکھ تو لیں بیگم صاحبہ!''

اس بار بھی اپنی ناکامی پر وہ دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئی مگر اوپری دل سے مسکراتے ہوئے ان سے کہنے لگی۔

''ماجدہ! بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں، مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے ان بچیوں کی بے عزتی کرنے کا، جب مجھے معلوم ہے ان پھولوں کو میرے آنگن میں مہکنا ہی نہیں ہے پھر میں کیوں انہیں رد کروں؟'' انہوں نے سنجیدگی سے اپنا موقف بیان کیا۔

''بھابی! میری مانیں تو آپ ایک بار احد کا میڈیکلی چیک اپ کروا ہی لیں۔ اس نے بچپن سے ہی لڑکیوں سے دشمنی رکھی ہے اور جوان ہو کر تو گویا وہ ان کی پرچھائیوں سے بھی گریزاں رہتا ہے، میری سجل اور کاجل ایک گھر میں رہتی ہوئی بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل تھیں، گھر کی ہوں یا باہر کی ساری لڑکیاں اس کے لیے گھاس کوڑا ہیں'' ان کی دیورانی رامین وہاں آ کر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''احد بالکل نارمل ہے رامین، اسے کسی چیک اپ کی ضرورت نہیں''

''مسلسل شادی سے انکار، لڑکیوں سے گریز، یہ سب کیا ہے؟'' ان کے اپنائیت بھرے لہجے میں حسد اور چبھن کی کاٹ پنہاں تھی۔

''آج کل تو لڑکے ڈھنگ سے پالنے سے نکل بھی نہیں پاتے اور ان کو لڑکیوں کا ساتھ چاہیے ہوتا ہے، ایک آپ کا انوکھا لاڈلا ہے، جس نے بھائی جان کو بھی ناراض کر دیا، کاجل سے شادی سے انکار کر کے اور جنگل میں پڑا''

''احد غیرت مند، شریف اور نفس کو اپنے قدموں تلے دبا کر چلنے والا بچہ ہے، میں نے اس کی تربیت ایسی نہیں کی کہ وہ جانوروں کی طرح ادھر ادھر منہ مارتا پھرے جیسے آج کل کے بچے بے راہ روی کی غلاظت میں جکڑے ہوئے ہیں...... نہ ان کو اپنے ایمان کی فکر ہے نہ اپنی اور نا ہی خاندان کی حرمت کی پروا، اگر سب میرے بیٹے جیسے خوددار مضبوط اور نگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہو جائیں تو ہر لڑکی کی عزت و ناموس محفوظ ہو جائے گی''

''میں چلتی ہوں بیگم صاحبہ! پھر آؤں گی'' ان کا موڈ آف ہوتے دیکھ کر ماجدہ نے سینڈوچز، دہی بڑے اور چائے سے جلدی جلدی انصاف کیا پھر اٹھ گئی۔

''آؤ، بے شک ہر روز آؤ مگر خالی ہاتھ آنا، کوئی تصویر لانے کی ضرورت نہیں'' انہوں نے اٹھتے ہوئے تنبیہہ کی وہ پرس سنبھال کر گردن ہلاتی نکل گئیں۔

''ارے بھابی! آپ تو برا ہی مان گئیں، میں تو احد کی محبت میں اس کی بھلائی کے لیے کہہ رہی تھی، احد کوئی غیر تھوڑی ہے جو میں اس کا برا چاہوں گی''

''زبان کی نرمی و سختی ہی اپنوں و غیروں کا تعین کرتی ہے رامین! تم ایک ایسی عورت کے سامنے احد کے کردار کو، اس کے وقار و انا کو مجروح کر رہی ہو، یہ جانتے ہوئے بھی وہ گھر گھر جانے والی، جھوٹ و سچ بیان کرنے والی عورت ہے''

''سوری بھابی! آپ نے بات کا بتنگڑ بنا ڈالا، میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا''

''میرے بیٹے کو صاف انداز میں تم نامردی کا طعنہ دے رہی ہو پھر الزام بھی مجھ پر ہی لگا رہی ہو بات بڑھانے کا، ذرا اپنے رویے پر تو غور کرو''

''چلیں معاف کردیں، بہت بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے بھابی، بس زبان ہے جو چلتی ہے تو بریک فیل گاڑی کی طرح بے قابو ہو جاتی ہے''

رامین نے آگے بڑھ کر ان کا بازو تھامتے ہوئے لجاجت سے کہا ربیعہ جن کو شاذ و نادر ہی غصہ آتا تھا اب بھی دیورانی کی بے سروپا لغو باتوں پر بیٹے کی حمایت میں کہہ اٹھی تھیں مونا خاموش سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

گاڑی چلتی رہی وہ خاصے محتاط تھے، دونوں میں سے کسی نے بھی گفتگو نہ کی تھی۔ رائمہ کا سارا دن کانٹوں پر سفر میں گزرا تھا اور رات تو گویا دہکتے ہوئے انگارے لے کر آئی تھی، وہ بری طرح آبلہ پا تھی، روح تک جیسے گھائل ہو کر رہ گئی تھی، کار چلانے والا شاید اڑانے کی سعی کر رہا تھا، بے حد تیز رفتار تھی راہ میں آتے گڑھے ٹوٹی پھوٹی سڑک پر کار بری طرح اچھلتی کو در ہی تھی۔

اس کے زخموں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں، کراہیں دبانے کے لیے شال کو منہ میں دبائے وہ درد برداشت کرنے کی سعی میں بے ہوش ہوگئی تھی اور جب ہوش آیا وہ اسی طرح سیٹ کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ چند ثانیے وہ خوابیدہ انداز میں پڑی رہی پھر شدید گرمی کے احساس نے اس کے حواس بیدار کیے، درد سے سن ہوتے وجود کو گھسیٹ کر وہ سیٹ پر بیٹھی اور باہر دیکھا تو چھوٹے سے خوب صورت لان میں دھوپ خوب چمک رہی تھی۔ ایک طرف کیاری میں پھولوں کی بہار تھی، سامنے وہائٹ گیٹ بند تھا اور گیٹ سے سرخ بجری کی روش تھی جو لان کے درمیان میں بنی ماربل کی کشادہ سیڑھیوں پر ختم ہوتی تھی، وہ تین سیڑھیاں تھیں جس کی آخری سیڑھی چبوترے کی مانند وسیع تھی۔ جس کے درمیان ٹیں خوب صورت گلاس ڈور تھا اور اس دروازے کے دونوں طرف بڑے بڑے گملوں میں خوب صورت پودے لگے ہوئے تھے۔ وہ حیران سی باہر نکل آئی۔ مہ جبین کے کزن کا اس کو اس طرح گاری میں چھوڑ کر جانے کا کیا مقصد تھا؟ اب دوپہر تھی وہ رات سے گاڑی میں پڑی رہی تھی......وہ بے خبر رہے تھے؟ وہ کیسے بے حس لوگوں کی مہمان بن گئی تھی جو ایک مصیبت کے صحرا سے نکال کر لے آئے اور پھر مڑ کر خبر بھی نہ لی تھی، اس کی آنکھیں پھر لبالب بھرنے لگی تھیں۔ پاؤں میں سے چپل کہاں گری اسے معلوم نہ تھا، پاؤں اتنے زخمی تھے کہ اسے کھڑا ہونا مشکل لگ رہا تھا، دروازہ کھول کر اس نے موبائل ڈھونڈا تاکہ مہ جبین سے رابطہ کر سکے، مگر موبائل وہاں نہ تھا، نہ جانے کب اور کہاں گر گیا تھا؟ اب کیا ہوگا اور وہ کس طرح مہ جبین سے رابطہ کرے گی؟ سوچوں کے ناگ اسے ڈسنے لگے تھے، وہ خود کو اندھے کنویں میں مقید محسوس کر رہی تھی۔

گیٹ کھلا ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ نوجوان اندر داخل ہوا تھا، رائمہ پھرتی سے ستون کے پیچھے ہوگئی، قدموں کی چاپ اس طرف آرہی تھی۔

''بابا! گاڑی کا ڈور کیوں اوپن ہے؟'' بھاری و سنجیدہ آواز ابھری۔

''ارے یہ کیوں کھلا ہوا ہے رات میں نے خود لاک کیا تھا۔''

''جی ہاں! آپ نے بند کیا تھا وہ برگد والی چڑیل بھی رات ہمارے ساتھ سفر کرتی رہی ہوگی، صبح بیدار ہوئی ہوگی تو ڈور اوپن کر کے چلی گئی ہوگی''

''ارے میاں کیوں اس کا نام لے رہے ہو، اس کا نام مذاق میں بھی لو تو وہ سچی حاضر ہو جاتی ہے''

ان کا چہرہ خوف سے زرد ہو گیا تھا، وہ گہرا سانس لے کر آگے بڑھا اور دروازہ بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا معاً اس کی نگاہ آف وہائٹ سیٹ پر جم کر رہ گئی، جہاں خون کے دھبے تھے، مٹی بھرے خون آلود پاؤں کے نشان گڈمڈ تھے سیٹ سے نیچے بھی یہی حالت تھی۔

''کیا ہوا بیٹا! پریشان لگ رہے ہو؟'' مجید بابا اس کے قریب چلے آئے اور جھانک کر دیکھا تو بدک کر پیچھے ہٹے اور خوف سے گڑگڑانے لگے۔

''آل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو''

''بابا! فار گاڈ سیک کیا ہوا ہے آپ کو؟'' وہ دروازہ بند کرتا جھنجلایا۔

''میں نے کہا تھا نام لینے سے وہ حاضر ہو جاتی ہے''

''شٹ، یہ انسان کا خون ہے جو ابھی بھی ہمارے درمیان موجود ہے'' وہ کہتا ہوا گھوم کر ایک پل میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ سیاہ گرد آلود شال میں وہ لپٹی بیٹھی تھی۔

''کون ہو تم؟'' گرج دار لہجے میں وہ اس سے مخاطب ہوا مجید بابا بھی قریب پہنچ گئے تھے۔

''ارے کون ہو بھئی، اور یہ کیا طریقہ ہے کسی کے گھر میں گھسنے کا بی بی؟''

جواب ندارد تھا وہ چہرہ شال میں چھپائے رو رہی تھی، قسمت یہاں بھی اس کے ساتھ گیم کر گئی تھی، نامعلوم کن لوگوں میں آ گئی تھی وہ؟

''آنسوؤں کی زبان سمجھ نہیں آتی ہے ہماری زبان بولو گی تو کچھ سمجھ آئے گی'' ان کے لہجے میں نرمی در آئی تھی۔

وہ اس کے آنسوؤں سے متاثر ہو گئے تھے مگر ساتھ کھڑے شخص کے وجیہہ چہرے پر بے رحمی و اکتاہٹ تھی وہ جھلا کر بولا۔

''میں پولیس کو فون کر رہا ہوں، وہ خود ان کی ہسٹری معلوم کر لیں گے''

''پولیس کو نہ بلائیں''

ایک دم سیاہ بادلوں کی گرفت سے چاند نمودار ہوا تھا، لمحہ بھر کو وہ دونوں دیکھتے رہ گئے تھے، پھر یکلخت اس کی آنکھوں میں سرد مہری اتر آئی تھی۔

''بیٹی! کون ہو تم؟ تمہاری حالت تو بے حد خراب ہے'' بابا کو وہ لڑکی بے حد دکھی و خوف زدہ محسوس ہوئی تھی۔

وہ اس کے سر پر شفقت و ہمدردی سے ہاتھ رکھتے نرمی سے گویا ہوئے رائمہ کے صبر کے طنابیں چھوٹ گئیں وہ بے تحاشا رونے لگی، جدائی، کرب، لاچاری و بے بسی ہر احساس تھا ان آنسوؤں میں۔

''بیٹی، بیٹی، چپ ہو جاؤ، گھبراؤ نہیں، تم یہاں محفوظ ہو، ڈرو نہیں......''

''بابا! اسے آپ یہاں سے نکال رہے ہیں یا میں نکالوں......؟'' مجید بابا کو اس لڑکی سے ہمدردی کرتے ہوئے دیکھ کر وہ سرد لہجے میں گویا ہوا۔

''احد بیٹا! مجھے یہ لڑکی بے حد مظلوم و غم زدہ لگ رہی ہے کچھ وقت دے دو، حقیقت معلوم ہو جائے تو میں خود اس کو گھر چھوڑ آؤں گا''

''نو نیور! اس لڑکی کو ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکالیں، نامعلوم کون ہے؟ کس گینگ سے تعلق ہے اس کا، موقع دیکھتے ہی یہ لڑکی اپنے لوگوں کو بلائے گی اور لمحوں میں گھر کا صفایا کر جائے گی۔''

وہ نہ اس کے حسن سے مرعوب ہوا نہ آنسوؤں سے متاثر۔

''میری بات سنو بیٹا! طیش میں نہ آؤ، ادھر چلو میرے ساتھ......'' اس کو غصے سے بپھرتا دیکھ کر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور لان میں آئے، وہ مجبوراً ان کے ساتھ چلا آیا۔

''بیٹا! میری عمر کا تجربہ کہتا ہے یہ لڑکی کسی بڑی مصیبت کا شکار ہے، کوئی چور، ڈاکو نہیں ہے، حالت دیکھو اس کی لگتا ہے غموں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں اس پر شاید فاقہ زدہ بھی ہے وہ اور زخمی بھی''

''جی درست کہہ رہے ہیں آپ، ساری دنیا کی ستائی ہوئی لڑکی ہے وہ...... مگر مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے میں ایسے فراڈیوں کو خوب جانتا ہوں۔ اس کو فوراً نکالیں یہاں سے'' وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ مجید بابا واپس اس کے پاس آئے تو وہ ڈری سہمی کھڑی تھی، بھیگی آنکھوں میں ویرانیاں لیے ان کی باتوں کی آواز اس تک آ رہی تھی۔

''آؤ بیٹی! منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کرو، میں اتنے میں کھانا گرم کر کے لاتا ہوں، خدا جانے تم نے کب سے کھانا نہیں کھایا ہے'' وہ اپنائیت سے بولے۔

''بابا وہ منع کر کے گئے ہیں آپ مجھے باہر چھوڑ دیں'' وہ خوف سے گویا ہوئی۔

''احد میاں کی باتوں کا برا نہیں ماننا بیٹی! وہ ابھی غصہ کر رہے ہیں، رات تک بھول جائیں گے، ان کی زبان کڑوی ضرور ہے مگر دل بالکل شہد کی طرح میٹھا ہے'' وہ تقدیر کے حوالے خود کو کر کے ان کے پیچھے لنگڑاتے ہوئے چل پڑی تھی۔



''احد! میرے بچے! ماں کو اپنی صورت سے ترسا دیا ہے کب آؤ گے؟ میں رات دن آپ کی واپسی کی دعائیں مانگتی ہوں، مونا بھی آپ کے بنا اداس اداس پھرتی ہے یہ گھر آپ کے بغیر گھر نہیں لگتا''

''ناخلف، نامراد، تم نے جرات کیسے کی میرے فیصلے کو رد کرنے کی؟'' مما کی ممتا بھری آواز پپا کی بارعب و پرجلال آواز پر حاوی ہوئے۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا میں کاجل کو مونا کی طرح سمجھتا ہوں''

''تمہارے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے کاجل سے تمہیں شادی کرنی ہوگی''

''پپا پلیز! میں کاجل کو وہ حق کبھی نہ دے پاؤں گا جو لائف پارٹنر کو حاصل ہوتا ہے، اس کے لیے میری فیلنگز الگ ہیں''

''یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے......'' شعلے اس کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

''یس، آف کورس'' اس کا لہجہ پتھریلا تھا۔

''اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ، مڑ کر بھی نہ دیکھنا کبھی اس طرف، تم میں کسی کا ہاتھ تھامنے کی صلاحیت نہیں ہے، جاؤ گیٹ لاسٹ، چوڑیاں خرید لو اپنے لیے اسی قابل ہو تم''

''احد......احد! کیوں چپ ہو گئے ہو؟ اپنی صورت سے ترسا دیا ہے اب آواز سے بھی محروم کرنے کا ارادہ ہے؟'' ان کی نم آواز اسے حواسوں میں واپس لائی تھی۔

''سوری مما! میں آپ کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتا، پپا کی باتیں میں بھول نہیں پایا ابھی تک......شاید تا زیست نہ بھول پاؤں''

''دور رہو گے تو کبھی نہیں بھولو گے بیٹا، تنہائیوں میں دکھ دینے والی باتیں سانپوں کی طرح ڈستی ہیں، دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر ڈالتی ہیں، آپ واپس آجاؤ، ماں کے پاس رہ کر ہر دکھ کا ازالہ ہو جاتا ہے''

''آپ پریشان مت ہوں، کبھی نہ کبھی آجاؤں گا آپ کے پاس'' اس نے دلاسہ دیا۔

''کبھی نہ کبھی! زندگی کا پل بھر کا بھروسہ نہیں ہے'' ان کی آواز بھیگنے لگی۔

''پلیز مما! میں آؤں گا یہ وعدہ ہے میرا، آپ ایسی باتیں نہ کریں'' ان کی اداسی اسے بری طرح مضطرب کر گئی وہ بے ساختہ بولا۔

''باپ بیٹے کی جنگ میں نقصان میرا ہو رہا ہے، میری ممتا سزا پا رہی ہے اور جس کی خاطر یہ طوفان اٹھایا گیا تھا، وہ ڈھنگ سے دو ماہ بھی سسرال میں ٹک نہ سکی لڑ جھگڑ کر میکہ بسائے بیٹھی ہوئی ہے تب بھی آپ کے پپا کی عقل کام نہیں کر رہی۔''

''مونا کے پیپرز کیسے ہو رہے ہیں؟ ایگزام کی وجہ سے میں کال نہیں کر رہا'' وہ موضوع بدلتے ہوئے بہن کے متعلق پوچھنے لگا ربیعہ مونا کے ایگزامز کے علاوہ عزیز و اقارب کی غمی و خوشی کی باتیں کرنے لگیں۔

''مجید بابا کیسے ہیں؟ مجھے یقین ہے وہ اچھی طرح آپ کا خیال رکھتے ہوں گے، ان کو میرا سلام کہنا، اگلی بار فون کروں گی تو مجید بابا سے ضرور بات کروانا میری۔ اچھا بیٹا خیال رکھنا، اپنا، میری آنکھیں روز آپ کی راہوں پر لگی رہیں گی۔''

حسب توقع انہوں نے آبدیدہ ہو کر الوداعی جملے ادا کیے تھے۔ اس نے بھی سیل فون ٹیبل پر رکھ کر چیئر کی بیک سے ٹیک لگا لی تھی اسے محسوس ہوا گھنی ٹھنڈی چھاؤں سے ایک دم صحرا کی تپتی دھوپ میں آ کھڑا ہوا تھا۔

''بیٹا! چائے کے ساتھ کیک اور بسکٹ لایا ہوں'' مجید بابا ٹرے میں چائے کے لوازمات لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

''میں چائے کے سوا کچھ نہیں لوں گا، آپ واپس لے جائیں'' اس کی سفید رنگت میں اضمحلال کی سرخی تھی،

براؤن روشن آنکھوں میں سرد اداسی تھی وہ اس وقت بے حد بکھرا بکھرا تنہا واداس لگ رہا تھا۔

''کیک یا بسکٹ کچھ تو لے لیں بیٹا! لنچ بھی نہیں کیا ہے آپ نے '' وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر چائے بناتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

''صرف چائے دیں بابا'' اس کے بھاری لہجے میں قطعیت تھی۔

''ربیعہ بیٹا سے فون پر بات ہوئی ہے کیا؟'' وہ اس کے انداز پر کھٹکے تھے۔

''ہوں'' اس نے مگ پکڑتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔

''ربیعہ بیٹا اور وہ چھوٹی مونا خیرت سے تو ہیں ناں؟''

''ہوں'' اس بار بھی اس نے ہوں پر اکتفا کیا وہ سمجھ گئے وہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں۔ وہ خاموشی سے ٹرے اٹھائے آگے بڑھے تھے معاً وہ چونک کر بولا۔

''آپ نے اس لڑکی کو گھر سے باہر نکال دیا......؟''

''میں آپ سے پوچھ رہا ہوں، دیواروں سے نہیں بابا! میرے سوال کا جواب دیں۔ وہ لڑکی کہاں ہے؟'' ان کو خاموش دیکھ کر اس کے لہجے میں سرد مہری ابھر آئی۔

''اس بچی کو میں انیکسی میں ٹھہرا چکا ہوں'' انہوں نے اطلاع دی۔

''کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''کس کی اجازت سے آپ نے انیکسی اس لڑکی کو دی ہے؟''

''بیٹا خود ہی سوچیں، اب شام ڈھل رہی ہے رات سر پر ہے وہ جوان و تنہا لڑکی اس جنگل میں کہاں جائے گی؟ پھر وہ بہت پریشان و زخمی ہے، میں نے ڈریسنگ کر دی ہے اس کی، پاؤں بری طرح گھائل ہیں غریب کے'' ان کے لہجے میں اس لڑکی کے لیے ہمدردی و ترس کا دریا بہہ رہا تھا۔

''مائی گاڈ! ہمارے درمیان وہ لڑکی کس طرح رہ سکتی ہے......کون ہے وہ......کہاں سے آئی ہے......اس کو زخمی کس نے اور کیوں کیا ہے...... یہ پوچھا آپ نے؟''

''وہ لڑکی بے حد پریشان و نڈھال تھی، خاصی خوف زدہ بھی لگ رہی تھی، میں نے کھانے کے بعد اسے چائے کے ساتھ نیند آور گولیاں بھی دے دی ہیں تاکہ وہ سکون سے سوئے، صبح اٹھے گی تو طبیعت ٹھیک ہوگی، جب معلوم کرلوں گا''

''یہ آپ کا دور نہیں ہے بابا! جہاں کسی پر بھی آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرلیا جاتا تھا۔ اس دور میں جو جیسا نظر آتا ہے، وہ ویسا نہیں ہوتا، نامعلوم یہ لڑکی اپنے ساتھ کیا مصیبت لے کر آئی ہے اور آپ اس کو گھر سے نکالنے کے بجائے تیمارداریاں کر رہے ہیں؟'' اس کے چہرے سے غصے کی لالی پھوٹ رہی تھی، لیکن بزرگ ملازم کی عزت کے خیال سے آواز قدرے پست تھی۔

''وہ لڑکی ایسی ویسی نہیں ہے شریف و باکردار لڑکی ہے، اس کی باتوں سے اندازہ ہوگیا ہے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔''

''آپ نے کسی سے دو باتیں کیں اور فوراً اسے شرافت کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔''

''اس ادھیڑ عمری میں آکر بھی اچھے و برے کی پہچان نہیں ہوگی بیٹا کیا؟''

''اینی وے، کل وہ لڑکی گھر میں نظر نہیں آنی چاہیے، یہ لاسٹ وارننگ ہے آپ کے لیے'' اس نے تنبیہہ کی۔

''اچھا...... اچھا وہ آپ کو نظر نہیں آئے گی'' وہ کہہ کر چلے گئے۔

چائے پینے کے دوران وہ لیپ ٹاپ پر سرچنگ کرنے لگا تھا۔ چند ہفتوں قبل ہی وہ محکمہ وائلڈ لائف کی طرف سے یہاں تعینات ہوا تھا۔ اندرون سندھ کا وسیع و عریض جنگل خوب صورت و اعلیٰ نسل پرندوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں قدیم درختوں کی بہتات تھی جن کی لکڑی نادر و نایاب تھی، ایک عرصے سے ان قدرتی خزانوں کو ضمیر فروش لوگ بے دردی سے لوٹ رہے تھے۔ احد سے پہلے آنے والے آفیسرز ان سمگلرز کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ملی بھگت سے درختوں کی کٹائی اور معصوم پرندوں کو پکڑ کر لے جایا جا رہا تھا...... مگر احد قدرت کے بنائے ان شاہکاروں کے عشق میں مبتلا تھا۔ فیملی بزنس کو چھوڑ کر پپا کی ناراضگی و خفگی جھیل کر یہ جاب کی تھی۔ اس کو بھی پرکشش آفرز ہوئی تھیں، وہ ایمان دار اور اصولوں کا پکا تھا، نہ بکنے والا تھا نہ جھکنے والا، اُلٹا خود پر گھیرا تنگ ہوتے دیکھ کر ان لوگوں نے راہ فرار اختیار کی تھی جو وقتی تھی۔ وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھا اور پوری طرح چوکنا بھی کہ وہ باز نہیں آئیں گے۔

☆☆☆

ماں کے مرنے کے بعد دنیا اس کے لیے ختم ہوگئی تھی۔

وہ ابھی بھی زندہ تھی، اس نے یہی سوچا تھا ماں نہیں رہی تو کیا کرے گی، زندہ رہ کر...... کس کے لیے جیئے گی؟ لیکن چلتی سانسوں نے سوچوں کو شکست دے ہی دی تھی۔ ماضی ڈراؤنے خواب کی مانند سوتے جاگتے مضطرب و بے کل کیا کرتا تھا۔ اس کے باپ نے مردوں کے لیے اس کے دل میں نفرت پیدا کر دی تھی اور ماں کی موت کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ وڈیرے سے اس کا سودا کرنے گیا تھا۔ اس عمل نے تو گویا باپ کی طرف سے دل بالکل پتھر کر ڈالا تھا، وہ اس کے لیے مر چکا تھا۔

اس ریسٹ ہاؤس میں اس کو پناہ مجید بابا نے دی وہ جو ذہنی و جسمانی طور پر بری طرح گھائل تھی، اس خوش اخلاق و نیک شخص نے بیٹی کی طرح اسے ہمت و حوصلہ دیا، زخموں پر مرہم لگایا تحفظ کا احساس دیا۔ پہلی بار اس کو احساس ہوا سارے مرد اس کے باپ کی طرح نہیں ہوتے ہیں۔ ایک ہفتہ لگا تھا پاؤں کے زخم ٹھیک ہونے میں مجید بابا نے خوب تیمارداری کی تھی۔ آنکھیں خشک ہوگئی تھیں لیکن دل کی زمین آنسوؤں سے نم ہی رہتی تھی۔ مجید بابا نے اس سے ایک لفظ نہ پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ رات کی تاریکی میں گھائل حالت میں وہ کہاں سے اور کیوں آئی تھی...... اور یہاں سے کب جائے گی؟ وہ بس کسی صلے کی توقع نہ رکھتے ہوئے اسے زندگی سے قریب لا رہے تھے اور جب نیت غرض و لالچ سے مبرا ہوتی ہے پھر یقین و اعتبار پروان چڑھ جاتا ہے۔ اس نے بنا پوچھے مجید بابا کو اپنا ماضی حرف بہ حرف سنا ڈالا تھا۔

''بیٹیاں رحمت ہوتی ہیں بیٹا! آپ کے والد جہالت کے سبب جان ہی نہ سکے کہ جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے لڑکی! تو زمین میں اتر، میں تیرے باپ کی مدد کروں گا، کس قدر بڑی خوش خبری ہے۔ بیٹیوں

والوں کے لیے رب کی طرف سے ایسی باتیں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔'' ان کو بتاتے ہوئے وہ زاروقطار رو رہی تھی وہ بھی رو پڑے تھے۔

''جو آپ کے ساتھ ہوا بیٹی! اس کو بھولنا آسان نہیں ہے پھر بھی کہوں گا، دکھ کی گھڑیوں کو یاد کرتے رہنا وقت کو برباد کر دیتا ہے آپ کی والدہ میری دینی بہن تھیں اور اتنا ہی وقت ان کے مقدر میں لکھا گیا تھا جو وہ گزار گئیں، آج سے آپ میری بیٹی ہو، کبھی بھی خود کو تنہا مت سمجھنا، میں کل احد بیٹے کے کام سے کراچی جاؤں گا، تو آپ کے لیے کپڑے اور چپل بھی لے آؤں گا اور جو کچھ چاہیے اس کی لسٹ بنا کر دے دو میں لیتا آؤں گا'' ان کا لہجہ بے حد شفقت آمیز تھا۔

''بابا! یہ سوٹ جو میں نے پہنا ہوا ہے کس کا ہے؟'' وہ زیب تن کیے پرپل اور وہائٹ فراک سوٹ کی طرف اشارہ کر کے استفسار کرنے لگی۔

''یہ مونا بیٹی کا سوٹ ہے احد بیٹے سے چھوٹی بہن ہیں وہ، کچھ ہفتے قبل آئی تھیں تو تین دن رہ کر چلی گئی تھیں اور سوٹ یہیں چھوڑ گئی تھیں۔'' معاُوہ باتیں کرتے کرتے سرگوشیانہ انداز میں گویا ہوئے۔

''دیکھو بیٹی، احد میاں کو معلوم نہیں ہے آپ کی یہاں موجودگی کا، پہلی بار میں نے ان سے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور آپ کی موجودگی کو پوشیدہ رکھا ہے''

''لیکن بابا میں کب تک چھپی رہ سکتی ہوں......؟ یہ ممکن نہیں ہے'' احد کی سخت پتھریلی آواز سماعت میں گونجی تو گھبرا کر کہہ اٹھی۔

''اتنے دن بھی تو چھپی رہی ہو نا بیٹی، احد میاں کو معلوم نہیں ہوا آگے بھی معلوم نہیں ہوگا، ویسے بھی وہ صبح کے نکلے شام کو واپس آتے ہیں پھر ریسٹ کر کے رات کو بھی گشت پر نکل جاتے ہیں۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ اپنے پورشن کی طرف رہتے ہیں انیکسی کی طرف نہیں آتے کچن اسی طرف ہونے کی وجہ سے میرا آنا جانا رہتا ہے'' انہوں نے کسی قابل طالب علم کی مانند اپنا سبق فرفر سنایا تھا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے بابا! احد صاحب کو معلوم ہو گیا تو وہ اسی وقت مجھے یہاں سے نکال دیں گے، میں نے دیکھا تھا اس دن ان کا غصہ میرے بابا کی طرح ہے، بے رحم وظالم، عورت کا ذرا بھی لحاظ نہ کرنے والے ہیں وہ بھی''

''ارے اتنا بدگمان ہونا اچھا نہیں ہے بیٹی! میں نے کہا ناں احد میاں جیسے دکھائی دیتے ہیں ویسے نہیں ہیں۔ یہ حالات کی تلخی ہے جو ان سے چمٹ گئی ہے، خیر جلد ہی میں کوئی موقع دیکھ کر ان کو سب کو بتا دوں گا''



''شاہ رخ بھائی! آپ کب تک احد کو اس کی من مانیاں کرنے دیں گے؟ اس کی عمر کے تمام لڑکوں کی شادیاں ہو گئی ہیں۔ خاندان بھر میں باتیں بن رہی ہیں اس کے خلاف، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ'' وہ سب لنچ کرنے میں مصروف تھے تب ہی رامین اپنے مخصوص لہجے میں بولیں۔

''احد ابھی تیس کا بھی نہیں ہوا اور خاندان والوں کو میرے بچے کی شادی سے اس قدر دلچسپی ہے، یہ بھی حیرت انگیز بات ہے لوگ صرف تم سے ہی پوچھتے ہیں مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کرتا'' ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا۔

''بڑی مما! آپ شروع سے لوگوں سے ملتی جلتی کم ہی ہیں، آپ نے تعلقات لوگوں سے محدود رکھے ہیں اور ممی تو خاندان اور باہر کے لوگوں سے ملتی جلتی رہتی ہیں اس لیے ممی سے ہی لوگ پوچھتے ہیں، ممی احد بھائی سے محبت بھی بہت کرتی ہیں اسی لیے لوگوں کے الٹے سیدھے سوالوں سے دکھی ہو جاتی ہیں'' رامین کے برابر میں بیٹھی کاجل نے ماں کے انداز میں ہی جواب دیا تھا۔

''جن لوگوں سے آنٹی ملتی ہیں ان جیسے لوگوں سے نہ ملنا بہتر ہے کاجل آپی! ایسے لوگ دوستی کے قابل نہیں ہوتے جو ہر وقت دوسروں کے معاملات کی کھوج میں رہیں، حسد و غیبت میں مبتلا رہیں دوسروں کا تماشا بنانا جن کا محبوب مشغلہ ہو'' مونا نے نرمی سے کہتے ہوئے ماں کی طرف داری کی۔

''رامین اور کاجل درست کہہ رہی ہیں بیٹا! باتیں بنانا دنیا کا دستور ہے اور جب بات ہم جیسے لوگوں کی آتی ہے تو لوگ بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں کیونکہ اللہ کے حکم سے ہمیں عزت بھی ملی ہے اور نام بھی، جس کو اس بدبخت نے رسوا کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رکھا'' بارعب و باوقار شاہ رخ صاحب کے لہجے میں دکھ و ملال کی گہری تہہ تھی انہوں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا تھا۔

''یہ غلط روش ہے پپا! جب ہم کسی کے پرسنل افیئر میں انٹرفیئر نہیں کرتے پھر کسی کو بھی ہمارے ذاتی معاملات میں تاک جھانک کی ضرورت نہیں ہے''

''لیکن...... لوگوں کی روٹین کا حصہ بن گیا ہے خوش رہنا نہ دوسروں کو خوش رہنے دینا، عجیب دستور فروغ پا رہے ہیں دوسروں کے غموں سے خوشیاں کشید کرتے ہیں لوگ، اسی لیے ناآسودہ و ذہنی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں''

''مونا بیٹا! اسٹرونگ سی چائے بنا کر لائیں'' شاہ رخ صاحب اٹھ گئے۔ ان کے لہجے میں تھکن اتر آئی تھی احد کا ذکر ان کو خلفشار میں مبتلا کر دیتا تھا۔ وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھے تو مونا اور ربیعہ سے بھی نہیں کھایا گیا وہ بھی ان کے پیچھے ہی اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ ٹیبل کھانوں سے بھری تھی۔

کاجل اور رامین نے مسکراتی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر روسٹڈ چکن سے پلیٹیں بھریں، کیچپ، مایونیز، سلاد رائتہ ڈال کر مزے سے کھاتی ہوئی کہنے لگیں۔

''کیا سمجھا تھا اس احد کے بچے نے، میری کاجل کو ٹھکرا کر اس گھر میں رہ پائے گا؟ ہونہہ دیکھنا ابھی گھر اور شہر سے دور کیا ہے میں اسے ملک سے باہر نکلوا کر چھوڑوں گی، میرا ڈسا پانی نہیں مانگتا'' ان کا لہجہ زہر آلود تھا۔

''ممی! میں نے بھی کتنی منتیں کی تھیں اس کی کہ مجھ سے شادی کر لو...... مگر اس کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے، میری ایک نہیں مانی اس نے، ایک ادا سے نہ پگھلا، اس کے ہاتھوں اپنی انسلٹ میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی ہوں'' کھاتے ہوئے وہ بری طرح روہانسی ہو گئی رامین تڑپ کر بولیں۔

''میں بھی انگاروں پر لوٹ رہی ہوں کاجل! اس نے تمہاری نہیں میری بے عزتی کی ہے، اگر بھابی بیگم اس مجید کو ساتھ نہ کرتیں اس کے تو میں جنگل میں منگل اس کا کب سے منوا چکی ہوتی، مگر مجھے پتہ ہے وہ بڈھا سائے کی طرح اس کے ساتھ ہوگا۔ یہاں بھی میرا بہت کام بگاڑا ہے اس بڈھے نے''

''ایک کمزور بڈھے اور وہ بھی ملازم سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے؟'' اس نے ان کی بات کا مضحکہ اڑایا تو وہ جل کو گویا ہوئیں۔

''ارے بڑا میسنا و مکار بڈھا ہے وہ، بھابی اور احد پر جان دیتا ہے''

☆☆☆

اس نے اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا، تدبیر، تقدیر کسی نے ساتھ نہیں دیا تھا۔ مجید بابا کے موبائل سے کئی بار میڈم مہ جبین کو کال کرتی رہی تھی اور ہر بار ان کے تینوں نمبرز آف ملے تھے ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ نمبرز آف کرنے پر مجبور تھیں۔ مجید بابا کی صورت میں اس کو بہت بڑا سہارا ملا تھا وہ اس کا پوری طرح خیال رکھتے تھے، بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے تھے ان کی بدولت ہی وہ احد کی نگاہوں سے محفوظ تھی۔

ویسے بھی وہ اردگرد سے لاتعلق اپنی دنیا میں مگن رہنے والا بندہ تھا، جس کو اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا اور آج کل تو وہ زیادہ تر راتیں بھی ان حساس جگہوں کی نگرانی میں گزار رہا تھا جہاں کچھ دنوں سے پراسرار نقل و حرکت محسوس کی جا رہی تھی۔ یقیناً یہ وہی لوگ تھے، جو دوسرے افسران کی پشت پناہی میں نایاب درختوں، پرندوں اور قیمتی دھاتوں کی چوری میں ملوث رہے تھے۔ احد کی طرف سے تعاون نہ ملنے پر پہلے ان لوگوں نے اسے لمبی لمبی آفرز کی پھر بات نہ بننے پر دھمکیاں اور دو تین مرتبہ اس پر حملے بھی ہوئے تھے جن میں دوبارہ وہ بچ نکلا تھا، تیسری بار گولی اس کے بازو کو چھوتی گزر گئی تھی اور اس کو خوف میں مبتلا کرنے کے بجائے اس کے عزم و حوصلے کو مضبوط کر گئی تھی۔ یہ سب معلومات اسے وقتاً فوقتاً مجید بابا دیتے رہتے تھے۔

گھر کا سودا سلف اور دیگر اشیاء کی خریداری کے لیے آج صبح ہی وہ شہر چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے انیکسی کی صفائی کی پھر احد کے کمرے سے ملحقہ مجید بابا کے کمرے کو صاف کرنے لگی تھی، ان کا کمرہ بھی ان کے مزاج کی طرح سادہ اور خوب صورت تھا۔ سنگل بیڈ، نماز کی چوکی اور چھوٹے سے ریک میں موجود قرآن پاک اور دیگر اسلامی کتب، ان کے مذہبی ذوق کی آئینہ دار تھی، وہ بڑے عقید بھرے انداز میں وہاں سے نکلی تھی۔

پرشکوہ لاؤنج سے گزرتے ہوئے احد کے کمرے کے دروازے پر نگاہ پڑی تھی۔ براؤن دروازے پر خوب صورت پھولوں کی باسکٹ سجی تھی، کھڑکیوں کے شیشوں پر دبیز پردوں کی خوب صورتی باہر سے ہی نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی، اندر سے اس کی آرائش یقیناً قابل دید ہوگی وہ سوچتی ہوئی انیکسی میں آ گئی تھی۔ اس نے کچن میں آ کر چیز سینڈوچ اور چائے تیار کی۔

مجید بابا بھی شام تک واپس آتے اور احد کی بھی کوئی خاص میٹنگ تھی، اس کو بھی واپسی میں رات ہونی تھی وہ فریز روغیرہ کی صفائی کر کے لنچ سیڈوچ چائے کی صورت میں ٹرے میں سجائے لان میں چلی آئی تھی۔ شدید گرمی کے بعد آج آسمان گھرے سرمئی بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی۔

اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی، ابھی بیٹھنا ہی چاہتی تھی کہ گیٹ کے باہر کار رکنے کی آواز آئی اور وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔

''بابا کہہ رہے تھے اس کی خاص میٹنگ ہے رات تک آئے گا اور یہ ابھی آ گیا ہے، کیا کروں'' وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی باہر سے لاک کھولا جارہا تھا، ٹرے اٹھانے کا بھی وقت نہ رہا تھا، وہ بھاگتی ہوئی انیکسی میں گم ہوئی تھی۔

عین اسی لمحے وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ ٹیبل کے قریب آ کر ٹرے سے کور ہٹایا تھا، گرم سینڈوچ، خوشبودار چائے۔

''بابا، بالکل مما کی طرح خیال رکھتے ہیں آپ میرا، سر میں درد ہو رہا تھا اس لیے میں ہیوی لنچ چھوڑ کر چلا آیا تھا، یہی سوچتا آیا تھا کہ آپ سے سینڈوچ اور کافی کا کہوں گا، آپ نے یہاں چائے تیار کر رکھی ہے خیر یہ بھی اسٹرونگ مزے دار ہے، کچھ دنوں سے بابا ہر چیز ٹیسٹی بنانے لگے ہیں'' وہ ایک کے بعد ایک سینڈوچ کھاتا ہوا تصور میں ان سے ہم کلام تھا، کھانے کے دوران اس کا ذہن آج کی میٹنگ کی طرف مڑ گیا جہاں اس جیسے محب وطن وایمان دار، افسران نے شرکت کی تھی اور وہاں ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا تھا کہ اس علاقے کا ایک وڈیرہ عاشق علی ان اسمگلرز کو سپورٹ کرتا ہے اس کے آدمی بھی ان ملک دشمن عناصر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں لیکن وہ بے حد مکار و ہوشیار آدمی ہے۔ وہ اس صفائی سے اس جرم میں شامل تھا کہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ چھوڑتا تھا اور وہ اس کو بے نقاب کرنے کا عہد کر کے وہاں سے اٹھا تھا۔

سینڈوچ کی پلیٹ صاف کر کے چائے کا آخری گھونٹ بھرا تھا، معاً ذہن میں دھاکہ ہوا، صبح بابا اس کے ساتھ یہاں سے نکلے تھے، وہ آفس چلا گیا تھا اور ڈرائیور کے ہمراہ ان کو گروسری کے لیے بھیج دیا تھا ان کی واپسی اتنی جلد ممکن نہ تھی پھر؟ ''یہ سب کون بنا کر رکھ گیا؟'' مگ رکھتا ہوا وہ سخت متعجب و متفکر تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف جنگل تھا اور کچھ فاصلے پر دریا بہتا تھا، وہاں کوئی آبادی نہ تھی اگر کوئی آباد ہوتا بھی تو لاکڈ گیٹ سے کس طرح یہ سب اندر رکھ کر جا سکتا تھا؟ یہ تو کسی نے یہیں بنائے تھے اور کس نے بنائے تھے یہ سوالیہ نشان اس کے وجیہہ چہرے پر تردد پھیلانے لگا۔ وہ آنکھیں بند کر کے ذہن کے جھروکے میں جھانکنے لگا اور چند ہفتے قبل کی وہ صبح یاد آ گئی جب وہ لڑکی چھپ کر ان کی گاڑی میں یہاں تک آئی تھی اور گئی تھی یا...... نہیں......؟

اس نے کچھ دیر بیٹھے بیٹھے سوچا پھر اٹھ کر انیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ خوف و وحشت سے اس کا برا حال تھا، بھاری قدموں کی آوازیں قریب سے قریب تر آ رہی تھیں وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی کوئی جائے پناہ دکھائی نہ دے رہی تھی۔ قدموں کی آواز دروازے کے باہر رک گئی تھی ساتھ اس کے دل کی دھڑکن بھی...... دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور وہ سامنے تھی، براؤن اجرک میں لپٹی آنکھیں بند کیے دیوار سے لگی کھڑی تھی، بند پلکوں میں تیزی سے لرزش ہو رہی تھی۔

''ہوں...... میرا شک سچ نکلا، تم یہیں موجود ہو، میری مرضی، میری پرمیشن کے بغیر میرے گھر میں رہ رہی ہو؟'' چند ثانیے اسے گھورنے کے بعد گویا ہوا۔

''کون ہو تم...... کہاں سے آئی ہو...... یہاں آنے کا مقصد کیا ہے تمہارا سچ سچ بتاؤ؟'' بے اعتباری، نفرت و گریز اور بے انتہا شکوک و شبہات کے اژدھے اس کے لہجے میں پھنکار رہے تھے اور وہ پل بھر میں نیلوں نیل ہو گئی تھی، زبان گویا پتھر بن گئی۔

''دیکھو میں تمہارے خاموشی اور ان جھوٹے آنسوؤں کے فریب میں آنے والا نہیں ہوں، جو حقیقت ہے وہ

شرافت سے بتادو' وہ سینے پر بازو باندھے اس کے مقابل موجود تھا، رائمہ اس کے جارحانہ و بے لچک رویے کے آگے کچھ بول نہیں پارہی تھی، صرف آنسوؤں کی برسات تھی جو تیز ہوتی جارہی تھی۔

''مائی فٹ! ابھی اور اسی وقت نکلو میرے گھر سے میں جانتا ہوں خوب اچھی طرح سے تم جیسی لڑکیوں کو گھروں سے بھاگ جاتی ہیں لڑکوں کے چکروں میں، جب لڑکے اپنا مطلب نکل جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو پھر اس طرح بھیگی بلی بن کر تم جیسی لڑکیاں دوسروں کے گھروں کو آلودہ کرنے کے لیے گھس جاتی ہیں' وہ جس قدر خوب صورت تھا، دل اس کا اس قدر ہی بدصورتی سے بھرا پڑا تھا رائمہ بے بسی بھرے انداز میں صفائیاں پیش کررہی تھی خود پر گزری سنانا چاہ رہی تھی کہ شاید اس کا پتھر دل پگھل جائے بابا کی واپسی تک وہ اسے برداشت کرے......مگر وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا، الزامات کی بوچھاڑ کردی تھی۔

''پلیز، مجھ پر رحم کریں، میں کہاں جاؤں گی؟'' اس نے ہاتھ جوڑ کر فریاد کی۔

''یہ تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب والدین کی عزت نیلام کرکے گھر سے نکلی تھیں، تم جیسی تھرڈ کلاس لڑکیوں کی پرچھائیوں سے بھی نفرت ہے مجھے......''

''آپ بابا کی واپسی تک مجھے یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں''

''ہرگز نہیں، تم کیا سمجھتی ہو وہ تمہیں پھر سے بچالیں گے؟ جواب ان کو بھی دینا پڑے گا کیا سوچ کر وہ تمہیں مجھ سے چھپاتے رہے ہیں؟ میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی ایسی کیا وجہ تھی جو سالوں کی رفاقت پر حاوی ہوگئی؟'' اس کا ہر لفظ انگارہ بن کر اس کے حساس دل کو داغ رہا تھا بنا کسی لحاظ کے روبرو کھڑے ہو کر اس کے کردار پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔

''اللہ کے واسطے صرف بابا کو آنے دیں، پھر جو آپ کہیں گے وہ کروں گی'' وہ عزت نفس کو بھلائے اس کی منت سماجت کررہی تھی اور اللہ کے نام پر اس کی پیشانی پر پڑی شکنوں میں کمی آئی تھی، تیور بھی ڈھیلے ہوئے تھے۔

''ٹھیک ہے وہ آنے والے ہیں تب تک یہاں موجود رہو تم، ان کے آنے کے بعد بھی تم یہاں دکھائی دیں تو دھکے مار کر نکال دوں گا، یہاں سے یہ یاد رکھنا تم'' اس کے سامنے دوسرا ''اسلام الدین'' عرف سلامو کھڑا تھا جو عورت کی خاطر و تواضع گالیوں اور جوتی کی مار سے کرنا فخر سمجھتے ہیں، جن کے نزدیک عورت دنیا کی وہ حقیر ترین شے تھی جو نہ عزت کے قابل تھی، نہ عنایت کے لائق، اس کا باپ ایک غریب ان پڑھ جاہل آدمی تھا اور وہ سامنے کھڑا شخص ویل ایجوکیٹڈ، ویل آف رچ فیملی سے تعلق رکھتا تھا، مگر دونوں کی ذہنیت ایک تھی، جنس ایک تھی، عورت کو حقیر سمجھنے کا جذبہ ایک تھا وہ دونوں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ وہ وارننگ دے کر اپنے روم میں چلا گیا تھا۔

رائمہ کے زخموں کے کھرنڈ پھر سے اکھڑنے لگے، ماں کی جدائی اور بے آسرا ہونے کے غم پر وہ بلک بلک کر رونے لگی جس کردار کو وہ سینت سینت کر رکھتی آئی تھی، اس کو بے رحم و مغرور شخص نے داغدار کردیا تھا۔



''ارے بیٹا! آپ کو معلوم ہے بیٹیاں میری شروع سے کمزوری رہی ہیں پھر وہ رائمہ بٹی تو پہلے دن سے مظلوم و معصوم لگی تھی اور جب اس نے اپنی زندگی کی کہانی سنائی تو اس کے بدقسمت باپ کی لالچ و بے رحمی پر تاسف ہوا جس نے

ساری زندگی نہ شوہر ہونے کا حق ادا کیا نہ باپ کا ہی فرض نبھایا اور بے حمیت آدمی نے بیٹی کا سودا وڈیرے عاشق علی سے طے کر دیا'' بابا مجید آتے ہی سیدھے احد کے روم میں چلے گئے تھے تاکہ پہلے اس کا منگوایا گیا سامان حوالے کر سکیں۔

وہاں وہ پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا ان کو دیکھتے ہی پھٹ پڑا اور خاموشی سے سب سننے کے بعد وہ رسانیت بھرے لہجے میں رائمہ کی زبانی سننے والی تمام کہانی اس کو بھی سنا بیٹھے اور سچائی میں ایک طاقت ہوتی ہے جو سامنے والے پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ احد بھی رائمہ کے متعلق سن کر اپنے خیالات پر خجل سا ہو گیا تھا۔

''یہ سب آپ مجھے پہلے بھی بتا سکتے تھے، میں نے اسے کریکٹرلیس سمجھا تھا''

''ہر روز کوشش کرتا تھا بتانے کی مگر آپ آج کل بزی اتنے ہوتے ہیں کہ وقت ہی نہیں مل پار ہا تھا روز یہی سوچتا تھا کل بتاؤں گا'' احد کو بتا کر ایک بوجھ سا سینے سے ہٹ گیا تھا وہ شاپرز اٹھائے انیکسی میں آ گئے، کچن کا سامان کچن میں رکھ کر وہ رائمہ کے لیے لائے گئے سوٹ، شیمپو اور نمکو، چاکلیٹس وغیرہ کے پیکٹس شاپر میں ڈالے رائمہ کو پکارتے ہوئے اس کے روم کی طرف آئے مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ کمرہ، راہداری، واش روم، کہیں بھی نہیں تھی وہ، شاپر ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ گھبرا کر باہر آئے۔

''کیا ہوا بابا! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' وہ گیٹ کی طرف جاتا ہوا رک گیا۔

''رائمہ...... بیٹی اندر نہیں ہے'' وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے۔

''اندر نہیں ہے! وہ شاید واش روم میں ہو گی، کہاں جائے گی؟''

''سب جگہ دیکھ لیا ہے میں نے، وہ کہیں بھی نہیں نا معلوم کیا کیا کہہ دیا ہے آپ نے وہ باحیا و شریف لڑکی برداشت نہ کر سکی اور چلی گئی'' بابا روہانسے ہو رہے تھے اور احد کو بھی اپنی کہی باتوں کی سنگینی کا احساس شدت سے ہونے لگا، وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''کہاں جائے گی، وہ زیادہ دور نہیں گئی ہو گی، آیئے آپ میرے ساتھ'' موسم ابر آلود تھا شام کے سرمئی اجالے اندھیروں میں بدل رہے تھے۔ گاڑی درختوں کے درمیان کچی پکی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ پرندے درختوں میں بنے اپنے گھونسلوں کی جانب بڑھ رہے تھے، ان کی آوازیں اور پروں کی پھڑ پھڑاہٹوں سے فضا گونج رہی تھی، جیپ احد ڈرائیو کر رہا تھا ساتھ والی سیٹ پر مجید بابا بیٹھے تھے، دونوں کی نگاہیں اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں، خاصی آگے آنے کے بعد بھی رائمہ نہیں ملی تھی، مجید بابا کے ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے تیزی سے گرنے لگے تھے۔

''بیٹا! میرے دل کی عجیب حالت ہو رہی ہے آپ گاڑی دریا پر بنے پل پر لے لو'' اس نے پل کی طرف جانے والے راستے پر گاڑی ڈال دی اور جن دلوں میں خلوص صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے بیدار رہتے ہیں وہاں راہ دکھائی دینے لگتی ہے آہستہ آہستہ پل کی بلندی پر چڑھتی اردگرد سے بے خبر وہ لڑکی رائمہ ہی تھی۔

بابا میں بجلی دوڑ گئی اور وہ پھرتی سے اتر کر اس کی طرف بڑھے، وہ بھی باہر نکل آیا تھا مگر اس طرف نہیں گیا، جہاں وہ اسے کسی چھوٹی بچی کی مانند سمجھانے، بہلانے کی سعی کر رہے تھے اور وہ کسی ضدی بچے کی طرح مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی اس کو ایسے جذباتی مناظر سے کوئی دلچسپی نہ تھی، وہ صرف ضمیر کی صدا پر ان کے ساتھ چلا آیا تھا، جو اسے ضربیں لگا رہا تھا۔

دریا کا پانی روانی سے بہہ رہا تھا، پرندوں کی بڑی تعداد کنارے پر پانی پینے میں مصروف تھی، رنگین چڑیائیں، طوطے، کبوتروں، بٹیروں، تیتروں کی تعداد نمایاں تھی، یہاں دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہ تھا یہاں سے گزر کر چند میل کا فاصلہ عبور کر کے اس کا پاٹ چوڑا ہونا شروع ہوتا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر جنگلی پھولوں و پھلوں کے درختوں کی بہتات تھی۔ جہاں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اتر رہے تھے، ماحول میں عجیب سی نغمگی تھی۔ قدرت کی ایسی تخلیقات اسے اس طرح مبہوت کر دیا کرتی تھیں۔

''احد بیٹا! چلیں''اس نے چونک کر بابا کو دیکھا قریب کھڑے تھے اور وہ جیپ میں بیٹھ رہی تھی، گویا ان کے مذاکرات کامیاب ہو چکے تھے۔

''اللہ کا بے حد کرم ہے بیٹا! جو بروقت ہم یہاں پہنچ گئے، وگرنہ ذرا بھی دیر ہوتی تو وہ دریا میں چھلانگ لگا چکی تھی''اس نے کچھ نہیں کہا خاموشی سے بیٹھ کر جیپ اسٹارٹ کر دی تھی، وہ پیچھے سر جھکائے ابھی بھی رونے میں مصروف تھی۔ گھٹی گھٹی سسکیاں گاری میں گونج رہی تھیں۔

''بہت غلط فیصلہ کیا بیٹی تم نے، اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے حالات کتنے ہی برے، ناقابل برداشت کیوں نہ ہوں، بندوں کو کبھی بھی اپنے پروردگار سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، خودکشی بھی ناامید ہونے کو کہتے ہیں اور یہ سخت ترین گناہ ہے بیٹی! معافی مانگو اپنے رب سے وہ غفور الرحیم معاف کرنے والا ہے''وہ گردن موڑے شفقت بھرے انداز میں اسے سمجھا رہے تھے۔

''میں کس کے لیے جیوں بابا! میرے لیے سارے در بند ہو گئے ہیں، کون ہے میرا؟ کہاں...... کس کے پاس جاؤں گی میں؟ آج ایک انگلی میری طرف اٹھی ہے کل میں کس کس کو اپنے کردار پر کیچڑ اچھالنے سے روکوں گی؟ کس طرح خود کو محفوظ کروں گی؟''اس کے دھیمے لہجے میں کچھ ایسی تڑپ تھی، کچھ ایسی کسک تھی جو احد کو چونکا گئی تھی۔ ایسی ہی جان لیوا تنہائی کا دکھ اسے بھی تھا، اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ تنہا کر دیا گیا تھا، وہ مرد ہو کر بھی اس تنہائی کے کرب کو محسوس کر رہا تھا پھر وہ تو ایک نازک سی لڑکی تھی جس کا دنیا میں کوئی نہ رہا تھا۔

''بیٹی! ایک در بند ہوتا ہے تو پروردگار عالم، کئی در کھول دیتا ہے دکھوں کے بعد خوشیاں بھی آتی ہیں بندہ بے صبرا ہے جو جلد اپنے رب سے مایوس ہو جاتا ہے، مگر وہ رب کریم...... بندوں سے کبھی غافل نہیں ہوتا''ٹپ ٹپ بوندیں گرنے لگی تھیں۔ ہوا رک گئی تھی، اندھیرا بڑھنے لگا تھا۔ اس نے رفتار تیز کر دی اور ریسٹ ہاؤس پہنچتے پہنچتے موسم بھرپور انگڑائی لے چکا تھا۔ گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی۔

''بیٹی! جو ہوا اسے بھول جاؤ، شاید یہ سب اسی طرح ہونا لکھا تھا''وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئے تھے جس کی آنکھیں گریہ وزاری کے باعث سوج گئی تھیں، چہرہ اور ناک بری طرح سے سرخ ہو رہی تھی۔

''بابا! انہوں نے میرے کردار پر حملہ کیا...... مجھے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کہا...... یہ سچ ہے میں گھر سے بھاگی تھی مگر اپنی عزت بچانے کے لیے...... اگر ماں زندہ ہوتی تو میں کبھی ایسا نہیں کرتی، گھر ہی تو عورت کی پناہ گاہ ہے''

''میں نے کہا ناں رائمہ! احد میاں کی باتوں کا برا نہیں مانو، پھر ان کو تمہارے بارے میں کچھ پتہ ہی نہ تھا گھر

سے بھاگنے والی بات بھی ...... بس یونہی کہہ دی کہ آج کل لڑکیوں کا بھاگنا بھی چلن بن کر رہ گیا ہے"

"بابا! آپ بھی تو ایک مرد ہیں کس طرح پہلی نظر میں آپ نے عزت دی، بیٹی سمجھ کر میرے مان کو بڑھایا، پر وہ کیسے مرد ہیں جو عورت کی عزت کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ عورت کو اہمیت دینا ان کی شان کے خلاف ہے"

"احد میاں کا ان مردوں میں شمار نہیں ہوتا ہے جو عورتوں کو حقیر سمجھتے ہیں، بہت نفیس واعلیٰ طبیعت پائی ہے انہوں نے، تم سے غصے میں جو کچھ بھی کہا وہ اس پر شرمندہ ہیں بیٹی! تم اپنا دل صاف کر لو ان کی طرف سے"

"کیا انہوں نے کہا وہ شرمندہ ہیں اپنے رویے پر؟" وہ بے ساختہ بولی۔

"تم نے دیکھا وہ میرے ساتھ تمہاری تلاش میں گئے تھے پھر کچھ کہے بنا، سارے راستے ہماری باتیں سنتے آئے تے، ان کی خاموشی ہی اصل میں شرمندگی ہے وگرنہ....." وہ چپ ہوئے تو کچھ توقف کے بعد رائمہ کہہ اٹھی۔

"کہیے نہ آپ چپ کیوں ہو گئے......؟"

"مردوں سے زیادہ عورت کے کردار کو کوئی دوسرا پہچان نہیں سکتا، تمہاری اس گھر میں دوبارہ واپسی تمہاری کردار کی پاکیزگی کی گواہ ہے چلو بیٹی! رات ہوگئی ہے اور لگتا ہے بادل بھی ٹوٹ کر برسیں گے آج، تم کھانا کھالو، میں احد میاں کے لیے کافی لے کر جا رہا ہوں" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں کافی بنا دوں، آپ بیٹھ جائیں" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے کافی بنالی ہے تم کھانا کھا کر سو جاؤ" وہ کافی لے کر آئے تو احد نائٹ سوٹ میں صوفے پر سوچوں میں گم بیٹھا تھا، ایک فائل ٹیبل پر کھلی پڑی تھی ان کو دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"بابا! آپ جانتے ہیں اس لڑکی کو یہاں پناہ دے کر میرے لیے کتنی پرابلمز کری ایٹ کر دی ہیں آپ نے؟ کوئی گھر سے بنا انفارمیشن کے یہاں آجائے تو پھر...... کس طرح میں اپنا اور اس لڑکی کا دفاع کروں گا؟" اس کا سخت متفکر لہجہ وسنجیدہ انداز کافی کا مگ رکھتے بابا کو بھی فکر مند کر گیا۔

"یہ بھی آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ رامین آنٹی میرے خلاف نت نئے سازشی جال بنتی رہتی ہیں، کاجل سے شادی نہ کرنے کی سزا میں وہ مجھے ملک بدر کروانا چاہتی ہیں" وہ ہنوز اسی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"رامین بہو، ہونہہ...... عجیب بے ضمیر عورت ہیں خوف خدا ان کے دل میں بالکل بھی نہیں ہے۔ اپنی لاڈلی بیٹی کے سیاہ کرتوت چھپائے دوسروں کی عزتوں پر دھول ڈال رہی ہیں...... میں صرف بڑے صاحب کی عزت کے خیال سے چپ ہوں، ورنہ ان کا کچا چٹھا خوب جانتا ہوں"

"پپا کبھی یقین نہیں کریں گے، ان کو مرحوم بھائی کی بیوی اور بیٹیوں پر بھرپور یقین ہے وہ مما کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے ہیں پھر......"

"بالکل فکر مت کریں بیٹا! ایسا کچھ نہیں ہوگا، آپ کی نیت صاف ہے اور رائمہ بیٹی کی یہاں موجودگی کسی غلط راہ پر نہیں لے کر جائے گی، آپ یہاں پر وہ وہاں ہے، یہ اللہ دیکھ رہا ہے"

"بے شک اللہ دیکھ رہا ہے اللہ ہماری نیت بھی خوب سمجھتا ہے مگر لوگوں کا کیا کریں گے؟ جو شیطانی بہکاوں میں

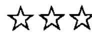
بہک کر لمحے بھر میں بے عزت کرڈالتے ہیں" وہ ان کی سمجھ نہ آنے والی منطق سے بیزار ہو کر جھنجلایا۔

"میں کیا کروں بیٹا! اس جوان جہان لڑکی کو کہاں چھوڑ آؤں؟"

"کوئی تو اس کا رشتے دار ہوگا چچا، تایا، ماموں، خالو......"

"کوئی بھی نہیں ہے، وہ بے چاری رشتوں کے معاملے میں محروم رہی ہے"

"میں اسے اپنے درمیان رکھ کر کسی مسئلے میں پھنسنا نہیں چاہتا، آپ پہلی فرصت میں اسے کسی ٹرسٹ یا ایدھی ہوم میں چھوڑ آئیں، میں بھاری ڈونیشن دینے کو تیار ہوں مگر کسی ذلت و رسوائی کا داغ پیشانی پر لگانے کو تیار نہیں، وہ لڑکی یہاں نہیں رہ سکتی" بلیک کافی کی ساری کڑواہٹ اس کے لہجے میں ابھر آئی تھی۔



بارش پورے ہفتے ہوتی رہی تھی اس ہفتے احد گھر بہت کم آیا تھا خصوصاً راتیں ان ٹھکانوں پر گزری تھیں جہاں اسمگلرز کی خفیہ آمد و رفت کی کئی نشانیاں ملی تھیں اور اس کی مسلسل نگرانی کے باعث دشمنوں کو موقع نہیں مل پایا تھا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوسکیں۔

"بابا! میں نے کھانا پیک کردیا ہے اور کافی اور گرین ٹی بھی ڈال دی ہے اور کیا رکھنا ہے......؟" وہ سامان ان کو دیتی ہوئی بولی۔

"سب سامان پورا ہوگیا ہے بیٹی! احد میاں ٹائم سے کھاتے پیتے ہیں مگر ان کے ساتھ جو ٹیم ہے ان لوگوں کی وجہ سے اتنا اہتمام کرنا پڑ رہا ہے، احد میاں خاندانی سخی ہیں خود خواہ بھوکے رہ لیں، لیکن ان کے ساتھی بھوکے نہیں رہ سکتے" وہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ باہر ڈرائیور موجود تھا اس کے ساتھ تو وہ روز جاتے تھے، احد کو اپنے سامنے کھانا کھلا کر ڈرائیور کے ہمراہ واپس لوٹتے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

ابر آلود ہوائیں چل رہی تھیں بارش رکی ہوئی تھی، ہر سو ایک سناٹا چھایا ہوا تھا، اس کا دل بے کل ہونے لگا، وقت اسے کہاں لے آیا تھا، اجنبی و بیگانے لوگوں کے سنگ وہ رہ رہی تھی، جن میں سے ایک نے اس کے سر پر شفقت کی چادر ڈالی اور باپ سے بڑھ کر چاہنے لگے تھے جبکہ احد کی نگاہوں میں اس نے سخت بےزاری و سرد مہری دیکھی تھی، اس کا ہر انداز کہتا تھا وہ یہاں سے چلی جائے جس کا اظہار وہ بلا جھجک کئی بار اس سے کر چکا تھا۔

"آپ کے حالات جان کر ہمدردی ہے مجھے مس! بٹ آپ کو یہاں سے جانا ہوگا، میں آپ کی موجودگی کا ریزن کس کس کو دوں گا؟" وہ پہلی مرتبہ سنجیدگی سے نرم انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

"آپ کو اپنے لیے خود فیصلہ کرنا ہوگا محترمہ! مجید بابا آپ کو ایدھی ہوم میں چھوڑنے پر راضی نہیں اور میں آپ کو ساتھ رکھنے پر"

"میں آپ کے ساتھ نہیں انیکسی میں رہتی ہوں" وہ اس کی روز روز کی یہی تکرار سن کر سخت لہجے میں بولی۔

"یہ انیکسی اسی گھر کا حصہ ہے جس میں میری رہائش ہے" اس کے بااعتماد و پرسکون انداز پر وہ ششدر سارہ گیا تھا۔

"جی...... مجھے معلوم ہے اور میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی خواہ کچھ بھی ہو"

''وہاٹ! مان نہ مان تیرا مہمان زبردستی ہے کیا؟''

''آپ جو بھی سمجھیں، اگر آپ نے زبردستی کی کوشش کی تو میں دریا میں چھلانگ لگادوں گی، میری موت کے ذمے دار آپ ہوں گے''

''یہ سب بابا نے سکھایا ہے تمہیں ہونہہ، گوٹوہیل''

آج صبح آفس جانے سے قبل وہ پھر انیکسی میں آکر تکرار کرنے لگا تھا اور اس کے دوبدو جواب دینے پر وہ بڑبڑاتے ہوئے چلا گیا تھا۔

''بابا! کچھ زیادہ تو نہیں کہہ دیا میں نے وہ غصے میں گئے ہیں'' اس کے جانے کے بعد وہ اندر بیٹھے مجید بابا کے پاس سہمے ہوئے انداز میں آئی۔

''نہیں ......نہیں ......اب وہ تمہیں ہر وقت جاؤ جاؤ نہیں کہیں گے، میں ان کے مزاج کو اچھی طرح جانتا ہوں، وہ کبھی نہیں چاہیں گے ان کی وجہ سے کسی کی جان جائے ابھی کچھ عرصہ وہ بھول جائیں گے'' اپنی پلاننگ پر کامیاب ہونے پر ان کی خوشی دیدنی تھی۔

اس کے دل پر بوجھ آن گرا تھا اس پر زبردستی مسلط ہونا برا لگ رہا تھا۔ گلابی رخساروں پر آنسو جھرنوں کی طرح بہہ رہے تھے، اپنی حرماں نصیبی پر، اپنی بدبختی پر، ماں کو قتل ہوتے دیکھ کر بھی زندہ تھی، گھر سے بے گھر ہو کر بھی سانسیں چل رہی تھیں ......ان سانسوں کی بقاء کے لیے اس نے بابا کی ذمے داریاں خود اٹھالی تھیں۔

☆☆☆

رات کا نامعلوم کون سا پہر تھا اچانک فضا فائرنگ سے گونج اٹھی تھی۔ شدید فائرنگ تھی، گہری نیند سے وہ بیدار ہوئی اور دوپٹہ اوڑھ کر سلیپر پہنتی وہ پھرتی سے باہر نکل آئی تو بابا بھی سرخ دھاریوں والا سفید رومال کاندھے پر ڈالتے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔

''بابا! یہ فائرنگ کیوں ہو رہی ہے......؟'' وہ سخت خوف زدہ تھی۔

''اللہ خیر کرے، بہت شدید فائرنگ ہے آج احد بیٹے کا دشمنوں سے سامنا ہو گیا ہے یا اللہ! احد میاں اور ان کے ساتھیوں کو اپنی امان میں رکھنا، آمین'' وہ دعا کرتے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے تھے وہ ان کی طرف بڑھی تھی۔

''بابا...... بابا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ بارش بھی تیز ہو رہی ہے''

''میں احد میاں کے پاس جا رہا ہوں، ایسے کٹھن وقت میں، میں ان کو تنہا نہیں چھوڑوں گا'' وہ اس وقت بے حد جذباتی ہو رہے تھے۔

''موسم بھی خراب ہے بابا! پھر آپ کے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ گاڑی اس برستی اندھیری رات میں آپ خود کو ہی نقصان پہنچالیں گے''

''میں نے بہو بیگم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ مشکل وقت میں احد میاں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، مر جاؤں گا، دغا نہیں دوں گا''

''یہ دعا نہیں ہے آپ پر اپنی زندگی کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے۔ آیئے ہم اندر چل کر نماز پڑھتے ہیں اور ان کی خیریت کی دعا کرتے ہیں، آپ کو معلوم ہے ناں دعا مانگنا ہر حال میں بہترین عمل ہے''

''ہاں چلو بیٹی! میرا دل بیٹھا جا رہا ہے خدا جانے کیا ہونے والا ہے؟'' مجید بابا کی بے قراری ساری رات رہی تھی وہ نوافل ادا کرتے، دعائیں کرتے پھر کھڑکی میں کھڑے ہو کر ورد کرتے ہوئے باہر کی سن گن لینے کی سعی کرتے تھے۔ فائرنگ گھنٹوں تک وقفے وقفے سے ہوتی رہی تھی اور ساتھ بارش بھی ٹوٹ کر برس رہی تھی۔ بابا احد کو کال کر رہے تھے مگر سگنل ڈاؤن تھے۔ احد سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا وہ دونوں ہی ایک جگہ پر ہم مزاج تھے۔ وہ مردوں پر اعتبار نہیں کرتی تھی، وہ لڑکیوں کو وقعت نہ دیتا تھا، ناپسندیدگی کے باوجود بھی رات کے نامعلوم کس پہر تک وہ اس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہی تھی کہ یہ درست تھا وہ بابا کی وجہ سے اسے یہاں برداشت کر رہا تھا پھر بھی وہ محسن تھا اس کے لیے۔

اسمگلروں کے ساتھ ہونے والی جھڑپ میں وہ شدید زخمی ہوا تھا، دونوں بازوؤں میں گولیاں لگی تھیں، دائیں ٹانگ بھی گھائل تھی، ایک ہفتہ بے حد تکلیف میں ہاسپٹل میں گزرا تھا، گھر ڈسچارج ہو کر آیا تو بے حد کمزور اور چڑچڑا ہو رہا تھا، اس نے کچن کے دروازے کی اوٹ سے دیکھا گرے ٹراؤزر اور بلیو شرٹ میں اس کے وجیہہ چہرے پر سرسوں کے پھول کا سنہرا پن چمک رہا تھا، اس وقت بابا کے ساتھ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے وہ بے حد اداس و تنہا دکھائی دے رہا تھا، کسی روٹھے بچے کی مانند۔

اسے اپنا اور اس کا دکھ مشترک لگا تھا...... تنہا تنہا، اضطراب سے بھرپور۔ کئی موتی آنکھوں سے نکلے اور رخساروں سے ڈھلک گئے۔

''میری بات مان لیں آپ، آفس سے آپ کو چھٹیاں مل گئی ہیں اور زخم بھی ابھی آپ کے گہرے ہیں، گھر چلیں، بہو بیگم اور مونا بیٹی کی موجودگی میں آپ ٹھیک بھی ہو جائیں گے اور خوش بھی رہیں گے''

''پلیز بابا! اسٹاپ اٹ، میں نے کہہ دیا وہاں آپ نہ کسی کو بتائیں گے اور نہ میں وہاں جاؤں گا''

''بڑے صاحب کے غصے کو جانتے ہیں آپ، ان کو اگر پتہ چل گیا تو پھر میری خیر ہی نہیں ہے اور بہو بیگم کے اس اعتبار کا کیا جو وہ مجھ پر کرتی ہیں؟'' اس کی ہٹ دھرمی کے آگے وہ سخت بے بس تھے۔

''کچھ نہیں ہوگا، پپا نے ایک بار بھی پلٹ کے مجھے نہیں پکارا مر چکا ہوں میں ان کے لیے، دوسروں کے لیے کوئی اپنی اولاد نہیں بھولتا'' وہ دلیہ اور سوپ لائی تھی، ٹھٹک کر دروازے کے پاس ہی رک گئی تھی۔

''بڑے صاحب بے حد محبت کرتے ہیں آپ سے، بس ان کی عادت نہیں ہے اظہار کی۔ پھر یہاں تو معاملہ ان کی انا کا آ گیا ہے اپنی ناک وہ بہت عزیز رکھتے ہیں آپ ان باتوں کو بھول جائیں تو بہتر ہے کہ یہی اس رشتے کا تقاضا ہے''

''میں غلط باتوں پر کمپرومائز نہیں کرتا، آپ اس معاملے میں نہ بولیں تو اچھا ہے،'' اس کے اکھڑ انداز میں بے زاری امڈ آئی تھی۔

''بابا! کھانا لے لیں'' اس نے باہر ہی سے پکارا تھا۔

''ارے بیٹی، اندر آؤ نہ، احد میاں کی مزاج پرسی نہیں کرو گی؟''

''مزاج پرسی! جس بندے کے مزاج ہی نہ ملتے ہوں اس کی کیسی مزاج پرسی؟'' وہ سوچتی ہوئی آگے بڑھ آئی اور اس کی طبیعت پوچھی۔

''فائن'' اس کی طرف دیکھے بنا گویا پتھر سا کھینچ مارا تھا۔

وہ الٹے قدموں واپس چلی آئی۔ بابا چمچ سے اسے کھانا کھلا رہے تھے، بابا بالکل چھوٹے بچے کی مانند اس کا کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر باقاعدگی سے آ رہا تھا، زخموں کی ڈریسنگ روز ہوتی تھی۔ بابا کا سہارا لے کر وہ واک کرتا تھا، وہ یہی رٹ لگا کر رکھتے کہ وہ گھر چلے۔ اس کی مما کے بہت فون آتے اور وہ ان سے اس طرح بات کرتا گویا وہ کسی تکلیف و درد میں مبتلا ہی نہ ہو، بہت ہشاش بشاش لہجہ کر لیا کرتا تھا۔ مجید بابا اس کے کان سے سیل فون لگائے بیٹھے رہتے تھے۔

آج پھر انہوں نے اسے گھر جانے کو کہا تو وہ خوب بھڑک اٹھا۔

''بابا! کیوں آپ ان سے بے عزتی کرواتے ہیں؟ جب وہ خود ہی اپنے گھر جانا نہیں چاہتے تو آپ کو کیا پڑی ہے ان سے باتیں سننے کی نہیں بولا کریں'' رائمہ کے وہی جذبات تھے جو ایک بیٹی کے باپ کے لیے ہوتے ہیں۔

''بیٹی! موم کو برف میں رکھ دو تو وہ پتھر تو بن جائے گا......مگر جب اس موم کو ذرا سی آنچ ملے گی وہ فوراً پگھل جائے گا۔ احد میاں کا دل بھی ایسا ہی ہے پیار ملتے ہی وہ پانی ہو جائیں گے۔''

''وہ موم بنیں یا پتھر! گھر جائیں یا نہ جائیں، آپ ان سے اب اصرار نہیں کیجیے گا، میں آپ کو جھڑکیاں کھاتے نہیں دیکھ سکتی'' بات کرتے ہوئے اسے کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا، گردن گھما کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا......نامعلوم کیا تھا ان نگاہوں میں خوف کی شدید لہر اس کے دل کو سہا گئی تھی۔

''تم ایسا مت سوچو بیٹی! احد میاں کی عادت میں جانتا ہوں، وہ بیماری میں چڑچڑے ہو گئے ہیں۔ ورنہ بہت عزت و احترام کرتے ہیں میرا'' وہ اس کی آمد سے بے خبر کہہ رہے تھے تب ہی وہ اندر آ کر گویا ہوا۔

''بابا! گھر سے کال آئی ہے ایک ہفتے کے لیے گھر جانا ہوگا آپ کو''

''سب خیریت ہے وہاں پر بیٹا؟'' وہ گھبرائے۔

''جی......جی......اچھی خبر ہے مونا کا رشتہ طے ہوا ہے وہ لوگ منگنی کی رسم کرنا چاہتے ہیں، اسی سلسلے میں آپ کی خدمات درکار ہیں وہاں پر''

''یہ تو واقعی خوشی کی خبر ہے بیٹا! مونا بیٹی کے نصیب اللہ بلند کرے۔ لیکن بیٹا! ایسے خوشی کے اہم موقع پر آپ کی موجودگی ضروری ہے میں کہتا ہوں، آپ چلیں مونا آپ کی اکلوتی بہن ہے اور آپ اکلوتے بھائی ہیں، آپ رشتوں کو ٹوٹنے نہ دیں بلکہ انا کے بت کو چکنا چور کر دیں۔''

''آئی نو، بٹ میں نہیں جاؤں گا۔'' ان کی بات پر وہ گہری سانس لے کر بولا، اس کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں کئی ستارے ٹوٹ کر اداس آنکھوں کی دہلیز میں گم ہوئے تھے۔

''میں ایسی حالت میں جا کر مما اور مونا کو پریشان نہیں کرنا چاہتا، ان سے کہہ دیا ہے میں نے کہ رات کی فلائٹ سے ابیروڈ جا رہا ہوں اور آپ بھی میری اس بات کا بھرم رکھیے گا۔''

''آپ بے فکر رہیے، جیسا آپ نے کہا ہے ویسے ہی کہوں گا بیٹا!'' وہ انیکسی میں پڑے صوفے پر بیٹھ گیا تھا مجید بابا دوسرے صوفے پر بیٹھے تھے۔ رائمہ وہاں سے نکل کر چھوٹی سی گیلری میں آ گئی تھی جس کی کھڑکی سے وہ باہر دیکھ رہی تھی، جہاں سرخ و کاسنی، سفید پھولوں پر خوب صورت تتلیاں منڈلا رہی تھیں، چھوٹی چھوٹی رنگین پروں والی چڑیائیں شاخوں پر جھولا جھول رہی تھیں۔

بے حد حسین نظارے تھے، دو دریا کا پانی چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا، ماحول پر سکون تھا، مگر ان کی باتوں نے اسے بے کل کر دیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ کہاں جائے گی؟ یہی خیال اسے متوحش کر رہا تھا۔

☆☆☆

''اگر آپ ایک مرتبہ اس کو کال کر دیں گے، گھر آنے کا کہہ دیں گے تو وہ دوڑا چلا آئے گا، وہ صرف آپ کی خفگی کی وجہ سے یہاں نہیں آ رہا'' ربیعہ بیگم کا دل اس خوشی کے موقع پر بیٹے کی جدائی میں تڑپ رہا تھا، وہ بار بار موقع ملتے ہی التجائیں کر رہی تھیں، مگر شاہ رخ صاحب ان سے زیادہ چھوٹے بھائی کی بیوی، جو ان کی خالہ زاد بھی تھیں اور حال ہی میں کینسر کے مرض میں مبتلا بھائی سکندر کی موت نے ان کے قریب کر دیا تھا وہ ان کو بہنوں کی طرح عزت دیتے تھے اور رامین بیگم دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں مہارت رکھتی تھیں سو شاہ رخ صاحب ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر بیوی اور بیٹے کو بھی کوئی وقعت نہ دیتے تھے، اب بھی ان کی سکھائی باتوں میں وہ ربیعہ کی جذباتی کیفیت کو سمجھ رہے تھے، نہ اس کی حثیت کا تعین کر پا رہے تھے۔

''مجھے ایسے نافرمان اور بدلحاظ بیٹے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ خود سے آیا بھی تو میں دہلیز پر قدم نہیں رکھنے دوں گا، دھکے مار کر نکال دوں گا اسے'' وہ سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

''چھ ماہ ہو گئے ہیں میرے بچے کو جدا ہوئے اور کیسے باپ ہیں آپ جو اس کی جدائی میں آپ کا دل ذرا بھی گداز نہیں ہوا''

''چھ ماہ ہو نہہ، تاحیات اب وہ میرے دل میں جگہ نہ بنا پائے گا، آپ کے لیے بھی بہتر یہی ہے بیٹی کی خوشیوں کو اس بدبخت کی خاطر سوگ میں نہ بدلو'' وہ کہہ کر وہاں سے چلے تو مونا جو قریب ہی موجود تھی ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ باہر کھڑکی سے لگی سب باتیں سنتی ہوئی رامین بیگم کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ روشن تھی، شاہ رخ صاحب کے وہاں سے جانے کے بعد ان ماں بیٹی کو روتا دیکھ کر وہ اپنے کمرے میں آئیں اور کاجل کو تمام انفارمیشن دے کر ان کا مضحکہ اڑانے لگی تھیں۔

''انکل نے جو کہا ہے وہ کر کے بھی دکھائیں گے، ان کا غصہ و ضد تو خاندان میں مشہور ہے ویسے احد جیسا اجڈ و جنگلی انسان جنگل میں ہی رہنے کے قابل ہے، اس میں نہ جذبے ہیں نہ امنگ، بالکل کاغذی پھول جیسی وجاہت ہے اس کی۔''

''ہاتھ نہ آئیں تو انگور کھٹے ہوتے ہیں بیٹا! ورنہ کل تک تم اس کی سنجیدگی، وجاہت و اکھڑپن پر جان دیتی تھیں'' وہ شوخی سے گویا ہوئی۔

''جان تو آج بھی دیتی ہوں ممی، وہ ہے ہی اس قدر ڈیشنگ، ہینڈسم، اٹریکٹو کہ میرے علاوہ سینکڑوں لڑکیاں

جان دیتی ہیں اس پر۔''

''تم جیسی لڑکیاں ہی تو ایسے لڑکوں کو سر پر چڑھاتی ہیں، اب تم اپنا گھر بسانے کا سوچو، احد کو برباد کرنا میری ذمہ داری ہے۔''



موسم بدل گیا تھا تو گرمی کا زور ٹوٹا تھا، ہفتے میں ایک دو بار ابر رحمت ضرور برستی تھی جس سے ہر سو جل تھل کا سماں رہتا تھا، آج بھی موسم اچھا تھا۔ مجید بابا چلے گئے تھے بہت تسلی و دلاسے دینے کے بعد وہ تنہا یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی، لیکن مجبوری تھی کہ وہ بھی اس بھری دنیا میں اپنا کوئی عزیز نہ رکھتے تھے۔ احد اور اس کی فیملی ہی ان کا کنبہ تھی، اس کے یہاں رکنے پر احد جز بز تو بہت ہوا مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس کو اپنے لیے کسی خدمت گار کی اشد ضرورت تھی کہ زخم خاصی حد تک بھر تو گئے تھے مگر مندمل نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس نے رائمہ کے یہاں رکنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا جبکہ وہ ان سے کہتی رہی تھی۔

''بابا! جلدی آئیے گا، آپ نہیں ہوں گے تو مجھے ڈر لگے گا، کیسے رہوں گی میں؟''

''ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بیٹی! احد میاں آپ کا خیال رکھیں گے حفاظت کریں گے آپ کی، خود کو یہاں بالکل محفوظ و آزاد محسوس کرنا۔'' وہ احد کے سامنے اس کو تسلی دے رہے تھے۔ اس کی نگاہ اتفاقاً اس کی طرف اٹھی تھی، اس کی رنگت اڑی اڑی تھی، آنکھوں میں شدید خوف تھا۔ ہاتھوں کے زخموں کے کچھ ٹانکے رہ گئے تھے جو خشک تھے اب ان کو صاف کروانے اسے ہاسپٹل جانا تھا، وہ ڈرائیور کے ہمراہ جا رہا تھا کہ راستے میں وہ بابا کو اسٹیشن بھی چھوڑ دے گا، ان کے اصرار پر اس نے رائمہ کو ساتھ لے لیا تھا پہلے ان کو اسٹیشن چھوڑ کر وہ ہاسپٹل کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ ہاسپٹل بہت فاصلے پر تھا، شام بھیگ رہی تھی، وہ سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا، برابر میں تقریباً دروازے سے چپکی رائمہ بیٹھی ہوئی تھی، بابا کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد وہ بے آواز آنسو بہاتی رہی تھی۔ کھڑکی سے باہر گزرتے کھیت کھلیان، آم کے باغ اور اس کے گھر کی طرف جاتا کچا پکا راستہ!

ایک دم ہی اس کے اندر کرنٹ سا دوڑا تھا، وہ بے چینی سے ان راستوں کو دیکھنے لگی تھی جس کی خاک کبھی اس کے پاؤں سے بھی لپٹی تھی۔

''کیا ہوا آر یو او کے؟'' اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں سن کر وہ سیدھا بیٹھتا ہوا کچھ حیرانی و سنجیدگی سے گویا ہوا اس نے نفی میں گردن ہلا دی اور کھڑکی سے دور ہوگئی۔ سرخ و زرد دوپٹے سے اس نے اپنا آدھا چہرہ ڈھانپا ہوا تھا، سسکیوں سے نازک سراپا پھولوں بھری شاخ کی طرح لچک رہا تھا، احد کے دل پر عجیب سے احساس نے گھیرا تنگ کیا تھا۔

''خاور! پانی کا تھرموس دیں'' وہ ڈرائیور سے گویا ہوا۔

گھونٹ گھونٹ پانی پیتے وہ اپنے اندر اٹھنے والی چیخوں کو دبانے لگی، ان ہی راستوں پر بھاگتی دوڑتی وہ جوان ہوئی تھی۔ میٹرک کے بعد قریب کوئی کالج نہ ہونے کے باعث ماں نے اسے پڑھائی کی خاطر ہاسٹل بھیج دیا تھا۔ گریجویشن تک وہ کراچی میں رہی تھی اور وہ عرصہ ان ماں بیٹی پر بہت بھاری رہا تھا، ماں سلائی کڑھائی کر کے اس کی تعلیم اور گھر کے اخراجات چلا رہی تھی، میڈم مہ جبین سے ان کی دوستی اس وقت سے تھی جب وہ نئی نئی شہر سے اسکول ٹرانسفر ہوئی تھی اور وہ

تین سالہ رائمہ کو ایڈمیشن کرانے لائی تھیں تب سے ہی سیدھی سادی زبیدہ سے ان کی دوستی ہوگئی اور ہر مشکل میں وہ ان کی مددگار رہی تھیں، زبیدہ خوددار عورت تھیں وہ ان کے احسان کا بدلہ ان کے کپڑے سی کر کڑھائیاں کر کے ادا کر دیا کرتی تھیں، وہ گریجویشن کے بعد گاؤں لوٹی تو مہ جبین نے اسکول میں اسے جاب دے دی تھی اور اسکول جانے آنے کے دوران ہی کسی دن عاشق علی کی نگاہیں اس پر ایسی پڑیں کہ وہ اپنے گھر اپنی ماں، ماں کی طرح محبت کرنے والی مہربان مہ جبین سے محروم ہو کر دربدر ہوگئی تھیں۔

''ہیلو! ہاسپٹل آ چکا ہے اتریے'' وہ نامعلوم کب تک ماضی میں اردگرد سے بے خبر رہتی کہ اس کی سرد وخشک آواز پر سر اٹھا کر دیکھا وہ گاڑی کی ونڈو سے اسے جھانک کر کہہ رہا تھا۔

وہ دوپٹہ سنبھالتی خجل سی باہر نکلی۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا۔ اسے ویٹنگ روم میں بٹھا کر وہ آگے بڑھ گیا، اس کے تین ساتھی وہاں موجود تھے، ان کے ہمراہ ہی وہ O.P.D کی طرف گیا تھا، رائمہ نے سامنے آویزاں کانچ کی دیوار کے پار دیکھا، وہاں سناٹا وخاموشی تھی یہ پرائیویٹ ہاسپٹل تھا۔ عام ہاسپٹل جیسی گہما گہمی یہاں مفقود تھی کہ وہی کھیل تھا پیسے کا، وہی خلیج تھی امیری وغریبی کی، امیروں کے لیے ہر سہولت وآسائش موجود تھی۔

نرم وخوب صورت صوفے میں دھنسی بیٹھی وہ امیر وغریب کا موازنہ کرنے میں مگن تھی، تب ہی وہ چلا آیا تھا، رائمہ نے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا انگلیوں کے ٹانکے کھل گئے تھے مگر نشانات ابھی باقی تھے خاصے گہرے زخم لگے تھے۔

''آیئے'' وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا، مجید بابا کی غیر موجودگی میں وہ مہذب بن گیا تھا۔

وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی باہر آئی تو سیڑھیاں اترتے ہوئے معاً اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے مرد پر پڑی اور اسے لگا سب گول گول گھومنے لگا ہو، ہر طرف تاریکی چھا گئی ہو، وہ لڑکھڑانے لگی تب ہی (نہ معلوم کس جذبے کے تحت اس نے مڑ کر دیکھا اور پل بھر کی جست میں وہ چند سیڑھیاں چڑھ کر اسے تھام کر بولا۔

''کیا ہوا؟ آپ مجھے ٹھیک دکھائی نہیں دے رہی ہیں......''

''خدا کے لیے ابھی اور اسی وقت چلیے یہاں سے'' وہ سخت ہراساں تھی۔

''ہاں...... ہاں چل رہے ہیں مگر آپ اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں؟'' وہ تقریباً اس کے بازو سے چپک کر رہ گئی تھی۔ چہرہ پسینے سے تر تھا جس پر خوف زردی بن کر چھا گیا تھا، دل اس تیزی سے دھڑک رہا تھا اس کی صدا سماعتوں تک محسوس ہو رہی تھی۔

''آپ چلیے ناں پلیز'' وہ دیکھ رہی تھی وہ شخص کسی کو کال کر رہا تھا، سرخ نگاہیں ہنوز اس پر ہی تھیں۔ اس نے شدت سے اپنی ٹانگوں کو بے جان ہوتے محسوس کیا اور بھی مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا جو حیران وپریشان اسے دیکھ رہا تھا۔

احد بھی اس کی حالت سمجھ گیا تھا، خوف دہشت سے اس میں قدم اٹھانے کی بھی سکت نہ رہی تھی، قدرے ناگواریت بھرے انداز میں سہی، وہ اسے کار تک لایا تب ہی اس کا ایک ساتھی کہیں سے نمودار ہوا اور اسے ایک لڑکی کو سہارا دے کر لاتے دیکھا تھا اس کے انداز میں بلا کی بے یقینی وتعجب تھا۔

''احد......'' وہ آگے بڑھ کر فقط یہی کہہ سکا وہ خاصا کنفیوز ہوا۔

''ہوں......تم چلے گئے تھے واپس کیوں آئے......؟'' وہ اسے کار میں بٹھانے کے بعد اس کے قریب آکر گویا ہوا۔

''ہاں......وہ......وہ......'' اس کی نگاہیں بلائنڈ گلاسز کے پیچھے گم ہونے والے اس سراپے پر ہی اٹھی تھیں وہ عجیب حیرت کا شکار تھا۔ احد اس کی حیرت و کھوجی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا سو عام سے لہجے میں گویا ہوا۔

''وہ رائمہ ہیں......تم کیوں آئے کوئی ایمر جنسی ہے؟''

''ہاں ان اسمگلروں کو سپورٹ کرنے والا وڈیرہ کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہے اور اس کی جانب سے جان سے مارنے کی دھمکیاں ملی ہیں''

''جان تو ایک دن جانی ہے اگر اپنے وطن کے لیے کچھ کر کے مر گئے تو موت بھی فخر کرے گی ہم پر، ان دھمکیوں سے میں ڈرنے والا نہیں۔''

''تمہاری باتوں سے میں ایگری ہوں......لیکن تمہارے زخم ابھی بھی بھرے نہیں ہیں، میں کہتا ہوں یہ نوکری چھوڑ دو اور واپس گھر جاؤ، وہاں بزنس تمہارا منتظر ہے یہاں نیچے سے اوپر تک کرپٹ لوگوں کی اجارہ داری ہے ہم جان ہتھیلی پر رکھ کر مجرموں کو پکڑواتے ہیں اور وہ ایسے ہی وڈیروں و سرمایہ داروں کی ایک کال پر ان کو آزاد کر دیتے ہیں اور ہماری موت پر کوئی تین دن بھی سوگ نہیں منائے گا۔''

''آئی ڈونٹ کیئر اگر تمہیں جانا ہے تو جاؤ، مجھے بزدلی کا سبق نہ پڑھاؤ۔'' مبشر اس کا دوست ہونے کے علاوہ اسسٹنٹ بھی تھا وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ نرسری کی دیوار کی آڑ میں کھڑا بخشو باہر نکلا تھا۔ اپنی گھنی مونچھوں کو مروڑتا ہوا کار کو دور تک دیکھتا رہا تھا، اس کی آنکھوں میں اپنا مقصد پانے کی چمک تھی، وہ جنگل کی حفاظت کرنے والے افسر کو بھی جانتا تھا اور اس کے ساتھ باتیں کرنے والے اس کے ساتھی کو بھی۔

''اس کو کہتے ہیں چھوری بغل میں، ڈھنڈورا شہر میں'' وہ سفاکی سے بڑبڑایا تھا۔



عجیب خوف و دہشت اس پر چھائی تھی، گھر آتے آتے وہ بخار میں جھلس رہی تھی احد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کس طرح ہینڈل کرے مجید بابا کے جاتے ہی اس کا امتحان شروع ہو گیا تھا۔ انیکسی میں اسے چھوڑنے کے بعد وہ خاصی مضطرب کیفیت میں باہر لان میں بیٹھ گیا تھا، چاندنی رات تھی، چاند کا جھومر آسمان کی مانگ میں پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، اور چاند کے اردگرد ستاروں کے قافلے اترے ہوئے تھے، جن کی روشنیوں سے ماحول میں پر اسراری چاندنی غبار بن کر پھیلی ہوئی تھی ہوا پر کیف و خوشبوؤں سے بوجھل تھی۔

مجید بابا کی یاد پاپا کو آتی رہتی تھی اور وہ ان کو بلاتے رہتے تھے اور آج سے قبل اس نے کبھی ان کی غیر موجودگی میں خود کو تنہا و پریشان محسوس نہیں کیا تھا جتنا اس وقت کر رہا تھا......وجہ شاید وہ بخار میں پھنکتی نیم بے ہوش رائمہ تھی سمجھ نہیں آرہا تھا ایک غیر و اجنبی لڑکی کی تیمارداری کس طرح کرے......؟ جبکہ ایسے کسی عملی تجربے سے اس کو کبھی گزرنا بھی نہیں پڑا تھا، صنف مخالف میں اس کی زندگی میں ہمیشہ جو اس کی قریب تر ہیں وہ ہستیاں اس کی ماں اور بہن تھیں جن کے وجود سے ان کی زندگی میں بڑے پاکیزہ رنگ موجود تھے، وگرنہ وہ اس قوم سے دور ہی بھاگتا تھا۔

دور مسجد سے عشاء کی اذان کی آواز آنے لگی تھی، اذان سن کر وہ کچن کی طرف گیا تھا، صاف ستھرے اور نفاست سے سجے کچن کو دیکھ کر اس کو اپنے گھر کا کچن یاد آ گیا تھا۔ مما اور مونا اسی طرح کچن کو چمکا کر رکھتی تھیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے سگھڑاپے کا معترف ہوا تھا۔

دودھ گرم کر کے مگ میں نکالنا ہی چاہتا تھا کہ وہ چلی آئی، سیاہ شال میں لپٹی گم صم وعجیب سے کیفیت کا شکار لگ رہی تھی۔

''آپ روم میں جائیں، کھانا میں دوپہر میں تیار کر چکی ہوں، گرم کر کے لا رہی ہوں'' اس نے پہلی بار اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ دلکش و رعنائی سے بھرپور تھی۔ اس کے چہرے کی سرخیوں میں ستواں ناک اور گہری آنکھیں خاصی نمایاں ہو رہی تھیں لیکن وہ بے حد کمزور و لاغر لگ رہی تھی مگر باہمت و حوصلہ مند تھی جو ہمت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی ذمے داری ادا کرنے چلی آئی تھی۔

''نو تھینکس...... مجھے آپ کی خدمات کی بالکل ضرورت نہیں ہے، آپ کو تیز فیور ہو رہا ہے، میں آپ کے لیے دودھ، سلائس اور ٹیبلٹ لا رہا ہوں۔'' وہ دودھ مگ میں نکالتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں...... نہیں یہ کس طرح ممکن ہے یہ کام میرا ہے میں ہی کروں گی۔'' وہ شرمندہ سی ہو کر آگے بڑھی اور بری طرح لڑکھڑائی احد نے پھرتی سے بڑھ کر اسے گرنے سے بچایا اور ساتھ ہی جھٹکے سے دیوار کے سہارے کھڑا کر کے گویا ہوا۔

''اسٹاپ اٹ، سنبھالو خود کو، میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں، جو عورتوں کو ٹچ کر کے اپنی کسی گھٹیا حس کو تسکین پہنچاتے ہیں اور میں ایسی عورتوں کی پرچھائی سے بھی نفرت کرتا ہوں، جو ایسی بے ہودہ حرکتوں سے مردوں کو مرغوب کرنے کی سعی کرتی ہیں'' وہ ایک دم ہی ساری برداشت کھو بیٹھا اسے لگا وہ مجید بابا کی غیر موجودگی میں اپنی اصلیت سے پردہ اٹھا رہی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ مجید بابا کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد سے آہستہ آہستہ وہ اس کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔

''مجھے پہلے ہی شک تھا تم نے بابا کو جھوٹی اسٹوری سنا کر اپنا ہمدرد بنایا ہے اور ان کے جاتے ہی بار بار میرے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہو......''

''یہ...... کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' اس کی آواز دبی دبی تھی۔

''شٹ اپ، جو میں کہہ رہا ہوں وہ تم خوب سمجھ رہی ہو، یہ ٹرے اٹھاؤ اور ابھی چلی جاؤ یہاں سے، تمہارا کیا کرنا ہے یہ فیصلہ کل کروں گا۔'' وہ ٹرے کی طرف اشارہ کر کے وہاں سے غصے میں چلا گیا تھا، رائمہ پہلے ہی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھی پھر بخار نے ہمت ریزہ ریزہ کر دی تھی احد کے الزامات کے جواب دینے کی بھی پوزیشن میں نہ تھی، اس نے ہمت کر کے ٹیبلٹ کھا کر دودھ پی لیا اور خود کو تسلی دیتی ہوئی انیکسی میں آ گئی تھی۔

وہ دھپ دھپ کرتا اپنے روم میں آ گیا۔ پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پھیل گئی تھیں شوز اتار کر وہیں پھینکے اور لیٹ گیا۔

''خواہ مخواہ میں نے اس سے ہمدردی کی، تنہائی ملتے ہی اس نے اپنی اصلیت دکھا دی۔ بابا کی زبانی سنی ہوئی اس کی کہانی پر یقین کر لیا اور اسے رہنے کے لیے جگہ بھی دے دی۔ کتنا بڑا اسٹوپڈ ہوں میں، کم از کم مجھے اس کے بتائے

ہوئے گاؤں جا کر اس کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنی چاہیے تھی۔'' وہ ہونٹ بھینچے ہوئے خود کو سرزنش کر رہا تھا، خود کو احمق قرار دے رہا تھا۔

اس دور کی عورت نے خود کو ارزاں و بے وقعت کر ڈالا ہے چند نوٹوں اور ستائش بھرے جملوں کے عوض وہ عزت جیسی قیمتی و انمول شے لٹا دیتی ہے اور ملال تک نہیں کرتی کہ وہ اسمان کی وسعتوں سے پاتال کی تہہ میں جا گری ہے، سوچتے ہوئے اس کو وہ رات یاد آ گئی جب گھر والے کسی کی شادی میں گئے ہوئے تھے، وہ گھر میں تھا اور لائبریری روم میں مطالعے میں مصروف تھا، تب دروازہ ناک کیے بغیر وہ اندر آئی تھی، گویا ہیجان خیز مہک کا طوفان در آیا تھا۔

''تم......شادی میں نہیں گئی......اور یہ کیا گیٹ اپ ہے؟''

کاجل ایک اسٹائل سے سامنے کھڑی تھی، بلیک جینز پر ریڈ ٹاپ، سیاہ بال بکھرے ہوئے، لمبے آویزے گردن کو چھو رہے تھے، ہونٹوں پر سرخ آگ دہک رہی تھی۔ جس کی تپش رخساروں پر بھی نمایاں تھی، مسکارے و لائنر سی سجی آنکھیں خمار آلود تھیں وہ قریب آ کر کہنے لگی۔

''یہ گیٹ اپ آپ کے لیے ہی بنایا ہے......ویسے تو آپ نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہی پسند نہیں کرتے، پروانوں کی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہوں۔ امیزنگ بات ہے ناں! کبھی کسی نے دیکھا نہیں ہوگا پروانے کے گرد شمع کو......''

''قبل اس کے کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے دفع ہو جاؤ یہاں سے فوراً'' وہ اپنا غصہ ضبط کرتا سخت لہجے میں گویا ہوا۔

''یہی غصہ تو سوٹ کرتا ہے آپ پر'' وہ ڈھٹائی سے مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

''ہماری فیملی کی ہر لڑکی آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے، آئیڈیل ہیں آپ سب کے لیکن......میرے علاوہ آپ کسی کے نہیں ہو سکتے۔'' وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا، کاجل کوئی بھولی بھالی، ناسمجھ یا بے وقوف لڑکی نہ تھی، وہ بے حد بولڈ اور پراعتماد نظر آ رہی تھی جیسے احد کو پانا اس کے لیے مشکل نہیں ہو۔

''بے وقوفی کی باتیں مت کرو کاجل، میرا ابھی دور دور تک شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور جب کبھی شادی کروں گا بھی تو تم سے ہرگز نہیں کروں گا۔'' وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھ کر کھڑا ہوتا ہوا سخت لہجے میں کہہ اٹھا۔

''شادی مجھ سے کیوں نہیں کریں گے آپ......مجھ میں کیا کمی ہے؟'' وہ اس کے قریب تن کر کھڑی ہو گئی اور ذومعنی لہجے میں دھیمے سے بولی۔

''کبھی میری جیسی بیوٹی دیکھی ہے آپ نے......؟'' وہ بولتی ہوئی اس کی پشت سے لپٹ گئی تھی۔

''دور ہٹو، آئندہ مجھے ہاتھ لگانے کوشش مت کرنا، ہاتھ توڑ دوں گا۔'' اس نے کاجل کو دور کرتے ہوئے وارننگ دی اور گھر سے نکل گیا تھا۔

یہ سلسلہ پھر چل پڑا تھا وہ موقع ملتے ہی اس کے سر پر سوار ہو جاتی تھی اس کا رویہ اس کے ساتھ سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا......لیکن وہ عزت نفس، انا احساس ہر جذبے سے عاری تھی، اگر جذبہ تھا تو صرف اس کو تسخیر کرنے کا......

''میں اس لیے خاموش رہتا ہوں کہ گھر میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ میں رامین آنٹی سے تمہاری شکایت کروں گا کہ وہ تمہاری بے ہودہ حرکتوں کو لگام ڈالیں، تم دن بدن آؤٹ ہو رہی ہو۔''

وہ ایک سرد ترین رات تھی جب وہ کافی کا مگ مونا سے لے کر اس کے کمرے میں آ گئی تھی اور آتے ہی اپنی محبت کا رونا رونے لگی تھی۔

''ممی کی بھی خواہش آپ کو داماد بنانے کی ہے، ان کی سپورٹ مجھے حاصل ہے اب آپ کو ہتھیار ڈالنے ہوں گے، بہت برداشت کرلیا میں نے، بہت انسلٹ کر چکے ہیں آپ میری اب آپ کو مجھ سے شادی کرنی ہوگی......ورنہ......'' وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اس کے مقابل کھڑی ہو کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

''ورنہ......؟'' اس کے چہرے پر غصے کی سرخی اُمڈ آئی۔

''ورنہ......میں انکل کے پاس جاؤں گی اور کہہ دوں گی......آپ نے میری عزت......'' باقی لفظ اس کے حلق میں اٹک گئے احد کے زناٹے دار تھپڑوں نے اس کے حواس گم کر دیے تھے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی تھی پھر کئی دنوں تک وہ اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔

ان دنوں میں اس نے اپنے کزن منیر سے دوستی کر لی تھی، وہ پہلے ہی اس کی طلب کی چاہ میں مبتلا تھا، گرین سگنل ملتے ہی اس نے اپنی ماں کو رشتہ لے کر بھیج دیا تھا۔ رامین نے شاہ رخ صاحب کو رشتے کا بتاتے ہوئے دبے دبے لہجے میں یہ بھی سنا دیا کہ ان کی خواہش کاجل کو ان کی بہو بنانے کی تھی، سجل بیاہ کر انگلینڈ چلی گئی ہے اب چھوٹی بیٹی بھی دور ہو جائے گی، وہ پہلے ہی چھوٹی بھابی اور بچیوں پر جان دیتے تھے، پھر ان دنوں کاجل ان کا خصوصی طور پر خیال رکھ رہی تھی، وہ جانتی تھی احد باپ کی بات سے انکار کی کوشش بھی نہیں کر سکتا......لیکن پہلی بار وہ ان کے کسی حکم سے منحرف ہوا تھا، ان کی کسی خواہش کو رد کیا تھا۔

''احد......بیٹا! کیا برائی ہے کاجل میں؟'' ربیعہ سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔

''آپ کو اس میں اچھائی کیا دکھائی دیتی ہے مما؟'' مشکل سے لہجے کو نرم رکھا تھا۔

''اچھی لڑکی ہے خوب صورت اور خوش اخلاق ہے۔''

''وہ میرا آئیڈیل نہیں ہے میں اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا مما۔''

''کون لڑکی ہے تمہارا آئیڈیل؟'' اس کے انکار نے انہیں ہراساں کر دیا تھا۔

''وقت آنے پر دکھاؤں گا ابھی مجھے اپنا فیوچر پلان کرنا ہے۔''

''مان جاؤ بیٹا، شاہ رخ ایک قیامت کھڑی کر دیں گے، انہوں نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے کہ کسی طرح بھی تمہیں اس رشتے پر راضی کروں......مگر تم؟''

''مما پلیز!''

''مما! بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بھائی کو پریشرائز مت کریں، اس دور میں بیٹیوں کی مرضی کے بغیر رشتے طے نہیں کیے جاتے اور آپ بیٹے کو مجبور کر رہی ہیں، پپا تو ہمیشہ سے آنٹی کی مرضی کے فیصلے کرتے آئے ہیں......اب تو آپ کو بھی اسٹینڈ لینا ہوگا اپنی اولاد کے لیے آواز بلند کرنی ہوگی۔'' وہاں موجود مونا نے فراخدلی سے بھائی کی حمایت کی تھی۔

شاہ رخ صاحب نے اس کے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اسے بے نقط [illegible] تھیں۔ عاق کرنے کے بعد گھر بدر

کر دیا تھا وہ ان کا ہی بیٹا تھا، ضدی وانا پرست، گھر چھوڑنے کے بعد مڑ کر نہیں دیکھا تھا......البتہ ماں اور بہن سے رابطہ نہیں توڑا تھا، روز ہی ان سے بات کرتا تھا، ان سے ہی پتہ چلا تھا کاجل کی شادی اور چند ہفتے بعد گھر آ کر بیٹھ جانے کا وہ جانتا تھا، اس کی سرشت میں وفا نہ تھی، شدید بھوک کے احساس نے اسے ماضی سے حال میں لا پھینکا تھا، وہ اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا دیوار گیر آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو یاد آیا کئی دنوں سے شیو نہ کرنے کے باعث شیو خاصی بڑھ گئی تھی۔

یہ کام کل پر موقوف کر کے وہ ہاتھ لینے لگا......تا کہ چینج کر کے ڈنر کر سکے۔ رائمہ بخار کی حدت سے نکل آئی تھی۔ وضو کر کے نماز ادا کی پھر اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے جھک گئی تھی......جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا اللہ ہوتا ہے اور جس کا اللہ ہوتا ہے اسے پھر کسی کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور دل کہہ اٹھتا ہے میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ اس کی رحمت کی طلب گار تھی۔

وہ اس سے گوشہ عافیت مانگ رہی تھی۔ ایمان وعزت کیساتھ زندگی وموت مانگ رہی تھی اور مانگتے مانگتے جائے نماز پر وہ بے سدھ ہوگئی تھی جب آنکھ کھلی تو باہر کی سائیڈ سے نامانوس سے آواز آ رہی تھی، حواس فوراً ہی بیدار ہوئے تھے۔

دیوار میں نصب کھڑکی کی باہر کی سائیڈ لگی لوہے کی گرل کو کوئی کاٹ رہا تھا، آواز بہت مدھم تھی مگر رات کے سناٹے میں واضح ہو رہی تھی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی، اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا وہ جان گئی بخشو نے عاشق علی کو خبر کر دی ہے اور وہ اس کی بو پا چکا ہے۔ باہر گرل توڑی جا چکی تھی، معاً سلائیڈنگ ونڈو کو زوردار جھٹکے لگنے لگے۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا وہ کیا کرے......کہاں جائے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ونڈو کو باہر سے کھولنے یا توڑنے کی کوشش برابر کی جا رہی تھی اور ونڈو کھل گئی تھی، سیاہ نقاب میں دو سرخ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔

وہ ڈنر کے بعد اٹھا تھا تب اسے کوئی سایہ انیکسی کی دیوار کی طرف جاتا دکھائی دیا تھا، پہلے اس کے ذہن میں مبشر کی بات آئی تھی پھر ایک کوندا سا لپکا تھا۔

''کس سے خوف زدہ ہوگئی ہیں آپ؟'' اس نے راستے میں پوچھا تھا۔

''وہاں......بخشو تھا عاشق علی کا خاص آدمی......اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔''

''آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے گھر میں آپ محفوظ ہیں۔'' ایک جست میں وہ بیڈ سائیڈ کی دراز کھول کر اس میں موجود اپنا ریوالور نکال کر انیکسی کی طرف دوڑا تھا۔ دوسری طرف وہ آدمی کھڑکی سے اندر آنے کی سعی میں مگن تھا، اس کے دوڑتے قدموں کی آواز سے وہ پھرتی سے واپس نیچے کود گیا تھا اس لمحے احد وہاں پہنچ گیا تھا اور اس نے کھڑکی سے ہی ان دو بھاگتے آدمیوں پر فائر کھول دیا تھا وہ دونوں ہی زخمی ہوئے تھے مگر سخت جان تھے گھنی جھاڑیوں کا سہارا لے کر بھاگ گئے تھے۔

''واہ! کیا بات ہے آپ کی! پہلے خوف کے مارے حالت خراب تھی اور اب یہاں خاموشی سے کھڑے ہو کر ان کو آنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔'' وہ اسے دیوار سے لگے دیکھ کر کاٹ دار انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''وہ کھڑکی توڑ کر اندر آ رہے تھے اور آپ یہاں آنکھیں بند کیے کھڑی تھیں......مجھے بلا نہیں سکتی تھیں آپ؟'' اس کی بر وقت آمد پر رائمہ کی ڈوبتی

سانسیں بحال ہونے لگی تھیں۔

''اگر میں جاگ نہ رہا ہوتا تو وہ مار جاتے آپ کو۔''

''اچھا کرتے مار جاتے کم از کم آپ سے مدد طلب کرنے سے مرنا بہتر ہے۔''

''کیا مطلب ہوا اس بات کا؟'' وہ سخت متعجب ہوا تھا۔

''میں آپ سے مدد نہیں چاہتی..... صرف رات مجھے یہاں گزارنی ہے صبح میں خود چلی جاؤں گی، آپ کو کوئی تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کہاں چلی جاؤں گی......؟ دریا میں چھلانگ لگانے؟'' وہ سینے پر ہاتھ لپیٹ کر بولا، اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''کہیں بھی جاؤں آپ کو پوچھنے کا حق بالکل بھی نہیں ہے۔'' اس کی خاموشی کے قفل ٹوٹ گئے تھے پر اعتماد و مضبوط انداز عود کر آیا تھا۔

''میری کوئی آرزو بھی نہیں ہے آپ کو یہاں روکنے کی، فی الوقت آپ بابا کے روم میں چلی جائیں، یہ روم سیکیور نہیں رہا۔'' اس کی بات درست تھی کمرہ محفوظ نہ رہا تھا، وہ ایک بار آئے تھے دوبارہ بھی آ سکتے تھے۔ وہ چپ چاپ بابا کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ احد کھڑکی بند کرنے کی تدبیروں میں لگا ہوا تھا، نامعلوم وہ اپنے مقصد میں کب کامیاب ہوا تھا اسے معلوم نہ ہوا کہ مجید بابا کے کمرے میں اسے بے پناہ سکون واپنائیت کا احساس ملا تھا، تمام ڈر اور خوف کمرے سے باہر ہی اڑنچھو ہو گئے تھے پھر نیند ایسی گہری آئی تھی کہ وہ دن چڑھے تک بیدار ہوئی تھی، منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آئی تو سنک میں ناشتے کے برتن پڑے تھے وہ ناشتہ کر چکا تھا۔ بے مروتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اپنے لیے ناشتہ بنایا تھا...... یا جتانا چاہتا تھا کہ اس کی اس گھر میں جگہ نہیں ہے وہ چلی جائے۔ اس نے بے دلی سے چائے بنائی پھر اچانک اسے خیال آیا گھر میں مکمل خاموشی تھی اور ایسا اس کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ وہ کپ کاؤنٹر پر رکھ کر اندر اس کے روم کی طرف گئی تھی ڈور لاکڈ تھا اور گیراج میں گاڑی بھی نہیں تھی۔

''یا اللہ! میں ایسی گہری نیند سوئی کہ اس کی گاڑی کی آواز بھی نہیں سنی! وہ کیا سوچتا ہوگا میں یہاں سے جانے کا ارادہ نہیں رکھتی، صرف باتیں کر رہی تھی، اللہ نے مجھے زندگی دی ہے تو یقیناً آسرا بھی پیدا کیا ہوگا...... اس سر پھرے شخص کیساتھ ایک پل بھی گزارنا خود کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔''

☆☆☆

وہ میٹنگ اٹینڈ کر کے آفس میں آیا تو کچھ دیر بعد مبشر بھی پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

''یار! تم تو چھپے رستم نکلے! کون ہیں وہ رائمہ......؟'' وہ بیٹھتے ہی سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔

''آئی نو، تم کو رات بھر نیند بھی نہیں آئی ہوگی، اس تجسس میں...... مگر اس وقت تمہارا لہجہ بتا رہا ہے بات کچھ خاص ہے...... کیا بات ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جکڑی ہوئی الجھنیں بھانپ کر گویا ہوا۔

''ہوں...... مجھے معلوم تھا تم میرا چہرہ دیکھ کر میری پریشانی بھانپ جاؤ گے، رات کو وڈیرے عاشق علی کی کال آئی تھی...... اس نے خود بات کی مجھ سے'' وہ دھیمے لہجے میں ایک ایک لفظ جما کر کہہ رہا تھا، اس کی نگاہیں احد پر تھیں۔

''کل تک وہ دھمکیاں دے رہا تھا اور......اب سودا کرنا چاہتا ہے۔''

''سودا......کیسا سودا کرنا چاہتا ہے؟'' وہ پرسکون تھا۔

''وہ اکبر خان کو ہماری تحویل میں دینے کے لیے تیار ہے مگر......''

''وھاٹ ربش! یہ کیا پزل کھیل رہے ہو سیدھے طریقے سے بتاؤ''اس کا صبر کا پیمانہ چھلک گیا وہ بگڑے لہجے میں گویا ہوا۔

''وہ کہتا ہے تمہارے پاس جو لڑکی ہے......رائمہ، وہ اس کے گاؤں کی لڑکی ہے......اس سے اس کا نکاح ہونے والا تھا اور نکاح سے کچھ دیر قبل تم اس لڑکی کو بھگا کر لے آئے ہو، اس کے ساتھی اس لڑکی کو جب سے ہی ڈھونڈ رہے تھے، کل اس لڑکی کو اس کے ایک ساتھی نے تمہارے ہمراہ ہاسپٹل میں دیکھا تھا......وہ رائمہ کے بدلے اکبر خان دینے کو تیار ہے اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ گاؤں والوں کو لے کر ریسٹ ہاؤس پر حملہ کر دے گا۔'' احد خاموشی سے سن رہا تھا، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

''ہر حال میں اس کو لڑکی چاہیے، پاگل ہو رہا ہے وہ اس کے لیے۔''

''کیا عمر ہوگی اس کی؟'' مسکراہٹ لمحے بھر لبوں پر چمکی تھی۔

''جب دولت و اختیارات گھر کی لونڈی بن جائیں تو مرد عمر بھول جاتا ہے۔''

''مجھے عمر بتاؤ، لیکچر نہیں دو۔''

''کبھی کبھی تم اپنے سینئر ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو، ساری عمر کی دوستی لمحے بھر میں دھول چاٹتی نظر آتی ہے......ساٹھ پینسٹھ سال کا ہوگا وہ خبیث بڈھا، لیکن ہر طریقہ سے جوان نظر آنے کے جتن کرتا ہے۔'' وہ خفگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''کام کے معاملے میں صرف کام کو اہمیت دیتا ہوں میں، دوستی کی جگہ ورکنگ ٹائم کے بعد شروع ہوتی ہے، آر یو انڈر اسٹینڈ......''

''یس باس! اب آپ بتانا پسند کریں گے مجھے وہاں کیا جواب دینا ہے؟''

''ایسی تمام کالز تمہارے پاس ہی کیوں آتی ہیں؟''

''اگر آپ کے پاس آ گئیں تو آپ ایک منٹ میں ان کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ اس لیے ہم آپ کو ایسی کالز نہیں دیتے'' وہ جتاتے ہوئے گویا ہوا۔

''اوکے......آج رات یہ معاملہ صاف کر دیتے ہیں۔'' فیصلہ کن لہجے میں کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

آفس سے واپسی میں مجید بابا کی کال آئی تھی اس کے بعد وہ اپنی لاڈلی کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ وہ رات والا واقعہ گول کر کے اس کی خیریت سے ان کو آگاہ کرتا رہا اور مونا کی منگنی کی تیاریوں کے متعلق پوچھتا رہا، ویسے تو روز مما سے معلوم ہوتا رہتا تھا مونا سے بھی بات ہو رہی تھی۔

گیٹ کھول کر گاڑی اندر لایا اور گیٹ بند کر کے وہ اندر گیا تو پہلا......احساس یہی ہوا کہ وہ کہیں بھی نہیں ہے......اس احساس نے اس کے حواس منتشر کر دیے وہ پورے گھر میں اسے دیکھ چکا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

وہ سر پکڑے گومگو کی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا رائمہ کی گمشدگی کے متعلق کہ وہ آخر کہاں غائب ہوگئی ہے۔معاً اس کی سماعتوں میں کچھ آوازیں گونجیں چند لمحے کھڑا وہ سن گن لیتا رہا پھر اس کے قدم لان کے عقبی حصے کی طرف بڑھے۔ وہ اس کی پریشانی سے بے خبر کپڑے دھونے میں مصروف تھی۔

احد گہری سانس لے کر رہ گیا کچھ دیر قبل ہونے والی بے سکونی اطمینان میں بدلتی گئی، رائمہ اس کی آمد سے بے خبر کپڑے دھونے میں مگن تھی ٹب جھاگ سے بھرا ہوا تھا، بیڈ شیٹ، کپڑے اور احد کے ٹی شرٹس اور ٹراؤزر وغیرہ عارضی طور پر باندھی گئیں رسیوں پر سوکھ رہے تھے اس نے تنقیدی نگاہوں سے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے رائمہ کو دیکھا وہ پانی سے شرابور نل کھولے دھپ چھپ کپڑے دھو رہی تھی احد کو متوجہ کرنے کے لیے کھنکارنا پڑا پر رائمہ اپنی سوچوں میں گم تھی کہ اس کی آواز پر ایک دم چونکی اور قریب رکھے گیلے دوپٹے کو سر پر ڈالتے ہوئے نل بند کر کے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

''یہ کیا کر رہی ہو، کس نے کہا تمہیں یہ سب کرنے کے لیے؟'' اس کا لہجہ سرد تھا۔

''کسی نے نہیں، کپڑے اتنے گندے ہو رہے تھے، اس لیے میں نے دھو دیے۔''

''یہ کپڑے لانڈری جاتے ہیں گھر میں واش نہیں ہوتے، مجید بابا کی غیر موجودگی کی وجہ سے کپڑے نہیں گئے لانڈری تم نے گھر میں دھو ڈالے۔''

''گھر میں کپڑے دھونا منع ہے کیا۔'' وہ اس کی طرف پشت کیے ہوئے گویا ہوئی تھی احد کا موڈ بری طرح خراب تھا۔

''سنو، تم یہاں مہمان ہو اور مہمان بن کر ہی رہو، مالکن بننے کے خواب مت دیکھو، ایسی باتوں سے میں انسپائر ہونے والا نہیں ہوں۔'' وہ ایک قطعی بے رحم و بے حس شخص تھا اپنے اظہار رائے کے سامنے وہ سامنے والے کی عزت و احساس کی قطعی پروا نہیں کرتا تھا۔

''میں آپ کو انسپائر کرنا بھی نہیں چاہتی احد صاحب، آپ نے مجھے پناہ دی اور اس پناہ کا حق میں ایسے معمولی معمولی کام کر کے ادا کرنا چاہتی ہوں تاکہ کل میرا ضمیر مجھے یہ طعنہ نہ دے کہ آپ کے احسانوں کا بدلہ نہ دے سکی۔''

''آئی ڈونٹ کیئر، میں ایسی چھوٹی موٹی باتوں کی پروا نہیں کیا کرتا ان فضولیات سے جان چھڑا کر آؤ میں تم سے کچھ اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ ہنوز اسی لہجے میں کہتا ہوا چلا گیا۔

وہ تیز تیز ہاتھ چلاتی سوچنے لگی کہ وہ کوئی پریشان کرنے والی ہی بات کرے گا۔

☆☆☆

کپڑوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ باتھ لے کر چینج کر کے نم بالوں میں برش کر کے ہیئر بینڈ لگاتی اس کے کمرے کے پاس پہنچی تھی کہ وہ لنچ کرتا لاؤنج میں ہی مل گیا تھا۔اس کی یہ عادت اچھی تھی کہ وہ مجید بابا کی غیر موجودگی میں اس سے زیادہ خود پر انحصار کرتا تھا، ناشتہ، کھانا، چائے، کافی، جس چیز کی اس کو ضرورت ہوتی وہ خود لے لیا کرتا تھا۔عموماً ایسا

کم ہی ہوتا تھا کہ وہ کوشش کرتی تھی احد کو اپنی کوئی ضرورت کہنی نہ پڑے مجید بابا کی دی ہوئی ڈیوٹی وہ احسن طریقے سے نبھائے۔

''کیا بات ہے؟'' وہ سر سے پھسلتے ہوئے دوپٹے کو درست کرتی سنجیدگی سے گویا ہوئی احد دائیں طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گیا تھا جبکہ رائمہ دروازے کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھی تھی ان میں خاصا فاصلہ تھا احد نے اس کے آنے سے قبل تمام کھڑکیاں اور دونوں دروازے کھول دیے تھے مجید بابا کے جانے کے بعد اس نے بے حد محتاط رہنا شروع کر دیا تھا وجہ رائمہ کی موجودگی تھی وہ نہیں چاہتا تھا اس کے کردار پر شک کا معمولی سا بھی دھبہ لگے۔ کاجل سے شادی کے انکار پر ڈیڈ نے کیا کیا الزام نہ لگائے، وہ بے حد سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا۔

''بات یہ ہے کہ میرے کولیگ کو عاشق علی نے کال کی تھی اور......''

اس نے وڈیرے اور مبشر کے درمیان ہونے والی گفتگو اور اپنے اور مبشر کی گفتگو اس کو حرف بہ حرف سنا دی، اس دوران اس کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کی طرف اٹھ رہی تھی۔ لیمن کلر کی کرتی اور دوپٹے پر وہائٹ کڑھائی تھی اور وہائٹ ٹراؤزر میں دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے اس کا سادہ چہرہ پاکیزگی کے نور سے چمک رہا تھا۔ وہ گم صم و خاموش تھی۔ چہرے پر عجیب سے رنگ پھیل رہے تھے احد نے طویل خاموشی پر نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اس کا دل ان کہی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔

''کیا یہ لڑکی اس وڈیرے کی منکوحہ ہو سکتی ہے اس کے چہرے پر ایک خاص سادگی اور نکھار ہے جو ان چھوئی کلیوں کی زینت ہوتا ہے۔''

''اس طرح چپ رہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا مجھے کیا کرنا ہے یہ جواب دو؟'' قبل اس کے نگاہ پھسلتی ہی چلتی جاتی اس نے نگاہوں کے احترام کو برقرار رکھا۔

''میں کیا جواب دوں اب آپ فیصلہ کر چکے تو میرے انکار و اقرار کی کوئی گنجائش کہاں رہتی ہے۔'' اس کی لرزتی آواز میں آنسوؤں کی نمی پنہاں تھی۔

''کیا مقصد ہوا اس بات کا میں سمجھا نہیں۔''

''میں نے یہاں آتے ہی بابا کو ہر بات بتا دی تھی اور یقیناً انہوں نے بھی آپ سے کوئی بات نہ چھپائی ہوگی۔ سب جان کر بھی آپ انجان بن رہے ہیں تو پھر میں کس طرح سے آپ کو اس بات کا یقین دلا سکتی ہوں کہ میرا اس خبیث شخص سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔'' اس کے وجیہہ چہرے پر گہری سنجیدگی تھی وہ اس کی ایک ایک بات بغور سن رہا تھا لیکن چہرہ سپاٹ اور انداز میں بے نیازی و بے پروائی نمایاں تھی۔

''مگر میں تمہاری بات پر کسی طرح یقین کروں کیا ثبوت ہے تمہارے پاس۔ جس سے تم ثابت کر سکو کہ جو تم کہہ رہی ہو وہ سچ ہے۔''

''آپ عاشق کی بات پر یقین کر چکے ہیں کیونکہ اس میں آپ کا مفاد ہے آپ کی جاب کی سلامتی کی بات ہے اس لیے آپ میری بات پر یقین کر کے بھی یقین نہیں کریں گے آپ اس کا مطالبہ ماننے کا فیصلہ کر چکے ہیں، میں بھی اب آپ سے یقین کی بھیک نہیں مانگوں گی مگر یہ بات میری یاد رکھیے گا وہ جھوٹا اور فریبی شخص ہے میرے حصول کے لیے جو اس نے وعدہ کیا ہے وہ کبھی بھی وعدہ وفا نہیں کرتا یہ اس کی سرشت میں شامل ہے۔'' وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے اس کے لہراتے آنچل کو دور تک دیکھا تھا۔

☆☆☆

انگیجمنٹ کے انوٹیشن کارڈ دیکھتے ہوئے شاہ صاحب دوسری کرسی پر بیٹھے ان کے لیے چائے بناتے ہوئے مجید بابا سے ان کا حال احوال دریافت کر رہے تھے۔ان کے خوشگوار موڈ کو دیکھتے ہوئے وہ مودبانہ لہجے میں گویا ہوئے۔

''شاہ رخ بیٹے اگر برانہ مانیں آپ تو کچھ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں''

''ارے آپ کو کب سے ضرورت پڑنے لگی بابا بات کرنے کے لیے اجازت کی، آپ ملازم نہیں اس گھر کے فرد ہیں جو پوچھنا ہے بلا اجازت پوچھیں۔''

''بہت شکریہ بیٹا آپ لوگوں کی اس بے لوث محبت نے ہی مجھے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں لاوارث و بے سہارا ہوں اپنوں کی محبتیں بہت قیمتی اور انمول ہوتی ہیں چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی بیٹا'' وہ کہتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔

''آپ دل بڑا کر لیں احد بیٹے کو معاف کر دیں آپ تو جانتے ہیں اچھی طرح ان بہن بھائی میں کتنی محبت ہے یہاں میں مونا بیٹی اور بہو بیگم کا چہرہ اترا دیکھ رہا ہوں ادھر احد بیٹے کا بھی یہی حال ہے وہ بھی مضطرب وملول ہیں۔''

''آپ کی بات بالکل درست ہے بابا، جس طرح ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے انتہا محبت ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے اپنے بھائی سے محبت ہے اسی محبت کو مزید جوڑنے کے لیے میں نے کاجل کو بہو بنانا چاہا تھا کاجل کو اپنانے سے انکار نے ہماری محبتوں کے چمن کو خاک کر دیا ہم لوگوں کی جگ ہنسائی کا باعث بنے میرے بھائی کی روح کو تکلیف پہنچی ہو گی میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا وہ اسی طرح گھر کی خوشیوں کو ترسے گا تا قیامت۔''ان کا پتھر دل نرم نہیں ہوا تھا ان کا قطعیت بھرا لہجہ کہہ رہا تھا وہ کسی صورت احد کو معاف کرنے والے نہیں۔وہ چائے دے کر وہاں سے اندر کمرے میں آ گئے جہاں رابعہ بیگم اور مونا ان کا انتظار کر رہی تھیں۔

''کیا ہوا بابا بات نہیں بنی کیا؟'' رابعہ نے بجھے لہجے میں پوچھا۔

''اللہ مالک ہے بہو بیگم، صاحب بچپن سے ہی اپنے منوانے کے عادی رہے ہیں۔کبھی ان کی بات سے کسی نے انکار کی جرات نہ کی، پہلی بار ان کے کسی حکم سے انحراف کرنے کی ہمت چھوٹے صاحب نے کر دکھائی ہے وہ ان کی اس گستاخی کو کسی طور معاف کرنے کو تیار نہیں۔''

''مما، بھائی کو کس طرح معافی ملے گی، ان کے بغیر ہر خوشی ادھوری ہے۔''مونا رابعہ سے لپٹ کر رونے لگی وہ بھی آنسوؤں پر اپنا اختیار کھو بیٹھی۔

''اللہ سے دعا کرو، اللہ ہی تمہارے پپا کے دل میں رحم ڈالیں گے ورنہ وہ ضد میں بیٹے کو نہ کھو دیں۔احد بھی ضد مین ان کا ثانی ہے۔''

☆☆☆

رامین پھولوں کی باڑھ کے پیچھے کھڑی شاہ رخ اور مجید بابا کی تمام گفتگو سن چکی تھیں۔احد کے مطابق ان کے جذبات نے ان کے انتقام کے جلتے الاؤ میں کچھ ٹھنڈک ڈالی تھی۔یہ ان کی لگائی ہوئی آگ ہی تھی جوان باپ بیٹے کے

تعلق کو جلا رہی تھی یہ آگ سرد نہ پڑ جائے اس خوف سے وہ وقتاً فوقتاً تیل چھڑکتی رہتی تھیں انہوں نے دیکھا بابا کے جانے کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے ہیں شاید بیٹے کی یاد میں محو تھے۔ وہ خاصی افسردہ سی وہاں آ کر گویا ہوئیں۔

''کارڈ لکھ رہے ہیں بھائی صاحب لائیے میں کوئی ہیلپ کروا دوں آپ کی؟''

''لکھ لیے ہیں تمام کارڈ صرف یہ چند ایک رہ گئے ہیں، جو نام یاد نہیں ہیں یاد آنے پر لکھ دیے جائیں گے ویسے میں نے تقریباً سب کو ہی یاد رکھا ہے۔'' رامین کو دیکھ کر ان کے لہجے میں شفقت در آئی تھی۔

''ارے...... آپ نے سب کو یاد رکھا ہے پھر چاند آپا کا کارڈ کہاں ہے؟'' وہ کارڈ دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہہ رہی تھیں ان کے چہرے پر سایہ سا لہراتا تھا۔

''مجھے یاد نہیں رہا پھر وہ یہاں رہتی کہاں ہے؟'' ان کی آواز بے حد دھیمی تھی۔

''بھائی صاحب مجھ سے مت چھپائیں جن کو دل سے چاہا جائے وہ کب بھلائے جاتے ہیں آپ بھی چاند آپا کو نہیں بھولے ہوں گے یہ میں جانتی ہوں لیجیے یہ کارڈ میں نے لکھ دیا ہے آپ خود جا کر دیجیے گا وہ کراچی آ گئی ہیں۔'' وہ کارڈ پر نام لکھ کر ان کو پکڑاتی ہوئی مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''رامین بیٹا میں عمر کے اس دور سے نکل آیا ہوں جب ایسی باتیں زندگی کا حاصل ہوا کرتی تھیں اب میں بھی دو جوان بچوں کا باپ ہوں اور وہ بھی میرڈ ہے ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جو کبھی کم عمری میں ہوا کرتا تھا۔''

''میں جانتی ہوں، لیکن بھائی صاحب دل پر کس کا زور چلتا ہے مگر اس میں جو ایک بار قابض ہو گیا وہ پھر قابض ہی رہتا ہے۔ اب کاجل کو ہی دیکھ لیں آپ، خاموشی سے احد سے محبت کرتی آ رہی تھی نا معلوم کب سے، وہ ٹھوکر مار کر اسے بے دردی سے چلا گیا اور وہ کانچ کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے شاہ رخ کے دل میں بیٹے کے لیے از سر نو غصہ امڈ نے لگا رامین لمحے بھر میں ماضی کی حسین دنیا سے حال کی بدصورت دنیا میں لے آئی تھیں۔

''کئی مرتبہ منیر طعنے دے چکے ہیں کہ کاجل کو کہ گھر میں جوان و خوبرو لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کی شادی باہر کیوں کی گئی، ضرور اس میں کوئی عیب ہے۔''

''میں خود سمجھاؤں گا اسے، منیر سمجھدار بچہ ہے کاجل ہیرا ہے ہیرا۔''

''احد کی ٹھوکر نے اسے پتھر بنا دیا ہے بے وقعت ہو کر رہ گئی میری کاجل۔'' وہ سسکنے لگی تھیں۔

''غم مت کرو، اسے سزا میں نے دے دی ہے وہ اس گھر میں کبھی نہیں آ سکے گا۔ ہمیشہ کے لیے گھر سے اور جائیداد سے بے دخل کر دیا ہے میں نے۔''

''احد کو کیا فرق پڑے گا اس سے، آپ سے وہ محبت کرتا نہیں ہے بھابی اور مونا میں جان ہے اس کی تو وہ ان کو وہاں پر بلواتا رہتا ہے اور سچ پوچھیں تو بھائی صاحب احد کے کردار پر مجھے بھروسہ نہیں ہے۔'' وہ لہجہ دبا کر گویا ہوئیں۔

''خوبرو جوان ہے پیسے کی کمی اس کو ہرگز نہیں ہے شہر سے دور جنگل میں وہ رہ رہا ہے آزاد و خود مختار کسی کا ڈر و خوف نہیں ہے ایسے میں شیطان ورغلاتا ہے میری بات مانیں بھائی صاحب اسے بے لگام مت چھوڑیں نگاہ رکھیں اس پر۔''

''میں نے کہا ناں میری بلا سے وہ کہیں بھی منہ کالا کرتا پھرے مجھے پروا نہیں ہے۔'' وہ کارڈ سمیٹتے ہوئے بے پروا لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ بھی، وہ منہ کالا کرے گا تو سیاہی ہمارے چہروں پر آئے گی، آپ لاکھ بے دخل کر دیں گے احد کو مگر ہمارے خاندان کا وارث وہ ہی رہے گا اکلوتا وارث سمجھ رہے ہیں نا آپ۔''

☆☆☆

وڈیرے عاشق علی سے بات ہوئی تو اس نے ملاقات کے لیے اسے تنہا ہی بلایا تھا مبشر اور دیگر ساتھیوں نے اس کے تنہا جانے پر خاصی مخالفت کی تھی وڈیرے کے مطابق ان کے پاس مکمل معلومات تھیں۔اس کے ظلم و عیاشیوں کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے یہاں معاملہ بھی ایک ایسی لڑکی کا تھا جو شادی کی رات بھاگ گئی تھی پھر اس کو احد کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔

''وہ لڑکی سچ کہہ رہی ہوگی کہ ڈیرہ جھوٹ کہہ رہا ہے، وہ اس کی منکوحہ نہیں ہے وہ اس کے نشئی باپ کو پیسے دے کر اسے خریدنا چاہتا تھا وہ کسی نہ کسی طرح اس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی نکل گئی تھی اور ایک ڈرامائی انداز میں تم تک پہنچ گئی تھی لیکن وہ تمہیں اپنا رقیب سمجھ بیٹھا ہے۔''

''اچھا پھر میں چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جاؤں۔'' اس نے اکھڑے لہجے میں کہا۔

''ہر وقت تمہاری ناک پر غصہ رہتا ہے بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہو اس جیسے لوگ اپنی زمین اور عورت کسی کو نہیں دیتے ہیں خواہ لاشوں کے ڈھیر کیوں نہ لگانے پڑ جائیں وہ بھی اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا۔''

ان کے اتنا سمجھانے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ تنہا ہی گیا تھا مگر وہ تینوں کولیگ ہی نہیں دوست بھی تھے وہ بھی دوسری گاڑی میں اس کے پیچھے آئے تھے اور باہر ہی رک گئے تھے وڈیرے کی وسیع اور اوطاق روایتی انداز میں سجی ہوئی تھی جس میں ثقافتی رنگ ہر شے میں نمایاں تھے۔

وڈیرہ اس کے آنے کے چند منٹ بعد آ گیا تھا وہائٹ کاٹن کے کڑکڑاتے سوٹ میں گردن اکڑائے تکبرانہ چال چلتا ہوا اندر آیا تھا ساتھ دو ملازم بھی تھے جو ہاتھ جوڑے اس کے پیچھے چل رہے تھے وہ احد کے مقابل بیٹھا تھا ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر اس کی چھوٹی چھوٹی گدلی آنکھوں میں غصہ و کینہ تھا وہ اطمینان سے بیٹھے احد کا جائزہ بڑی گہری نگاہوں سے لے رہا تھا۔

اونچا لمبا قد......سرخ و سپید رنگت......روشن پیشانی و پروقار و بارعب سراپا ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کسی اعلیٰ فیملی سے تعلق رکھتا ہے وہ دل ہی دل میں اپنا اور اس کا موازنہ کرتا ہوا سوچ رہا تھا۔

''ہوں یہ بھگا کر لے گیا ہے رائمہ کو یہ فاریسٹ آفیسر جو اکثر رات کی تاریکیوں میں جنگل میں ہونے والی چوریوں کے سلسلے میں چھاپے مارنے آتا رہتا تھا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کب اس نے رائمہ سے چکر چلایا اور بھگا کر لے گیا سالہ۔''

''اگر آپ میرا جائزہ لے چکے ہوں تو ہم بات شروع کریں مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' احد اس کی نگاہوں کی چبھن

شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

''ایسی بھی کیا جلدی ہے سائیں ابھی تو آئے ہو آپ، ابھی تو مہمان نوازی بھی نہیں کی ہے بہت سی باتیں کرنی ہے آپ سے۔'' اس کے لہجے میں سختی و ترشی بے حد نمایاں تھی وہ مسلسل اسے گھور رہا تھا۔

''عاشق علی صاحب آپ ٹو دا پوائنٹ بات کیجیے، میں رائمہ کے بدلے اکبر خان کو مانگ رہا ہوں آپ کی بھی ڈیمانڈ یہی تھی آپ بتائیں ایکسچینج کہاں کرنا ہے؟'' وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا اس کی شفاف و روشن آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ وڈیرہ گڑبڑا کر نگاہیں ادھر ادھر کرنے لگا۔

''آفیسر صاحب بات کچھ ایسی ہے کہ رائمہ میری بیوی ہے۔ بیوی کا مطلب سمجھتے ہو نا تم آفیسر عزت، شملہ وہ میرے شملے میں لگا وہ موتی ہے جس کے بغیر میرا شملہ بے نور ہو گیا ہے وہ وہاں موجود ملازموں کو جانے کا اشارہ کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔''

''میں جھوٹا برتن استعمال نہیں کرتا اور نہ کسی کی اترن میں نے پہنی ہے مگر یہاں معاملہ میری عزت کا میری گاؤں کی عزت کا ہے تمہارا جھوٹا مجھے مجبوراً کھانا پڑے گا۔ تمہاری اترن پہننی پڑے گی دل نہ چاہتے ہوئے بھی۔''

اس کی آنکھوں میں نفرت تھی لہجے میں قہر تھا اگر ممکن ہوتا تو احد کو کچا چبا جاتا اس کی وجاہت و کم عمری اور باوقار شخصیت نے اس کی رقابت کو بڑھا دیا تھا وہ چشم تصور میں رائمہ کو اس کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ، میں آپ سے بے ہودہ گفتگو کرنے نہیں آیا۔'' وہ سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

''سچ بات پر بندہ اسی طرح بھڑک اٹھتا ہے بابا، اس لڑکی کو تم کس نیت سے بھگا کر لے گئے تھے کس رشتے سے تمہارے ساتھ رہ رہی ہے وہ، ایک جوان و خوب صورت لڑکی کو کیا تم نے چھوا نہیں ہوگا کیا تم نے اسے اپنے پاس بہن بنا کر رکھوا ہوا ہے سائیں؟'' وہ تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس طرح اسے کبھی کسی کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ بے گناہ و بے خطا ہوتے ہوئے اپنی بے گناہی ثابت کرنی پڑے گی۔

''ہاں بولو اب چپ کیوں ہو بابا ایک چھوکرے اور چھوکری کے بغیر نکاح کے ساتھ رہنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟'' اس کے لفظ انگاروں کی مانند تھے۔

''اس کا مطلب ایک بے بس و مجبور کو سہارا دینا ہوتا ہے کسی مظلوم لڑکی کو ایک شیطان کے شر سے پناہ دینا ہوتا ہے'' وہ بھی اسی لہجے میں بولا۔

''اچھا تم فرشتے ہو آدمی نہیں ہو یہ مطلب ہے تمہارا؟''

''میں آدمی ہی ہوں مگر تم جیسی ہوس پرستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تم جیسے گھٹیا لوگوں کے لیے عورت صرف ایک جنس ہوتی ہے فقط ایک جسم جس کو حاصل کرنے کے لیے تم دم ہلاتے پھرتے ہو جو بدقسمتی سے تمہارے ہاتھ آجائے تو تم اس کی ہڈیاں تک چبا ڈالتے ہو اور جو نہ ہاتھ آئے تو اسی طرح اپنی شکست اور کمزوری کو چھپاتے ہوئے دوسرے کو الزام دیتے ہو۔''

''اوئے آفیسر زبان سنبھال کر بات کر میری چھت کے نیچے مجھے ہی کتا کہہ رہا ہے تو۔'' وہ ایک دم ہی چیختا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تو بھی اپنی زبان کو قابو میں رکھ ورنہ تیری چھت کے نیچے ہی اس زبان کو تیرے گلے میں ٹائی بنا کر لٹکا دوں گا۔'' وہ ذرا بھی مرعوب نہ ہوا تھا۔

''جو لوگ عورت کی عزت نہیں کرتے میں ان کی عزت نہیں کرتا۔ ماں، بہن بیٹی اور بیوی عورت سے جڑا ہر رشتہ قابل احترام وتوقیر ہے مگر تم جیسے نفس کے غلام ان باتوں وجذباتوں کو اہمیت کہاں دیتے ہیں۔''

''دیکھو آفیسر یہ کتابی باتیں صرف کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں اور مجھے کبھی بھی کتابوں سے رغبت نہیں رہی میں نے سوچا تم سیدھے طریقے سے میری بات مان جاؤ گے اور اس لڑکی کو میرے حوالے کر دو گے مگر تم میری سوچوں کے برعکس ٹیڑھے ثابت ہوئے ہو، میں ابھی بھی تمہیں آخری موقع دینا چاہتا ہوں یہاں سے جا کر رائمہ کو گیسٹ ہاؤس کے باہر بھیج دو، کہو تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں لے آؤں گا اسے۔'' اس نے لہجے بدلتے ہوئے بڑے مفاہمت بھرے انداز میں کہا۔

''تم اسے کس رشتے سے لے کر آؤ گے، میری طرح تم بھی اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھتے ہو، مجھے معلوم ہے نہ وہ تمہاری منکوحہ ہے اور نہ بیوی۔'' اس کی بات پر اس نے خونخوار نظروں سے احد کو دیکھا اور غرا کر بولا۔

''رات تک وہ لڑکی یہاں نہ پہنچی تو تم دیکھنا کل سارا گاؤں گیسٹ ہاؤس کے باہر ہوگا لوگ تمہاری نہیں میری بات پر یقین کریں گے تمہاری طرح وہ مجھ سے شادی ہونے کا ثبوت نہیں مانگیں گے میرے ایک اشارے پر گیسٹ ہاؤس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور تم دونوں کو کاری کر کے مار ڈالیں گے۔''

''بہت زعم ہے تمہیں اپنی بدمعاشی وطاقت پر۔''

''ہاں ابھی بھی تم سے زیادہ طاقت ہے میرے اندر تم جیسے ہزاروں کو پچھاڑ سکتا ہوں چاہو تو مقابلہ کر لو مجھ سے۔'' وہ بے ضمیر و سطحی سوچ رکھنے والا ادھیڑ عمر شخص تھا۔

''تم جیسے شخص کے ساتھ مقابلہ کر کے مجھے کیا کرنا ہے'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''فیصلہ ہو جائے گا جو جیتے گی رائمہ اس کی ہوگی۔'' پھر ہنس کر گویا ہوا۔

''جیت ہار کیا معنی رکھتی ہے وہ ہے ہی میری اس کے لیے مقابلے کی ضرورت نہیں ہے تم جاؤ اور اسے لے کر آؤ ورنہ وہ تو میرے پاس ہوگی مگر تم زندہ نہیں رہو گے زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہ کرو جو کہہ رہا ہوں۔''

''تم کچھ بھی کر لو رائمہ کی تم پرچھائیں بھی حاصل نہ کر سکو گے یہ میرا وعدہ ہے ایک مرد کا وعدہ کیونکہ بات اب مردانگی کی آ گئی ہے۔'' ایک لاحاصل بحث کو سمیٹتے ہوئے وہ وڈیرے کی غیض وغضب سے باہر نکلی ہوئی آنکھوں میں دیکھتا ہوا چیلنج کرتا گویا ہوا۔

''مجھ سے دشمنی تم کو بڑی مہنگی پڑے گی احد سائیں، شاید تم مجھ سے ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہوا گر میں چاہوں تو میرے ادمی میرے ایک اشارے پر تمہیں مار کر حویلی میں کہیں بھی دفن کر دیں گے یا یہاں سے جانے کی آرزو لیے زندہ درگور کر دیے جاؤ گے۔'' اس کے لہجے میں رعونت تھی۔

''تم مجھے موت سے نہیں ڈرا سکتے یہ میرا ایمان ہے جو رات قبر کے اندر آنی ہے وہ زمین کے اوپر نہیں آ سکتی ہے تم یا تمہارا کوئی غلام میرا راستہ نہیں روک سکتا۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وڈیرہ مٹھیاں بھینچتا اسے گھورتا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا باہر اس کے ساتھی موجود ہیں۔
''میری بات یاد رکھنا آفیسر تمہارے پاس فیصلہ کرنے کے لیے وقت بہت کم ہے میں تمہیں صبح تک مہلت دے رہا ہوں رائمہ یہاں نہ آئی تو......!'' وہ بولتا رہا احد بے نیازی سے وہاں سے نکل گیا۔



رات سوتے جاگتے خوف و تفکرات میں ہی گزری تھی جب بھی آنکھ لگتی وڈیرہ کا مکروہ چہرہ نگاہوں میں گھومنے لگتا تھا وہ اسے اپنے اردگرد ہی کسی سانپ کی مانند پھنکارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
احد سے وہ کسی خیر کی امید نہیں رکھتی تھی کہ کل رات تک اس کا رویہ بڑا روڈ تھا کوئی نرمی و درگزر وہ کرنا جانتا نہیں تھا یا صرف اس کے لیے ہی دل میں گداز پن نہ تھا، وہ پہلے دن سے اس سے بدمزاجی اکھڑ پن و سرد مہری سے پیش آتا تھا، اس کی پہلی کوشش یہ ہی تھی کہ وہ کس طرح یہاں سے چلی جائے اور اب قدرت اسے موقع فراہم کر رہی تھی بہت بہترین موقع تھا اس سے جان چھڑانے کا جو اس کے لیے گنوانا مشکل تھا۔ وہ صبح ہی چلا گیا تھا بغیر ناشتہ کیے اور ناشتہ وہ بھی نہ کر سکی تھی فقط آدھا کپ چائے پی تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بے کلی و وحشت بڑھتی جا رہی تھی وہ سوچ رہی تھی اس کی بھی کیا قسمت ہے کل اس کا باپ اس کا سودا کر چکا تھا پیسہ حاصل کرنے کے لیے اور آج احد اپنی جاب کی خاطر اسے عاشق علی کو سونپنے کو تیار تھا۔ کل ماں نے اپنی جان دے کر اس کی آبرو بچالی تھی۔ آج کون اسے بچائے گا؟ ان سوچوں میں الجھی دوپہر ہوگئی تھی اور جب وہ ظہر کی نماز ادا کرنے اٹھی تو فیصلہ دل میں کر چکی تھی آبرو سے زیادہ زندگی قیمتی نہ تھی۔
شام تک وہ آیا تو ہاتھوں میں کھانے کے کئی شاپر تھے وہ اس کو دے کر بولا۔
''مجھے اندازہ ہے تم نے رات سے اب تک کچھ نہیں کھایا ہے کھانا لگاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں سخت بھوک لگی ہے۔'' وہ اس کی سوالیہ نگاہوں کو نظرانداز کر کے گویا ہوا پھر تیز تیز قدموں سے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔
وہ کئی لمحوں تک شاپر ہاتھوں میں تھامے گم صم سی کھڑی رہی مگر احد کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی تھی اس کا سہا ہوا دل مزید سہم کر رہ گیا۔ اسے لگا کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے، اس کا انداز بہت عجیب سا لگا تھا اسے پندرہ منٹ بعد نکھرا نکھرا وہ کھانے کے لیے بیٹھ رہا تھا چکن بریانی، کباب، مٹن اسٹو، سلاد، رائتہ، تافتان اور چپاتی ٹیبل پر سجی ہوئی تھی وہ پلیٹ اٹھاتا کچھ فاصلے پر کھڑی اضطرابی انداز میں ہاتھوں کو مسلتی رائمہ کو دیکھ کر بولا۔
''وہاں کیوں کھڑی ہو کھانا کھاؤ آ کر ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''
''میں آپ کے ساتھ نہیں کھاؤں گی آپ کھالیں میں بعد میں کھالوں گی۔''
''میرے ساتھ کیوں نہیں کھاؤ گی میں کسی دائمی بیماری میں مبتلا ہوں؟'' حسب عادت وہ سرد اور خشک لہجے میں استفسار کرنے لگا۔
''میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے میں اپنی اوقات جانتی ہوں پلیز آپ کھائیں میں آپ کے لیے کافی بنا کر لاتی

ہوں تب تک۔'' وہ ہوا کے جھونکے کی مانند سرعت سے وہاں سے نکل گئی تھی وہ بھی اس وقت کئی الجھنوں کا شکار تھا کئی فیصلے اس کو جلدی اور سوچ سمجھ کر کرنے تھے عاشق علی اور اس کے مابین زبردست جنگ چھڑ گئی تھی کل تک وہ جس لڑکی سے چڑتا رہا تھا۔ آج وہ ہی اس کی مردانہ وقار کا مسئلہ بن گئی تھی اب عاشق علی اس کی پرچھائیں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ اس کی خودداری وعزت نفس کا سوال تھا۔ رائمہ کافی بنا کر لائی تو وہ کھانا کھا چکا تھا سب کھانا جوں کا توں رکھا تھا بھوک شاید اسے بھی نہ تھی چند لقمے لے کر اٹھ گیا تھا۔

ابھی رائمہ کافی لے کر اس تک بڑھی تھی فضا فائرنگ سے گونج اٹھی فائرنگ اتنی شدید اور اچانک ہوئی تھی کہ در و دیوار لرز اٹھے تھے۔



منگنی کی تقریب بہت دھوم دھام سے جاری تھی شہر کے اعلیٰ ہوٹلوں میں رنگوں، خوشبوؤں اور قہقہوں کے طوفان امڈ آئے تھے۔ شاہ رخ صاحب کا شمار ملک کے بڑے صنعت کاروں میں ہوتا تھا وہ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا تک ان کی رسائی تھی وہ شہر میں مشہور و معروف تھے۔ تقریب میں اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ نمایاں تھے۔ حماد بزنس مین تھا جاذب نظر خوش اخلاق و سلجھا ہوا نوجوان تھا اس وقت بلیک تھری پیس سوٹ میں وہ اور مونا سب کی نگاہوں کا مرکز تھے باٹل گرین اور پرپل کلرز کنٹراسٹ جھلملاتے سوٹ میں وہ میک اپ وجیولری میں حسین لگ رہی تھی مجید بابا کئی بار اس کی بلائیں لے چکے تھے وہ دیکھ رہے تھے اس خوشی کے موقع پر بھی مونا کی آنکھوں میں ایک نمی تھی اور ایسی ہی نمی رابعہ بیگم کی آنکھوں میں بھی تھی مہمانوں سے علیک سلیک کرتے ہوئے ان کی نگاہیں گاہے بگاہے داخلی دروازے کی طرف اٹھتی تھیں کہ شاید احد آ کر سرپرائز دے اس پر گھر کے دروازے بند کیے گئے تھے وہ یہاں آ سکتا تھا یہ گھر کی دہلیز نہیں ہوٹل تھا۔ کھانا شروع ہوا تو سب کھانے میں مشغول ہو گئے تھے رابعہ موقع غنیمت جان کر مجید بابا کے قریب آ کر رنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''وہ اتنا کٹھور بن گیا ہے کہ لاڈلی بہن کے آگے اس نے اپنی انا کو فوقیت دی۔ میں سوچ رہی تھی وہ چند لمحوں کے لیے مگر آئے گا ضرور۔''

''میں بھی انتظار کر رہا ہوں بہو بیگم یقین تو مجھے بھی تھا احد میاں کے آنے کا لیکن اب ٹائم کہاں رہا ہے ان کے آنے کا پھر نا معلوم کیا بات ہے وہ فون بھی نہیں اٹھا رہے وہ بار بار صبح سے فون کر کے تقریب کے متعلق پوچھ رہے تھے۔'' بات کرتے ہوئے ان کے لہجے میں فکرمندی عود کر آئی تھی۔

''یہ بات تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مجید بابا دوپہر تک میرے اور مونا کے موبائل پر بھی وہ رابطے میں تھے اب موبائل آف جا رہا ہے احد کا نہ معلوم کیا ہوا ہے؟ خدا کرے وہ خیریت سے ہو'' وہ ایک دم بے چین ہو کر گویا ہوئیں۔

''خود کو سنبھالیے بہو بیگم ایسی کوئی بات نہیں ہوگی، وہ ٹھیک ہوں گے دراصل احد میاں کو فون چارج کرنے کی عادت نہیں ہے میں ہی یہ کام کرتا تھا اب بھی یقیناً بیٹری ختم ہو گئی ہوگی اس لیے فون نہیں کر رہے ہیں۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو مجید بابا میرا دل تو آج صبح سے ہی گھبرا رہا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں لوگ کس طرح بن

بن کر احد کی غیر موجودگی کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ رشتے دار تو سب ہی کچھ جانتے ہیں پھر بھی کیا کریں کہ لوگوں کو دوسروں کے زخموں پر نمک چھڑکنے میں مزہ آتا ہے۔''

''بابا کولڈ ڈرنک لا کر دو مجھے۔'' رامین جو رشتے داروں میں بیٹھی باتیں کرتے ہوئے ان کو گفتگو کرتے دیکھ رہی تھیں وہاں آتے ہوئے ان سے حکمیہ لہجے میں مخاطب ہونے کے بعد رابعہ سے تنقیدی لہجے میں کہنے لگیں۔

''بھابی! اس دو ٹکے کے ملازم کو آپ اتنی اہمیت کیوں دیتی ہیں اس وقت مونا کے سسرال والوں کے پاس ہونا چاہیے تھا آپ کو اور آپ اس سے باتوں میں لگی ہیں جب ہی وہ اتنا سر چڑھ گیا ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔''

''رامین وہ ملازم ہی سہی مگر بزرگ ہیں، ان کے بارے میں بولتے وقت لہجے کو احترام کے دائرے میں رکھا کرو مونا کے سسرالیوں کی فکر مت کرو وہ کم ظرف نہیں ہیں جو ذرا ذرا سی بات کو ایشو بنا کر تماشا کھڑا کریں۔''

''میں تو ملازم کو ملازم ہی سمجھتی ہوں بھابی، خواہ آپ کچھ بھی کہیں خیر میں یہ کہہ رہی تھی ادھر دیکھیں بھائی جان کس طرح چاند آپا پر لٹو ہو رہے ہیں۔'' انہوں نے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا جہاں بلو سلک کی ساڑھی میں ملبوس خوش شکل پر وقار خاتون کا تعارف وہ اپنے داماد سے کرا رہے تھے۔ شاہ رخ صاحب کا انداز بے حد نارمل و عام سا تھا وہ جانتی تھی وہ دلربا سی عورت ان کی چاہت تھی کسی زمانے میں، وہ ان سے شادی کے آرزومند تھے۔

''چاند آپا کی جگہ ان کے پہلو میں آپ کو موجود ہونا چاہیے تھا اور آپ ہیں کہ ان سے بے خبر مجید بابا کے ساتھ گپ شپ میں لگی ہیں۔'' انہوں نے گہری نظر رابعہ پر ڈالتے ہوئے ان کے چہرے سے حسد جاننے کی سعی کی تھی۔ جس میں ان کو شدید ناکامی ہوئی تھی وہ ایسی ہی نظر آ رہی تھیں پرسکون و بے فکر حسد و جلن کی رمق تک چہرے پر نہ آئی تھی۔

''چاند سے کئی بار مل چکی ہوں اور آج بھی وہ سب سے پہلے مجھ سے ملی ہیں وہ بے حد نفیس و بے ضرر عورت ہیں اور رہا سوال شاہ رخ کا تو میرے لیے یہی اطمینان کافی ہے چاند ان کا ماضی تھیں اور میں ان کا حال ہوں۔''



فائرنگ اتنی شدید تھی کہ کھڑکیوں کے شیشے تڑتڑ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر گر رہے تھے کافی کا مگ اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا وہ سراسیمہ سی وہیں کھڑی تھی۔ لاؤنج اور ڈائننگ روم کا داخلی دروازہ اندر کی طرف سے آتا تھا جبکہ اندر کی دیواریں عقبی طرف تھیں جو حصہ جنگل کی طرف تھا اور ان دیواروں میں قد آور کھڑکیاں تھیں ان کھڑکیوں اور دیواروں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ احد نے اڑتے شیشوں اور گولیوں سے بچنے کے لیے صوفے کی سمت جست لگائی تھی دشمن اس کی سوچ سے بھی آگے کی چال چلنے والا تھا۔

''اسٹوپڈ اس طرح کھڑی کیوں ہو، سٹ ڈاؤن، سٹ......!'' ابھی وہ اسے نیچے بیٹھنے کا کہہ ہی رہا تھا کہ کھڑکی سے ایک انگارہ اڑتا ہوا عین اس کی طرف بڑھا تھا اور احد نے جھکے جھکے ہی آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا وہ چیختی ہوئی گری تھی گولی اسی لمحے اس کے سر سے گزر کر دروازے میں پیوست ہوئی تھی وہ بے اوسان گری تھی کلائیوں میں پڑی چوڑیاں ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں احد نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور غصے سے بولا۔

''میری سوچوں سے بھی زیادہ تم اسٹوپڈ ہو، ابھی وہ بلٹ ڈور کی جگہ تمہارے اس بھوسے بھرے سر میں پیوست

ہو چکی ہوتی عجیب لڑکی ہو تم۔'' وہ جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا وہ آہستگی سے اٹھ کر صوفے کے پیچھے بیٹھ گئی تھی وہ بے حد ہراساں و متوحش تھی فائرنگ متواتر ہو رہی تھی اور ان کو جگہ سے اٹھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا لیکن دیکھ رہی تھی وہ بالکل بھی خوف زدہ فکر مند نہ تھا۔ کئی کالز اس نے کی تھیں مگر دوسری طرف سے ایک بھی اٹینڈ نہ کی گئی۔

''ہوں مجھے معلوم تھا پولیس نام قانون کا لیتی ہے مگر کام مجرموں کا کرتی ہے کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا ہے از خود اگنور کر رہے ہیں میری کال کو۔'' وہ موبائل نیچے پھینک کر غصے سے بڑبڑایا اور پھر چند سیکنڈ بعد فائرنگ بند ہو گئی۔

''یہیں بیٹھی رہو اٹھنا نہیں ابھی'' وہ تیزی سے اٹھتا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا دل کی حالت ابھی بھی بے قابو تھی فائرنگ کا دورانیہ صرف پانچ منٹ تھا مگر شدید تھی کہ ابھی بھی کانوں میں جھنجناہٹ و بدن میں سنسناہٹ کم نہ ہوئی تھی۔ وہ کھڑا ہو کر در و دیوار کا جائزہ لے رہا تھا معاً اس کے فون کی گھنٹی بجی تھی۔

''ابھی جو تم نے دیکھا وہ بے حد معمولی سا ٹریلر تھا فلم ابھی باقی ہے اگر زندہ اس جگہ سے نکلنا چاہتے ہو بابا تو رائمہ کو ابھی اسی وقت یہاں چھوڑ جاؤ۔'' دوسری طرف عاشق علی کی پھنکارتی ہوئی آواز آئی تھی اس نے ایک نگاہ سہمی ہوئی رائمہ پر ڈالی تھی پھر موبائل کان سے لگائے باہر نکل گیا تھا۔

''اور اسی وقت میں اسے لینے آ رہا ہوں میری عزت کسی غیر مرد کے پاس ہو اور معلوم ہونے کے بعد میں سو جاؤں یہ ناممکن بات ہے۔'' حاکمیت و سفاکی بھرا لہجہ وہ بہت جذباتی و بے چین لگ رہا تھا محسوس کی جانے والی کھلبلی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا تم سے کہ رائمہ اب میری انا میری غیرت کا مسئلہ ہے تم اس کی پرچھائی بھی نہیں دیکھ سکو گے ابھی جو تم نے تماشہ دکھایا ہے میں اس سے مرعوب ہونے والا بھی ہرگز نہیں ہوں۔'' وہ لان میں نکل آیا تھا رائمہ کے سامنے اس کے ہی متعلق بات کرنا اسے معیوب لگ رہا تھا۔

''آفیسر تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو، شیر کے منہ سے شکار چھیننا کیا اتنا آسان سمجھا ہے تو نے؟'' وہ پوری طاقت سے چیخا۔

''شیر کے منہ سے شکار چھیننا بالکل آسان ہے میرے لیے تم رائمہ کو بھی بھول جاؤ یہی تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے نہ وہ تمہاری تھی نہ ہے اور نہ ہو گی۔''

''اگر وہ میری نہیں ہے تو تیری بھی نہیں رہے گی آفیسر تجھے ابھی میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے تو یہاں سے زندہ نہیں جا سکتا ہے یہاں دور تک کوئی تیری مدد کو نہیں آئے گا سمجھا ابھی بھی وقت ہے رائمہ کو چھوڑ دے۔'' دوسری طرف وہ شاید غصے و بے بسی سے اپنے بال نوچنے لگا تھا۔

''ہمت ہے تو چھڑوا لے میں چیلنج کر رہا ہوں۔'' کہہ کر اسنے لائن ڈس کنیکٹ کر دی اور مڑا تو رائمہ کو اپنے قریب کھڑے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی تھی وہ نامعلوم کب سے اس کی پشت کے پیچھے کھڑی تھی اور فق چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ سب سن چکی ہے اور اس نے بھی ٹائم ضایع کیے بنا عاشق علی سے کی گئی گفتگو کے کچھ حصے سنا دیے تھے۔

''اب کیا ہو گا، وڈیرہ چھوڑے گا نہیں، وہ کاری کرا دے گا۔'' وہ ایک دم ہی خوف زدہ ہو کر رونے لگی۔

''پلیز، ٹیک اٹ ایزی، آنسو ہر مسئلے کو حل نہیں کرتے وہ کس قدر شاطر و مکار آدمی ہے یہ آئیڈیا مجھے ہو چکا ہے

ہمیں ابھی یہاں سے نکلنا ہوگا یہ جگہ بالکل بھی سیف نہیں رہی۔ وہ گاؤں کے لوگوں کو رات کی تاریکی میں لانے سے بھی گریز نہیں کرے گا کیونکہ وہ پہلی بار کسی کو حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ایسے لوگ زخمی سانپ کی مانند ہوتے ہیں جو ہروقت اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کی سعی میں مبتلا رہتے ہیں جا کر فٹافٹ اپنا سامان پیک کرو ہمیں ابھی نکلنا ہوگا یہاں سے'' وہ اس کو کہہ کر کسی کو کال کرنے لگا تھا۔ بے گناہ و بے خطا ہونے کے باوجود کاری ہو کر مرنے کے لیے وہ تیار نہ تھی جس عزت کو بچانے کے لیے اس کی ماں کو قتل ہونا پڑا تھا گھر چھوڑنا پڑا تھا اور یہاں اس سر پھرے بدمزاج شخص کی جلی کٹی سن رہی تھی۔ وہ بدلحاظ، بدمزاج، کٹھور مگر اس نے کبھی بھی اس کی بے بسی وتنہائی سے فائدہ اٹھانے کی سعی نہ کی تھی اور جب سے بابا گئے تھے اس کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ اس سے کم سے کم سامنا ہو۔

''اتنی دیر لگا دی معمولی سا سامان پیک کرنے میں۔'' وہ دستک دیتا اندر آتا ہوا بولا اس نے جلدی سے چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور کھڑی ہوگئی۔ احد کے ہاتھ میں ایک بڑا بیگ تھا اس نے بنا کچھ کہے رائمہ کے ہاتھ سے بھی بیگ لے لیا اور تیز تیز چلتا ہوا باہر نکل گیا اس کی تقلید اسے بھی کرنی پڑی۔ گیٹ کے باہر کار کھڑی تھی اور ساتھ ہی بندوقیں تانے دو ملازم ٹائپ آدمی کھڑے تھے احد نے سامان ڈگی میں منتقل کرنے کے بعد اسے کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ان دونوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔

وہ دونوں چوکیدار تھے جو مودبانہ انداز میں اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔ وقت نو دس بجے کے درمیان کا تھا مگر باہر پھیلی سناٹا و ویرانی ماحول کو پرہول بنا رہی تھی رات کی گہری تاریک فضا میں رچ بس چکی تھی۔ ان کو ہدایات دینے کے بعد اس نے ڈرائیونگ ڈور کھول کر دو پستول، فرنٹ سیٹ پر رکھی تھیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے نگاہ مرر پر گئی تو رائمہ کی پیشانی پسینے وخوف سے تر دیکھ کر نرمی سے بولا۔

''ڈرو نہیں، ان ریوالورز کو چلانا پڑتا ہے از خود نہیں چلتی۔''

وڈیرے عاشق علی کی حالت بن جل مچھلی کی مانند تھی رائمہ کی ملنے کی خبر نے اسے جس قدر پرجوش و پر مسرت کیا تھا اس قدر ہی احد کو دیکھنے اور ملنے کے بعد اس کے اندر رقابت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اپنی گھٹیا سوچ اور ذہنیت کے مطابق وہ رائمہ کو احد کے ساتھ اپنی تھرڈ کلاس سوچوں کے عکس میں دیکھ چکا تھا اور اپنی ہی سوچوں کے عکس کے ہر منظر پر وہ بے بسی وجلن کے الاؤ میں جل رہا تھا۔

فون پر احد سے ہونے والی گفتگو نے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے غیض وغضب سے اس کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ سانس بری طرح پھولنے لگا تھا۔

''ارے اس چھوکرے کی بات کو دل سے کیوں لگاتے ہو سائیں وہ کل کا چھوکرا آپ کی برابری نہیں کر پائے گا میں ابھی گاؤں کے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور ہم جا کر اس چھوکری کو زندہ اور اس آفیسر کی لاش لے کر آئیں گے۔'' بخشو نے ہمت کر کے اس کو سمجھانے کی سعی کی۔

''تو کہہ رہا تھا وہ کانپڑی بتا رہی تھی رائمہ کو میڈم نے شہر بھیجا ہے پھر وہ اس آفیسر کے ساتھ جنگل والے گیسٹ ہاؤس کس طرح پہنچی ہے اور وہ آفیسر اس پر اتنے کم دنوں میں کس طرح ایسا فدا ہوا کہ وہ مجھ سے مقابلہ کر رہا ہے؟''

''سائیں یہ کیا چکر ہے میں بھی سمجھ نہیں پایا ہوں مگر کانپڑی نے جو بھی کہا وہ درست ہے وہ میڈم کی خاص ملازمہ تھی اسکول اور گھر میں ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس نے خود اس رات میڈم کو فون پر بات کرتے ہوئے سنا تھا وہ چھوکری سے کہہ رہی تھی وہ بھاگ کر اس کے گھر پہنچ جائے اس کے رشتے دار کراچی سے آئے ہوئے ہیں وہ ان کے ساتھ اسے بھی بھیج دے گی۔ مگر کانپڑی کہتی ہے کہ اس نے چھپ کر دیکھا تھا وہ گاڑی میں نہیں تھی۔'' بخشو نے مہہ جبین میڈم کی ملازمہ کانپڑی کو چند روپے دے کر ساری معلومات حاصل کر لی تھی اور عاشق علی کو بتا دیا تھا۔

عاشق علی نے جب رائمہ کو گھر میں نہ پایا اور ڈھونڈنے کے باوجود بھی وہ نہ ملی تو اس نے پہلے اسلام الدین عرف سلامو کو خوب مار لگوائی تھی اور یہ ہی پوچھا تھا کہ اس کی بیٹی کس طرح اور کس کے ساتھ بھاگی ہے اس کی دوستی کس لڑکے کے ساتھ تھی، سلامو نے ٹوٹی ہڈیوں کے ساتھ درد سے کراہتے ہوئے قسم کھائی تھی کہ رائمہ ایسی لڑکی نہ تھی اس کی دوستی صرف اپنی ماں اور اسکول میڈم کے ساتھ تھی اور اس نے یہ بتایا کہ وہ آج رات تک اس کے ساتھ تھی اس کی حسرتوں کے پھولوں میں آگ لگ گئی تو اس نے سلامو کو بھی زندہ نہ رہنے دیا تھا۔ آخری سانسیں لیتے سلامو کو وہ گھر سمیت زندہ جلتا چھوڑ آیا تھا سلامو کی کرب ناک چیخوں پر اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا دوسرا نمبر اسکول کا تھا وہاں بھی وہ آگ لگا چکا تھا میڈم مہہ جبین پراسرار طور پر وہاں سے غائب ہوگئی تھی۔

''جاؤ جلدی گاؤں والوں کو تیار کرو اور چلنے کی تیاری کرو، میں آرہا ہوں'' وہ اس کے حکم پر ہوا کی مانند روانہ ہوگئے تھے اور وہ دیوار گیر قد آور آئینے کے سامنے کھڑا مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا سوچ رہا تھا بہت بڑی غلطی کر دی سلامو کو مار کر آج وہ زندہ ہوتا تو رائمہ کو بہلا پھسلا کر الٹے قدموں واپس لے آتا بیٹی کتنی ہی باپ سے خفا ہو مگر باپ کو اپنے آگے ہاتھ جوڑے دیکھ کر ساری خفگی بھول جاتی ہے سلامو کی موت کا اسے سخت رنج ہو رہا تھا اپنی جلد بازی و غصے پر اسے رنج تھا۔

باہر گاؤں کے لوگ اس کے حکم پر جمع ہو رہے تھے۔ لاٹھی، ڈنڈے، کلہاڑی، اسلحہ سب میں تقسیم ہو رہا تھا۔ غریب و بے قصور لوگ وڈیرے کا حکم ماننے پر مجبور تھے۔



مونا کی منگنی کا فنکشن بہت بہترین رہا تھا شاہ رخ صاحب اس رشتے پر بے حد خوش تھے خوش رابعہ بیگم بھی تھیں مگر بیٹے کی غیر موجودگی کا ملال ان کی آنکھوں میں نمی بن کر چمکتا رہا تھا۔ چاند بھی ان کی رنجیدگی کو محسوس کر رہی تھیں مہمانوں کی اکثریت جانے کے بعد جب چند قریبی عزیز و اقارب اور گھر والے رہ گئے تو وہ اپنی سوچوں میں گم ایک طرف تنہا بیٹھی رابعہ کے پاس چلی آئی تھیں ان کو دیکھ کر وہ سوچوں سے نکلی تھیں۔

''اس طرف دوبارہ ڈنر چل رہا ہے اور آپ یہاں تنہا بیٹھی ہیں آپ نے پہلے بھی کچھ نہیں کھایا تھا اب کچھ لے لیجیے۔'' انہوں نے دوسری طرف اشارہ کیا جہاں رامین، کاجل اور دیگر مہمان مزے سے کھانے پینے میں مصروف تھے ان میں شاہ رخ بھی نمایاں تھے مونا اپنی فرینڈز اور کزنز کے ساتھ دوسری ٹیبل پر بیٹھی تھی مجید بابا ان کو آئس کریم اور میٹھے پان سرو کر رہے تھے۔

''شکریہ چاند! میرا دل ہی نہیں چاہ رہا کھانے کو بھوک ہی ختم ہوگئی ہے۔''

''احد کی جدائی کو دل کا روگ بنالیا ہے آپ نے رابعہ۔''

''روگ خود بخود لگ جاتے ہیں انہیں لگانے کی ضرورت کہاں پڑتی ہے آپ نے دیکھا پورا شہر گویا اُمڈ آیا تھا اس تقریب میں شاہ رخ نے چپڑاسی سے لے کر منسٹر تک کو انوائٹ کیا تھا اگر ایک کال وہ واحد کو بھی کر دیتے تو کیا کمی آ جاتی، ہماری پہلی خوشی سے ہمارا بیٹا محروم رہا وہ بیٹا جو ہمیشہ ان کی ہر بات مانتا آیا تھا۔ ایک بار اس نے اپنے حق کی بات کر دی تو انہوں نے گویا احد کو اپنے دل سے نکال پھینکا۔'' وہ کوشش کے باوجود اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکی تھیں۔

''مجھے آپ کے دکھ کا اندازہ ہے رابعہ، ایک ماں کے لیے ہر خوشی ادھوری ہوگی لیکن میں شاہ رخ کی سنگ دلی و ہٹ دھرمی سے بھی واقف ہوں جب تک اس کے دل پر احد کی طرف سے جمی بدگمانی و غصے کی گرد صاف نہیں ہوگی وہ اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرے گا۔'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے سمجھانے لگی تھیں۔

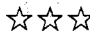
''چاند آپ ہی سمجھائیں شاہ رخ کو، وہ آپ کی بات رد نہیں کریں گے۔'' وہ ٹشو پیپر سے آنکھیں صاف کر کے ان سے لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

''پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا ہے انہوں نے آپ کی بات کی لاج رکھی ہے۔''

''میں جانتی ہوں رابعہ رامین نے نا معلوم کس کس انداز میں میری اور شاہ رخ کی محبت کی داستان سنائی ہوں گی لیکن ڈیئر ایسا کچھ نہیں تھا ہم کلاس فیلو تھے کالج سے یونیورسٹی تک ہم نے سفر ساتھ طے کیا اور اس دوران وہ نا جانے کب یک طرفہ محبت کے سفر پر گامزن ہو گیا یک طرفہ محبت کی کوئی منزل نہیں ہوتی ہے یہ سفر خواری کے سوا کچھ نہیں دیتا ہے میری محبت کاشف تھے جو ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔''

''جی، رامین نے بتایا تھا مجھے وہ آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ کسی اور کو لیکن چاند کچھ لوگ صرف ایک بار محبت کرتے ہیں وہ محبت ان کی پہلی اور آخری ہوتی ہے شاہ رخ نے آپ سے ویسے ہی محبت کی ہے بدلے کی توقع نہ رکھتے ہوئے وہ آج بھی آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔'' رابعہ کا لہجہ بالکل سادہ و پروقار تھا۔

''شکر ہے آپ کا دل میری طرف سے صاف ہے۔ میں پوری کوشش کروں گی احد اور شاہ رخ کے درمیان جو دوری ہے اسے ملن میں بدلنے کی۔''



سارہ راستہ وہ زیر لب دعاؤں کا ورد کرتی رہی تھی احد نے یہاں سے نکلنے کے لیے شارٹ کٹ کا انتخاب کیا تھا یہ راستہ دشوار گزار و کٹھن تھا مگر یہاں سے وہ محفوظ طریقہ سے باہر نکل سکتے تھے اور کم سے کم وقت میں بھی۔

آج سارا دن ان الجھنوں میں گزرا تھا وہ جو مونا کی وجہ سے یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا کہ اس خوشی کے موقع پر وہ کس طرح لاڈلی و چہیتی بہن سے دوری کو برداشت کرے گا۔ خصوصاً ممی کی بے حد فکر تھی وہ جانتا تھا اس کی غیر موجودگی کو وہ کس دل سے برداشت کریں گی۔ مگر آج کا دن بے حد بھاگ دوڑ و پریشانی میں گزرا تھا اور اب بھی وہ محو سفر تھا۔

تنہائی میسر آتے ہی گھر والوں کی یاد ستانے لگی تھی وہ سوچ رہا تھا مونا کیسی لگ رہی ہوگی۔ وہ اور ممی اس کو بے حد

مس کررہی ہوں گی اور بار بار کالز بھی کر رہی ہوں گی کیونکہ مجید بابا نے بھانڈا پھوڑ دیا تھا کہ وہ یہیں موجود ہے باہر نہیں گیا گڑبڑ حالات کی وجہ سے اس نے وہ نمبر آف کر رکھا تھا اور اس کو یہ فکر ستا رہی تھی کہ وہ لوگ وہاں پریشان ہو رہے ہوں گے۔گیئر بدلتے ہوئے اس پر نگاہ پڑی تھی وہ بے خبر سو رہی تھی۔

''ہونہہ مجھے مصیبت میں مبتلا کر کے خود آرام سے سو رہی ہے ایڈیٹ، بابا سے میں نے پہلے کہا تھا اس طرح آنے والی لڑکیاں اپنے پیچھے کئی پریشانیاں اور ہنگامے لے کر آتی ہیں میرا خدشہ سچ ثابت ہوا وہ عاشق صاحب مجنوں کے نقش قدم پر چلنے کی سعی میں یہ بھول بیٹھے ہیں کہ یہ لڑکی ان سے عمر میں کئی گنا کم ہے۔''اس کے ذہن میں سب خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے جب اس کی کار مبشر کے چھوٹے سے بنگلے کے سامنے رکی تو رات کا آخری پہر تھا چند گھنٹوں بعد ہی صبح روشن ہونے کو تھی۔

''ہم گاؤں سے باہر آ گئے ہیں؟'' کار رکنے کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھلی تھی۔وہ باہر دیکھتی ہوئی خوابیدہ لہجے میں استفسار کرنے لگی تھی۔

''جی ہاں یہ کراچی کا ایک علاقہ ہے گلشن''اس نے اپنے مخصوص لٹھ مار انداز میں جواب دیا اور ساتھ ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

''تھینکس گاڈ تم بخیر و عافیت یہاں پہنچ گئے ہو میں رات بھر ایک پل کے لیے نہیں سو سکا۔''مبشر کار دیکھتے ہی باہر نکل آیا تھا اس سے لپٹ کر بولا۔

''سونے والے سولی پر بھی سو جاتے ہیں یار تمہیں نیند کیوں نہیں آئی؟''اس نے اس سے علیحدہ ہو کر رائمہ کے لیے گیٹ کھولتے ہوئے کہا تھا رائمہ کو لگا وہ اس پر طنز کر رہا ہے خود پر اسے حیرت تھی پے در پے بدلتے حالات پھر فرنٹ سیٹ پر اسلحہ دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے وہ جانتی تھی اسلحہ نمائش کے لیے رکھا گیا تھا احد اسے بخوبی استعمال کرنا جانتا تھا اور راستے میں کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو وہ کسی کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرے گا اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی خاطر کسی کا خون بہے وہ شخص جو اس کی وجہ سے پہلے ہی پریشانیوں میں مبتلا ہے خون خرابہ کر کے کسی بڑی مشکل میں گرفتار ہو وہ دعا کرتی ہوئی نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی اور اب آنکھ کھلتے ہی اس کے طنز کا سامنا کرنا پڑا تھا۔بہت عجیب مہرباں تھا وہ طنز و دل آزاری کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

''اب باہر نکلنے کے لیے بھی دعوت دینا پڑے گی؟''اس کی سرد آواز پر وہ گھبرا کر باہر نکلی تو مبشر نے ایک چور سی نگاہ اس پر ڈالی اور احد کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔وہ ادھر ادھر دیکھے بنا ان کے پیچھے چل رہی تھی۔

''آیئے بیٹھیے نا یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔''وہ ایک لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔

اے سی کی کولنگ سے ٹھنڈے اور خوب صورت ڈیکوریٹڈ لاؤنج میں احد آتے ہی صوفے پر نیم دراز ہو چکا تھا جبکہ وہ کھڑی تھی۔

''بھابی گھر پر نہیں ہیں کیا؟''احد نے پوچھا۔

''کل ہی اپنی مما کے گھر گئی ہے وہ۔''وہ اطمینان سے گویا ہوا۔

''ہوں تب ہی تو ایسی باتیں کر رہا ہے۔'' اس کے سنجیدہ لہجے میں شوخی تھی۔
''یہ میرے باس ایسی ہی باتیں کرنے کے عادی ہیں آپ کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا آپ آیئے میرے ساتھ میں آپ کو روم دکھا دوں آپ فریش ہو جائیں۔'' وہ چپ چاپ اس کے ساتھ اس کمرے میں آ گئی یہ بیڈ روم تھا سنگل بیڈ، ڈریسنگ ٹیبل، مخروں پردے کارپٹ سے آراستہ کمرہ خاصا نفیس و سادہ تھا۔
''یہ میری اماں کا روم ہے اماں ان دنوں میری بڑی سسٹر کے گھر گئی ہوئی ہیں آپ ایزی ہو جائیں یہاں آپ ہر خطرے سے محفوظ ہیں۔'' وہ دروازے میں کھڑا کہہ رہا تھا پھر اپنی بات مکمل کر کے وہ چلا گیا، رائمہ سست قدموں سے اٹیچڈ باتھ کی طرف بڑھ گئی تھی۔
''تمہارے ریسٹ ہاؤس سے نکلنے کے چند گھنٹے بعد ہی وہاں حملہ ہوا تھا پرویز کی کال آئی تھی اس وقت قاسم بھی بے حد فکر مند تھا تمہارے لیے میں نے بتا دیا تھا تم وہاں سے نکل چکے ہو اور یہاں آ رہے ہو۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ کر فکر مندی سے گویا ہوا جبکہ احد نارمل انداز میں کہنے لگا۔
''یہ مجھے معلوم تھا وہ ایسا کرے گا اور جلدی کرے گا وہاں موجود چوکیداروں کے بارے میں معلوم ہوا وہ بخیریت ہیں؟'' وہ ان کے لیے فکر مند نظر آ رہا تھا۔
''وہ ٹھیک ہیں تم ان کو سمجھا آئے تھے اس لیے وہ چوکنا تھے لوگوں کو دور سے دیکھ کر ہی وہ لائٹس آف کر کے اور گیٹ پر تالا لگا کر چھپ گئے تھے ان میں سے کسی ایک نے پرویز کو کال کر کے صورت حال بتائی تھی وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔''
''ڈیٹس گڈ وہ پاگل ہو گیا ہوگا اپنی ناکامی پر بہت سیلفش آدمی ہے وہ۔''
''احد بی سیریس یار یہ سب تم کیوں کر رہے ہو ایک لڑکی کی خاطر تم نے ایک بہت نامعقول شخص سے دشمنی مول لی ہے میں کہتا ہوں جو وہ کہہ رہا ہے وہ مان جاؤ لڑکی ان کے حوالے کر دو اور اپنی جان چھڑاؤ پرائے جھگڑے سے۔''
''لڑکی اس کے حوالے کر دوں امپاسبل، اس کی اصلیت جاننے کے بعد میں کبھی ایسا نہیں کروں گا تم جانتے ہو میں گھٹیا لوگوں سے کمپرومائز نہیں کرتا'' وہ دوٹوک واٹل لہجے میں بولا کچھ توقف کے بعد مبشر نے آہستگی سے کہا۔
''تمہارے ارادے کیا ہیں، رائمہ کو سہارا تم دو گے؟''
''وہاٹ یو مین سہارا میں ایک وحشی و بے ضمیر انسان سے محفوظ کرنا چاہ رہا ہوں یہ سہارا نہیں تو اور کیا ہے تم کس قسم کے سہارے کی امید کر رہے ہو؟''
''میرے خیال میں تم پہلے فریش ہو جاؤ، میں اتنے میں کافی بنا کر لاتا ہوں۔'' وہ کچھ تھکا تھکا الجھا الجھا محسوس ہو رہا تھا مبشر نے اپنے لفظوں کو زبان پر آنے سے روک لیا تھا۔
کچھ دیر بعد وہ تینوں بیٹھے تھے مبشر نے میکرونی پاستا، شامی کباب اور کافی سینٹر ٹیبل پر سجا رکھے تھے اب اصرار کر کے وہ ایک ایک چیز پیش کر رہا تھا۔ احد کھانے میں مگن تھا رائمہ کو بھوک و پیاس کا احساس ختم ہو چکا تھا مستقبل اور آنے والے لمحوں کا خوف اسے نڈھال کیے ہوئے تھا۔

''کھانا چھوڑنا کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتا ہے کھالیں آپ پلیز۔''

کھاتے کھاتے اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا وہ یونہی بیٹھی تھی چہرہ جھکائے تنہا تنہا و بے کل۔ آشیانہ جل جانے والے کسی پرندے کی مانند دکھی و پریشان۔

''مبشر کی بات درست ہے تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا اس طرح ویک نیس کا شکار ہو جاؤ گی پلیٹ اٹھاؤ۔'' وہ نرمی سے گویا ہوا تو مبشر نے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی اس دوران وہ اچھی طرح اس کا جائزہ لے چکا تھا۔

وہ اس وقت دو مردوں کی موجودگی اور تنہا ہونے سے بھی گھبرا رہی ہے اور وہ دیکھ رہا تھا مبشر کی محتاط نگاہیں گاہے بگاہے اٹھ رہی تھیں مبشر کی طبیعت میں تجسس اور کھوج کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا وڈیرہ کیوں اس قدر رائمہ کو حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔ رائمہ کا نوخیز حسن دیکھ کر اسے جواب مل گیا تھا وہ اب سکون سے بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا اور اس وقت اسے بھی گھر سے دوری اور مونا کی منگنی میں شرکت نہ کرنے کا احساس بوجھل کیے ہوئے تھا۔

وہ اس سے باتیں کر کے دل بہلا رہا تھا سارے دن کے جھنجھٹوں سے فارغ ہوا تو ذہن خود بخود ممی اور مونا کی طرف آ گیا تھا اپنوں سے دوری کس طرح دل کو گھائل کرتی ہے کہ اپنا آپ اچھا نہیں لگتا ہے، زندگی بے معنی دکھائی دینے لگتی ہے۔

''مجھے معلوم تھا تم مونا کو بے حد مس کر رہے ہوں گے اور آنٹی کی فکر بھی ہو گی۔''

''یہ ملال تو مجھے ساری زندگی رہے گا میری وجہ سے خوشیوں میں بھی انہیں آنسو بہانے پڑیں ہوں گے میں جانتا ہوں وہ مجھے بھولنے والی نہیں ہیں ممی کی نگاہیں آخری وقت تک گیٹ کو تک رہی ہوں گی اور مجھے نہ پا کر اپنے آنسو چھپائے الگ تھلگ بیٹھ گئی ہوں گی اور مونا وہ بھی اپنے آنسو مسکراہٹوں میں چھپائے ہو گی مائی سویٹ سسٹر'' اس کا لہجہ دکھ کی آنچ سے پگل رہا تھا اپنوں کی تڑپ میں مبتلا کتنی دل آویز آواز تھی طنز و ترش سے پاک لہجہ چاہتوں کی خوشبوئیں لٹاتا صرف اس کے اپنوں کے لیے تھا وہ سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ اپنوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ وہاں سے وہ پھر اس کمرے میں آ گئی تھی نینداس کی پہلے ہی پوری ہو چکی تھی وہ سوچ رہی تھی ماں اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے جب تک وہ ماں کی ممتا کی چھاؤں تلے تھی وقت کی بے رحمی اور بے دردی سے محفوظ تھی اگر اسکول سے واپسی پر معمولی سی دیر ہو جاتی تو وہ پریشان ہو کر دیکھنے نکل جاتی تھی اور اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دربدر بھٹکنے لگی تھی۔ ایک کے بعد ایک اجنبی ٹھکانہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ انہی سوچوں میں گھری تھی کہ اذان کی آواز سماعتوں میں آنے لگی وہ وضو کے لیے اٹھی۔

☆☆☆

وڈیرے عاشق علی کی اوطاق میں پنچائیت کے بڑوں کے علاوہ پولیس کے افسران اور اس کے وکیل بیٹھے تھے۔ رات احد اور رائمہ کو وہاں نہ پا کر اس نے ان سب کو بلوالیا تھا وہ سب صبح سویرے ہی وہاں پہنچ گئے تھے وڈیرہ گھائل ناگ کی مانند لوٹیں لگا رہا تھا اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ کسی بھی طرح رائمہ کو اپنے روبرو دیکھنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی احد کی لاش بھی جس کو وہ ٹھوکریں لگانے کا آرزومند تھا۔

''مجھے قانون نہیں پڑھا وکیل اپنی غرض پر تم بھری عدالت سے مجرم بھگا دیتے ہو اور تمہیں کوئی پوچھنے والا بھی

نہیں ہوتا ہے آج مجھ پر وقت پڑا ہے تو، تو مجھے بتا رہا ہے یہ مشکل ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے فیس کس بات کی لیتا ہے تو مجھ سے۔'' سامنے بیٹھے وکیل پر وہ ہاتھ اٹھا کر دھاڑا تھا۔

زوردار طمانچے سے وکیل کا منہ گھوم کر رہ گیا تھا مگر وہ خاموش رہا تھا وہاں پر موجود دوسرے لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں۔

''سائیں بات کو سمجھنے کی کوشش کرو پہلی بار ایک غلط بندے سے الجھ پڑے ہو تم۔ احد شاہ رخ کوئی عام و چھوٹی موٹی آسامی نہیں ہے کہ اس پر آسانی سے دھاوا بول دیا جائے اس کے باپ کا شمار اعلیٰ واثر ورسوخ والے بندوں میں ہوتا ہے ایسے شخص پر ہاتھ ڈالنے کے لیے اسٹرونگ پلاننگ کرنا ہوگی۔'' خاصے توقف کے بعد دوسرے وکیل نے تحمل و تدبر بھرے لہجے میں سمجھایا تھا۔

''ارے بابا اس کا باپ گیا بھاڑ میں مجھے اس کے عہدے و تعلقات سے مت ڈرا مجھے صرف وہ لڑکی چاہیے، لڑکی اور بس۔''

''ایسا کیا ہے اس لڑکی میں سائیں تمہاری زندگی میں آنے والی وہ پہلی لڑکی تو نہیں ہے اور نہ ہی آخری ہوگی سائیں۔'' ادھیڑ عمر ایس پی جو اس سے خاصا قریب تھا بے تکلفی سے گویا ہوا۔

''یہ مجھے نہیں پتا اس لڑکی میں ایسی کیا بات ہے مگر مجھے لگتا ہے وہ مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گا بابا کچھ بھی کر و اس کو لے کر آؤ مجھے وہ ہر حال میں چاہیے۔''

''اگر ایسی ہی بات تھی تو پھر اتنی آگے کیوں بڑھنے دی پہلے ہی اٹھوا لیتے لڑکی کو اتنی خواری نہ اٹھانا پڑتی۔''

''بابا ہو گئی غلطی کیا کروں، اب میں اسے اس حویلی کی رانی بنانا چاہتا تھا اور وہ......وہ بھاگ گئی، اس نے میرے جذبات کی ذرا قدر نہ کی اس لڑکے کے ساتھ رہ رہی ہے یہ خیال ہی مجھے آگ میں جلانے لگتا ہے۔''

وہاں موجود تمام لوگوں کی آنکھوں میں حیرانی بدرجہ اتم موجود تھی ایک بے حد معمولی سی لڑکی کی خاطر اس جیسا طاقت ور وڈیرا شخص دیوانہ بنا ہوا تھا۔

''خود کو سنبھالیں سائیں معاملہ بے حد پیچیدہ ہے مگر آپ کی خاطر ہم سر جوڑ کر بیٹھے ہیں ضرور مسئلے کا حل نکل آئے گا مگر......!''

''کوئی اگر مگر نہیں بابا مارو، قتل کر دو، پورے شہر کو آگ لگا دو جو کرنا ہے کرو مجھے بس وہ لڑکی رائمہ چاہیے جلد از جلد بنا کسی تاخیر کے۔'' وہ حاکمانہ لہجے میں گویا ہوا۔



اتوار کی وجہ سے وہ لوگ خاصے دیر سے بیدار ہوئے تھے رائمہ کمرے سے باہر نہ نکلی تھی اسے اس جگہ اجنبیت محسوس ہو رہی تھی دس بجے کے بعد ان کے بولنے کی آوازیں آنے لگی تھیں مبشر اس کے کہنے پر باہر سے ناشتہ لینے گیا تھا اس کے جانے کے بعد وہ اپنے گھر کال کرنے لگا تھا وہ ممی سے معذرت کر رہا تھا مونا کو منا رہا تھا بہت محبت تھی اس کے لہجے میں بے انتہا پیار امڈ رہا تھا۔

اس نے اس کی ہول سے جھانکا وہ سامنے صوفے پر نیم دراز تھا گرے ٹراؤزر اور وہائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس نکھرا نکھرا خاصا فریش لگ رہا تھا۔

دوسری طرف سے شاید بہت زیادہ خفگی کا اظہار کیا جا رہا تھا اس کے کل کے فنکشن سے غیر حاضری پر اور وہ اپنی مصروفیت کی ریزن دے رہا تھا۔

''میری وجہ سے اپنی بہن کی منگنی بھی اٹینڈ نہیں کر سکا کتنی محبت کرتا ہے اپنی بہن سے، کاش میرا بھی کوئی بھائی ہوتا تو میں یوں در بدر کی ٹھوکریں نہ کھا رہی ہوتی۔'' وہ کی ہول سے ہٹ آئی اور دل میں ایک عجیب درد جاگ اٹھا اس کی باتوں کی واضح آواز ہنوز آ رہی تھی مگر اس کی دلچسپی ختم ہوگئی تھی مبشر نے ناشتے کے لوازمات سے ٹیبل بھر دی تھی۔

ناشتے کے دوران وہ اپنی جاب سے ریلیٹڈ گفتگو کرتے رہے تھے اور مبشر اچھے میزبان کے فرائض ادا کرتا اسے ڈشز پیش کرتا رہا تھا ناشتے کے بعد اس نے مبشر کو برتن اٹھانے سے روکتے ہوئے کہا۔

''مبشر بھائی آپ رہنے دیں میں اٹھا رہی ہوں۔''

''ارے آپ مہمان ہیں رہنے دیں اچھا نہیں لگے گا مہمان سے کام کرانا۔''

''کام کرنے دو مہمان صرف ایک دن کا ہوتا ہے اب نا معلوم انہیں یہاں کتنا عرصہ رہنا پڑے۔ اتنا عرصہ مہمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے تو وبال جان لگنے لگتا ہے۔'' وہ اپنے مخصوص لہجے میں بے پروائی سے گویا ہوا رائمہ یہ سن کر شاکڈ رہ گئی کہ اسے نامعلوم کتنا عرصہ یہاں رکنا پڑے گا اس کی اس کیفیت کو دونوں نے نوٹ کیا تھا مبشر نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

''ان کو کتنا عرصہ بھی رہنا پڑے موسٹ ویلکم میرے نزدیک مہمان رحمت ہوتے ہیں وبال جان نہیں تم اپنی منطق اپنے پاس ہی رکھا کرو۔'' وہ کہہ کر برتن اٹھانے میں اس کی مدد کرنے لگا۔

''سنو......'' وہ کچن سے باہر نکل رہی تھی جب وہ وہاں آ کر گویا ہوا۔

''تم یہاں بالکل محفوظ ہو کسی بھی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ریلیکس ہو کر رہو، یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے اگر کچھ چاہیے تو بتا دو؟'' لائٹ بلو پینٹ وڈارک بلو شرٹ میں ملبوس خوشبوئیں بکھیرتا وہ کچھ فاصلے پر کھڑا پوچھ رہا تھا اس نے نفی میں سر ہلا دیا زبان سے کچھ بولا ہی نہ گیا کہ آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

''مبشر اور میں جا رہے ہیں، وہ اپنی وائف کے پاس جائے گا اور میں آج کا دن اپنی فیملی کے ساتھ رہوں گا۔'' وہ بولتے بولتے رکا تھا رائمہ کے بے آواز آنسو گرنے لگے تھے اس نے بے اختیار اس کی طرف نگاہ ڈالی تھی اور وہ اپنے چہرے کو آنچل کی اوٹ میں رکھتی تھی اب بھی وہ حصار قائم تھا۔

''ہمیں کل آفس جوائن کرنا ہے رات کو ہم روانہ ہو جائیں گے معاملہ جب تک کلیئر نہ ہو جائے تمہیں یہاں رہنا ہوگا، میں فون کرتا رہوں گا تمہیں گھبرانا نہیں۔'' اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں و بے آواز آنسو اس کے اندر کہیں نامانوس دستک ہونے لگی تھی وہ کچھ دیر اسے تکتا رہا پھر شانے اچکا کر وہاں سے چلا گیا۔

''وہ تنہا یہاں کس طرح رہ سکتی ہے یار، پھر یہ معاملہ اتنی جلدی حل ہونے والا نہیں ہے نا معلوم کیا کیا فیس کرنا

پڑے گا ابھی۔'' مبشر کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

''آئی نو، بٹ میں کہاں لے کر جاؤں گا اسے؟ ریسٹ ہاؤس لے جانے کی حماقت نہیں کر سکتا مجید بابا اس وقت تک گھر نہیں آ سکتے جب تک پپا ان کو خود وہاں سے آنے کا نہ کہیں میرے پاس جو بنگلوز ہے وہ تم جانتے ہو ساحل سمندر پر ہے وہاں میں اسے چھوڑ نہیں سکتا وہ رات کو سنسان ہو جاتا ہے یہ تمہارا گھر آبادی کے درمیان ہے۔'' اس کا لہجہ دھیما و متفکر سا تھا جیسے کہہ رہا ہو وہ کیا کرے؟

''ریسٹ ہاؤس میں تم رہ رہے تھے رات میں یہاں آ جایا کرو۔''

''یہ پاسبل نہیں ہے۔ میں رات دن سفر نہیں کر سکتا پھر بھی ٹرائی کروں گا کہ مجید بابا کسی طرح پپا سے اجازت لے لیں تو ان کی یہاں موجودگی بہتر ہوگی۔''

''بات ساری تنہائی کی ہے امی اور عمامہ ایک ڈیڑھ سال سے پہلے آنے والی نہیں ہیں۔''

''اصل فساد کی جڑ وہ خود ہے اب اتنا تو اسے برداشت کرنا پڑے گا میں اس کی خاطر جاب لیس ہو کر بیٹھنے سے رہا ایک تو بے سبب بلا گلے پڑ گئی ہے پھر......''

''پلیز پلیز یار کیا کہہ رہے ہو ذرا سوچو تو سہی آواز باہر جا رہی ہے وہ سن رہی ہوگی کیا سوچے گی اتنی انسلٹ مت کرو اس کی۔'' مبشر نے گھبرا کر کہا۔

''کم آن نکلو، ممی اور مونا ویٹ کر رہی ہوں گی میرا۔'' اس کے لہجے میں بے نیازی تھی۔

☆☆☆

شاہ رخ مسز چاند کو اپنے آفس میں دیکھ کر خوش گوار حیرت کا شکار ہوئے تھے۔

''اتنے حیران ہونے کی کیا بات ہے کیا میں تمہارے آفس نہیں آ سکتی۔'' وہ ان کے سامنے بیٹھتی ہوئی مسکرا کر گویا ہوئیں وہ بھی خوش دلی سے بولے۔

''شیور شیور وائے ناٹ میں نے توقع نہ رکھی تھی تم سے کبھی کہ تم اس طرح بھی مجھ سے ملنے آ سکتی ہو، میرے لیے یہ گڈ سرپرائز ہے اینی وے یہ بتاؤ کیا لوگی شوگر کین ابھی بھی تمہارا فیورٹ ہے یا بدلتی زندگی کے ساتھ شوق بھی بدل گیا ہے؟'' وہ انٹر کام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے شوخی سے استفسار کرنے لگے۔

''زندگی بدلتی ہے تو شوق بھی بدل جاتے ہیں میرے لیے بلیو بیری منگوا لو۔'' ان کے انداز میں سنجیدگی در آئی تھی شاہ رخ بلو بیری ڈرنک لانے کا کہہ کر سنجیدگی سے مخاطب ہوئے۔

''میں جانتا ہوں میری محبت میں تم یہاں نہیں آئی ہو کیونکہ محبت تم نے مجھ سے کبھی کی نہیں تھی پھر کیا وجہ ہے جو تم یہاں تک چلی آئیں؟''

''محبت کا صرف وہ ہی رشتہ پائیدار نہیں ہوتا ہے شاہ رخ جو ایک عورت و مرد کے درمیان قائم ہو بلکہ محبت تو احترام و خلوص کے رشتوں میں جکڑ کر اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے اور میرا تم سے یہ رشتہ تاحیات رہے گا ایک بے حد محترم و پر خلوص دوست کا میں تمہیں پسند کرتی ہوں دل سے قدر کرتی ہوں۔''

''بائی گاڈ! تم نے کوئی رشتہ تو قائم کیا مجھ سے ورنہ تا زیست میں نا رسائی کے الاؤ میں جھلستا آ رہا ہوں تم نے دوست کہا ہے تو مجھ سے بڑھ کر کوئی دوست پاؤ گی بھی نہیں۔''

''میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنے آئی ہوں احد کے حوالے سے مجھے امید ہے تم مائنڈ کیے بنا میری بات سمجھنے کی سعی ضرور کرو گے۔''

''سوری ڈیئر میں احد کے حوالے سے کچھ سننا بالکل بھی پسند نہیں کرتا وہ......!''

''پلیز، اتنے سنگ دل نہ بنو ایک ذرا سی بات پر کوئی اولاد کو خود سے جدا نہیں کیا کرتا تم نے ظلم کی انتہا کر دی ہے مونا کی انگیجمنٹ پارٹی سے بھی تم نے اسے محروم رکھا حد ہوتی ہے زیادتیوں کی بھی، شاہ رخ تم ایسے کٹھور نہ تھے۔''

''جس کو تم ذرا سی بات کہہ رہی ہو وہ بہت بڑی بات ہے اس نے کاجل سے شادی سے انکار کر کے پورے خاندان کی توہین کی ہے چاند۔''

''نہ تم نے کبھی اسے یہ بتایا کہ تم کاجل کو بہو بنانا چاہتے ہو؟''

''نہیں مجھے یہ پسند نہ تھا کہ وہ اپنی پڑھائی چھوڑ کر ایسی بے مصرف باتوں میں لگ کر اپنا اور تعلیم کا حرج کرے میں نے سوچا تھا وقت آنے پر بتاؤں گا اور جب بتایا تو وہ باغی بن گیا اور باغیوں کو معافی دینا میری سرشت میں نہیں۔''

''اپنی پسند نا پسند کا اظہار کرنا بغاوت نہیں کہلاتا، تم اپنے دل کو وسعت دو اور اس کی جگہ خود کو رکھ کر سوچو کیا تم ایسا فیصلہ قبول کر لیتے شادی تا حیات قائم رہنے والا بندھن ہے اگر شریک سفر من پسند نہ ہو تو یہ بندھن جڑے نہیں رہتے۔''

''میں جوڑنے ہوئے ہوں ناں اس بندھن کو رابعہ آج تک میرے دل سے دور ہے۔'' ان کے لہجے میں عجیب سی سوگواری تھی۔

''پھر تم احد سے بھی یہیں توقع کر رہے تھے کہ دل میں کسی اور کو بسائے وہ کاجل سے شادی کر لیتا اور پھر تمہاری طرح کسی اور کے سامنے یہی سب کہہ رہا ہوتا جو تم کہہ رہے ہو۔''

''مجھے معلوم تھا وہ کسی کے ساتھ انوالو نہیں۔'' وہ خجل سے ہو کر گویا ہوئے۔

''اب تم کچھ بھی ریزن دو میں ماننے والی نہیں، میں نے ایک دوست کی حیثیت سے جو سمجھانا تھا وہ سمجھا دیا ہے رابعہ اور بچوں کی قدر کرو ہر بات رامین کے کانوں سے سننا چھوڑ دو، اور یہ دیکھو کاجل کئی ماہ سے میکے میں کیوں بیٹھی ہے۔''



ممی اور مونا کے تمام شکوے شکایات فون تک ہی محدود رہے تھے اس کی شکل دیکھتے ہی ان کو یہ احساس ہوا انہوں نے اسے ہر موقع پر مس کیا تھا تو اور وہ ان کی ہر خوشی سے ہی محروم رہا تھا۔

سینڈرز پٹ کے ساحل پر اس کا خوب صورت بنگلہ تھا جو اس نے حال ہی میں تعمیر کرایا تھا ممی اپنے ساتھ مجید بابا کے علاوہ دو ملازماؤں کو لے کر آئی تھیں اور ساتھ کئی طرح کی ڈشیں بنا کر لائی تھیں کئی ماہ بعد وہ لوگ ساتھ کھانا کھا رہے تھے چکن چاؤمن، کباب، مٹر پلاؤ، سیخ بوٹی کباب، کڑھائی گوشت اور قیمہ فرائی، پراٹھوں اور چپاتی کے ساتھ کئی قسم کے میٹھے، سلاد، رائتے اور چٹنیاں بھی مینیو میں شامل تھیں۔ دستر خوان بھرا ہوا تھا۔

''ممی ، اتنا سارا کھانا کون کھائے گا؟'' وہ مسکرا کر پوچھنے لگا۔

''ہم کھائیں گے کتنے عرصے کے بعد مجھے اپنے بیٹے کے ساتھ کھانا نصیب ہو رہا ہے۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے پیار سے گویا ہوئیں۔

''بھائی آپ آ جائیں واپس ممی آپ کے جانے کے بعد ہنسنا مسکرانا ہی بھول گئی ہیں آج دیکھیں آپ کے ساتھ ہیں تو بات بے بات مسکرا رہی ہیں اور کتنی اچھی لگ رہی ہیں۔'' مونا نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

''تھوڑا ویٹ کرو میں کسی اچھے سے لوکیشن والے گھر کی تلاش میں ہوں جیسے ہی کوئی گھر پسند آیا تو میں ممی اور بابا وہاں رہیں گے۔'' اس نے مونا کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا وہ چونک کر گویا ہوئی۔

''ارے ممی بابا اور آپ اس گھر میں رہیں گے تو میں کہاں رہوں؟''

''تم اپنے گھر میں رہو گی حماد کے ساتھ۔'' وہ بے ساختہ گویا ہوا تو مونا شرما گئی ممی اور مجید بابا کے علاوہ وہاں موجود ملازمائیں بھی ہنس پڑی تھیں۔

کھانا کھانے کے بعد مونا، ممی اور ملازمائیں باہر ساحل پر چلی گئی تھیں وہ چائے کا مگ تھامے ٹیرس پر آ گیا تھا جہاں سامنے تا حد نگاہ نیلا سمندر پھیلا ہوا تھا۔ یہ پرائیویٹ زون تھا یہاں عام لوگوں کی آمد و رفت نہ تھی۔

''رامین نے بہت کوششیں کی یہ کھوج لگانے کی کہ بہو بیگم اتنی تیاریاں کس کے لیے کر رہی ہیں مگر میں نے انہیں کانوں کان خبر نہ ہونے دی اور خدا کا کرنا بھی ایسا ہوا کہ وہ رات کو ہی اپنی بہن کے ہاں چلی گئیں اب آئیں گی تو معلوم ہونے پر دونوں ماں بیٹی کا برا حال ہوگا۔'' وہ تنہائی ملتے ہی احد کے پاس آ کر گویا ہوئے تھے وہ خاموش رہا تھا۔

''آپ یہاں ہیں بیٹا وہ رائمہ بیٹا کہاں ہیں کیا وہیں ہیں؟''

''وہ بھی یہیں ہیں مبشر کے گھر پر، آپ کے آنے کے بعد حالات بگڑ گئے تھے اور مجھے یہاں رائمہ کو لے کر آنا پڑا میں آپ کو تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔''

''اللہ خیر کرے بیٹا آپ نے کل فون نہیں اٹھایا تب ہی مجھے کچھ ڈر سا محسوس ہوا تھا۔'' اس نے ان کو چیدہ چیدہ باتیں بتا دی تھیں جنہیں سن کر وہ بے حد فکر مند و رنجیدہ ہو گئے تھے وہ ان کی محبت سے خاص متاثر ہوا تھا۔

''بیٹا ایسے لوگ اسی طرح عورت کو اپنی مردانگی کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ اصل مردانگی عورت کو زیر کرنا نہیں ہوتا اصل مردانگی یہ ہے کہ غیر محرم عورتوں کی موجودگی میں اپنی حیاء اور نفس کو زیر کرو ورنہ جانور اور انسان کے نفس میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔''

''جو لوگ نفس کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں پھر انہیں اسی طرح نفس کی غلامی کرنا پڑتی ہے پھر وہ جانور کے ہی مشابہہ ہو جاتے ہیں۔ آپ پپا سے بات کریں اور انہیں اس بات کا ذرا بھی پتا نہیں چلنا چاہیے آپ کسی طرح بھی وہاں سے آئیں اور مبشر کے گھر میں رائمہ کے ساتھ رہیں۔''

''وہ ہر وقت غصے میں رہتے ہیں میں ان کی مرضی کے خلاف بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں بیٹا۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا آپ، میرا نام سن کر تو وہ بھیجتے ہوئے بھی نہ بھیجیں گے اب اس کا نصیب اگر اسے تنہا

رہنا ہے تو تنہا رہے گی وہ۔'' وہ چائے پیتے ہوئے شانے اچکا کر گویا ہوا۔

''بیٹا میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں وڈیرے سے بچانے کے لیے آپ کو جو بھی کرنا پڑے آپ کیجیے گا۔ آپ کو مونا کا واسطہ ہے بیٹا۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر رو پڑے تھے وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر ان کے جڑے ہاتھ تھام کر گویا ہوا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے......اس اجنبی لڑکی سے اتنے کم عرصے میں اتنی محبت ہوگئی ہے آپ کو بابا؟''

''وہ بہت مظلوم و پیار کرنے والی لڑکی ہے اتنے کم عرصے میں اس نے میرا اتنا خیال رکھا کہ میں سوچتا تھا اس کا باپ بڑا بد بخت آدمی تھا۔''

''آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے ہی یہ دنیا قائم ہے بابا ورنہ یہاں تو معمولی سی بات پر خون کے رشتوں کو ٹھوکر ماردی جاتی ہے۔'' اس کی نگاہوں میں اپنے باپ کا چہرہ تھا۔

مونا ریت پر بیٹھی گھروندے بنا رہی تھی ممی چینج کر کے اس کے پاس آ گئی تھیں وہ لیونگ روم میں تھا دونوں سائیڈ بڑی بڑی کھڑکیوں سے سمندر کی لہریں دکھائی دے رہی تھیں۔ شام تیزی سے پھیل رہی تھیں موسم خاصا سہانا لگ رہا تھا ملازمہ کافی دے کر گئی تھی۔

''حماد کئی مرتبہ پوچھ چکے تھے تمہارے متعلق میں نے کہہ دیا آپ لندن میں ہو اب میں ہونے والے داماد کو کیا بتاؤں، دامادوں سے ایسی باتیں شیئر نہیں کی جاتی ہیں کل کو اس نے آپ کا نمبر مانگ لیا تو کیا جواز پیش کروں گی؟'' موقع ملتے ہی انہوں نے اپنی پریشانیاں بتانا شروع کیں۔

''آپ اس کو میرا نمبر دے دیجیے گا میں خود بات کلیئر کرلوں گا حماد سے۔''

''احد بیٹا کوئی بات ہے بے حد الجھے الجھے لگ رہے ہو کیا پرابلم ہے؟'' وہ اسے بغور دیکھتی ہوئی گویا ہوئی تھیں وہ چونک کر مسکراتے ہوئے بولا۔

''اس سے بڑی پرابلم کیا ہوگی ممی میں آپ سے اور مونا سے دور ہوں، پھر کبھی کبھی پپا کو بھی مس کرنے لگتا ہوں۔'' وہ سنبھل کر بولا۔

''پھر توڑ دو ناں انا کی دیوار کو تم پہل کر لو گھر آ جاؤ میرے بچے شاہ رخ بھی تمہاری جدائی کو محسوس کر رہے ہیں مگر مجھے معلوم ہے وہ خود دکھ و تکلیف برداشت کرلیں گے، جدائی کے کرب کو سہہ لیں گے مگر پہل نہیں کریں گے، تم ہی اس انا کے بت کے چکنا چور کر دو احد!'' ان کی آواز بھرا گئی تھی، وہ ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

''بات انا کی نہیں ہے ممی! نہ ہی میری یہ خواہش ہے پپا پہل کریں۔ اپنوں کے لگائے زخم جلدی نہیں بھرتے ہیں، جس دن یہ زخم ٹھیک ہوگئے میں اسی دن گھر آ جاؤں گا پلیز، جب تک آپ مجھے گھر آنے کا نہ کہیں۔'' رابعہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں، وہ اس کے درد سے آشنا تھیں۔

شام ڈھل رہی تھی، لہروں نے تیزی اختیار کر لی تھی، چائے کے ساتھ لوازمات سجائے وہ ریت پر بیٹھ گئے تھے۔ مونا بے حد خوش تھی، ہر گھنٹے بعد اس کو کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے چاہیے تھا، ابھی بھی وہ پلیٹ بھرے دہی بڑے چھولے اور

دوسری پلیٹ میں چپس ونمکو لیے کھانے میں مگن تھی اور احد سے مخاطب ہوئی۔

''میں ایسی خوب صورت جگہ چھوڑ کر کہیں جانے والی نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے ہم تو اب جائیں گے، تم یہیں رہنا، تنہا اور دیکھنا رات کو یہ خوب صورت سمندر کیسا دکھائی دیتا ہے۔'' وہ شوخی سے بولا۔

''اوہو بھائی میں کس طرح تنہا یہاں رہ پاؤں گی، اتنے بڑے گھر میں؟''

''کیا ہوا بیٹا! لڑکیاں گھروں میں رہتی نہیں ہیں کیا؟'' اس سے بات کرتے ہوئے یکا یک ذہن کی اسکرین پر ایک چہرہ نمودار ہوا تھا، سیاہ دوپٹے کی اوٹ میں آنسو برساتا چہرہ، وہ بے کل سا ہو گیا۔

''نہیں، کوئی لڑکی گھر میں تنہا نہیں رہ سکتی بھائی! تنہائی میں بھوت آجاتے ہیں، سب سے پہلے ہمارے اندر کا خوف ہمیں بھوت بن کر ڈراتا ہے آپ کو یاد ہے ایک بار واش روم کا لاک خراب ہو گیا تھا اور ایک گھنٹہ مجھے لاکڈ رہنا پڑا تھا۔ کتنے عرصے تک میں اسی خوف میں مبتلا رہی تھی۔'' وہ خوفزدہ سے انداز میں کہہ رہی تھی اور وہ آتی جاتی لہروں کو دیکھتے ہوئے کہیں گم ہو گیا تھا، اس کے ذہن میں گھٹی گھٹی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔

''مجھے تو لگ رہا ہے تم ابھی تک اس خوف سے باہر نہیں آسکی ہو، خیر احد نے یہ بات مذاق میں کہی ہے، کوئی تمہیں اس طرح تنہا چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم سیریس مت ہو میری جان!'' رابعہ نے مونا سے ہنس کر کہا تو وہ مسکرادی تھی مگر احد کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔ اندھیرا پھیلنے سے قبل وہ گھر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔



وہاں سے واپسی پر ممی وغیرہ کو ڈراپ کر کے وہ آیا تو کچھ دوست مل گئے تھے، ان کیساتھ گپ شپ میں ٹائم گزرنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ ڈنر کر کے باہر نکلا تو احساس ہوا بارہ سے اوپر ٹائم ہو چکا تھا وہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتا وہاں پہنچا تو پورا بنگلہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ گاڑی پارک کر کے وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا لاک کھول کر اندر آیا اور ایک پرسکون سانس لیا۔ وہ سامنے ہی بیٹھی تھی، قرآن پاک کو سینے سے لگائے بے ساختہ دونوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا، اس کی گرے آنکھیں گریہ وزاری سے سرخ ہو رہی تھیں۔ ابھی بھی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں، وہ نظر چرا گیا۔

''تمہیں تنہائی میں خوف تو محسوس نہیں ہو رہا تھا؟ مونا کہہ رہی تھی لڑکیاں تنہا گھر میں نہیں رہ سکتی ہیں، بھوت ڈرانے لگتے ہیں۔'' رائمہ جو اس کے جانے کے بعد سے خوف و تنہائی کے آسیبوں سے سہمی ہوئی تھی اس کو دیکھ کر کسی حد تک خوف سے نکلی تھی مگر اس کی جاتے وقت کی جانے والی سنگ دلانہ باتوں کی کڑواہٹ بھولی نہ تھی سو سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''میرا مقدر یہی ہے کوئی کب تک ترس کے سکے میرے خوف کے برتن میں ڈالتا رہے گا۔'' اس نے چونک کر اسے دیکھا، وہاں موجود ریک میں وہ قرآن پاک رکھ رہی تھی، موڈ خاصا آف تھا۔ وہ کچن میں چلا گیا، پیزا ٹرے میں رکھ کر لاؤنج میں آیا تو وہ وہاں نہیں تھی، وہ چند لمحے ٹرے ہاتھ میں پکڑے بند دروازے کو دیکھنے لگا پھر بالآخر دستک اسے دینی پڑی تھی، اپنے آنچل کی مخصوص اوٹ کے ساتھ...... ابھی چند لمحوں قبل وہ چہرہ بادلوں سے نکلے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

''یہ کھا لو، مجھے یقین ہے تم نے کچھ نہیں کھایا ہوگا اس معاملے میں بہت بے پروا ہوں۔'' اس نے وہیں کھڑے

کھڑے ٹرے اس کی طرف بڑھائی تھی۔
"مجھے بھوک نہیں ہے آپ خود کھالیں۔" اس نے غصے سے کہہ کر دروازہ بند کرنا چاہا تھا، احد نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند ہونے سے روک دیا اور اکھڑ پن سے بولا۔
"میں یہاں تمہارے ایٹی ٹیوڈ دیکھنے نہیں آیا ہوں، مونا کی بات سن کر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم بھی اس نئی جگہ پر تنہائی میں خوف سے مر نہ جاؤ اور میرے لیے مزید پرابلم کری ایٹ نہ ہو جائیں یہ سوچ کر چلا آیا تھا اور تم نہ جانے کیا سمجھ رہی ہو، پکڑو یہ!" وہ ٹرے اسے تھما کر چلا گیا تھا۔
پھر ڈور لاک کر کے ٹرے لے کر بیڈ پر آ گئی تھی۔ ہر بار وہ اپنے رویے اور تلخ جملوں کی مار لگا جاتا تھا۔ اس کو پناہ دے کر احسان کیا تھا، اس کی جان و آبرو بچا کر اور ان احسانوں کا بدلہ وہ اسی طرح آتے جاتے جوتے مار کر لیا کرتا تھا، زبان کی مار ہر مار پر حاوی ہوتی ہے۔ لیکن احد کی غیر متوقع آمد نے اندر ہی اندر اسے بے حد ڈھارس دی تھی۔
وہ سنگ دل تھا...... بے رحم تھا...... مگر اس کا کردار اعلیٰ رفعتوں کو چھوتا تھا، وہ اب بے فکری سے سو سکتی تھی۔

☆☆☆

"زہے نصیب...... آپ تو رات کو ہی واپس آ رہے تھے، گلے پڑی بلا کا آپ کو بالکل بھی خیال نہ تھا وغیرہ وغیرہ پھر اب صبح آنے کا مقصد کیا ہوا؟" آفس میں داخل ہوتے ہی مبشر شوخ لہجے میں کہتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔
"تم کو معلوم ہے نا بولتے وقت میں سوچنے کا عادی نہیں ہوں بعد میں فیل ہوتا ہے کہ مجھ سے کچھ غلط ہوا ہے اور اس غلط کو صحیح کرنے میں مجھ کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔ مجھے احساس ہوا اسے تنہا چھوڑنا نئی جگہ پر اچھا عمل نہیں ہے سو میں چلا گیا۔" اس نے بیٹھتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اعتراف کھلے دل سے کیا تھا۔
"تم اس معاملے میں خاصے دل سے انوالو ہو رہے ہو، خیر تو ہے نا میرے بھائی؟" وہ کچھ جھک کر اس کی طرف دیکھتا ہوا شرارتی لہجے میں بولا۔
"پلیز اسٹاپ اٹ یار! معاملے کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو، میں کس الجھن میں ہوں اور وہ ایک بڑی مشکل میں گرفتار ہے ویسے بھی وہ ان لڑکیوں سے مختلف ہے۔ بہت ایٹی ٹیوڈ ہیں اس میں، بہت باحیا و مضبوط کردار کی لڑکی ہے وہ۔" احد کا لہجہ عام سا تھا۔
"گڈ...... ویری گڈ! شکر ہے تمہارے دل میں بھی گداز پن پیدا تو ہوا وگرنہ آج سے قبل تو یہ زمین بنجر ہی پڑی تھی۔ لگتا ہے بہار آنے کو ہے۔" وہ شوخ ہوا۔
"بی سیریس مبشر! میں اس لڑکی کو پروٹیکٹ کرنا چاہتا ہوں، اس کے ساتھ ٹائم پاس نہیں کر رہا، میں ان میں سے نہیں ہوں جو ان بے ہودہ باتوں کو انجوائے کرتے ہیں۔ عورت اور مرد کا رشتہ صرف یہ نہیں ہے کہ مل کر عشق و عاشقی کی جائے۔" سنجیدگی سے اس نے اسے لتاڑا تھا وہ گردن ہلا کر رہ گیا تھا تب ہی باہر سے وڈیرے عاشق علی کے کچھ خاص لوگوں کی آمد کی خبر ملی تھی۔
"تم یہاں سے باہر نہیں آؤ گے، ان لوگوں سے ہم خود نبٹ لیں گے۔ تمہارے آنے سے بات بگڑ جائے گی، وہ

تمہیں دیکھ کر مشتعل ہوں گے اور لڑکی کا مطالبہ کریں گے۔'' قاسم اور پرویز بھی آفس میں اسے سمجھا رہے تھے۔

''وہ تمہاری بات ماننے والے نہیں ہیں، ان کا معاملہ مجھ سے ہے۔''

''ہم جانتے ہیں وہ تمہارے پاس ہی آئے ہیں لیکن ان کے ارادے اچھے ہرگز نہ ہوں گے، ان کے گاؤں کی لڑکی کا معاملہ ہے اس لیے وہ ہماری توقع سے زیادہ بھپرے ہوں گے۔''

قاسم نے بھی رسانیت سے سمجھایا تھا وہ مان گیا تھا وہ تینوں چلے گئے۔ وہ چھ لوگ تھے اونچے قد، فربہ جسم وادھیڑ عمر چہروں والے جن سے سفاکیت عیاں تھی۔ اسلحہ جنہوں نے زیور کی مانند سجایا ہوا تھا، آتے ہی انہوں نے رائمہ اور احد کو رات ہونے والے جرگے میں پیش ہونے کا حکم نامہ جاری کیا تھا اور پیش نہ ہونے کی صورت میں بھیانک انجام کی دھمکیاں دے کر چلے گئے تھے۔ احد دوسرے روم میں سب سن رہا تھا، وہاں آکران کے پریشان چہرے دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

''وہ ڈرانے آئے تھے اور ڈر گئے تم لوگ؟ اسے بزدلی کہوں یا بہادری؟''

''بات سمجھنے کی کوشش کرو احد! بات ہماری حدوں سے آگے نکل چکی ہے، اب تمہیں انکل سے مدد لینی ہوگی۔''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، میں پپا سے مدد لوں بھلا اتنا کمزور نہیں ہوں میں۔''

''دیکھو، انکل کی عزت ہے اونچا مقام ہے سوسائٹی میں اور یہ وہ یہ سب جان چکا ہوگا اور وہ یہاں بلیک میل کرے گا، بہت اسٹرونگ کلیو اس کے ہاتھ لگا ہے۔ یہ میڈیا کی سنوائی کا دور ہے، اگر وہ جھوٹا نکاح نامہ بنا کر میڈیا میں پیش کردے تو سوچو پل بھر میں خاندان کی عزت کو چونا لگ جائے گا پھر نہ خاندانی عزت رہے گی اور نہ رائمہ!''

''اسے اپنے کالے دھندوں کی خبر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے خلاف آدھے سے زیادہ ثبوت میرے پاس موجود ہیں، میڈیا کا وہ سوچے گا بھی نہیں۔''

''اس وقت وہ پاگل ہو گیا ہے اور پاگل پن میں کچھ بھی کرسکتا ہے۔'' پرویز بھی اسے سمجھانے کی سعی میں تھا مگر وہ ان سے تعاون کرنے کو تیار نہ تھا۔

''جرگے میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جب تم جرگے میں نہیں جاؤ گے تو وہ تمہارے اریسٹ وارنٹ نکلوادے گا اور سب سے پہلے پولیس تمہارے گھر جائے گی اور پھر ہماری طرف بھی چھاپے مارے جائیں گے۔ تم جانتے ہو ہماری پولیس اگر اعتراف کروانا چاہے تو گونگے بھی بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ رائمہ تمہارے ساتھ غیر قانونی طریقے سے رہ رہی ہے، یہ ہم جانتے ہیں تمہارے تعلقات کی نوعیت بے حد پاکیزہ وشفاف ہے مگر یہ بات کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ ہمارا معاشرہ اور ہمارا مذہب دونوں ایسے رشتوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔''

''تم لوگ کہنا کیا چاہتے ہو کلیئر بات کرو مجھ سے؟''

حالات کی سنگینی کو وہ بھی بھانپ گیا تھا اور جو وہ لوگ کہہ رہے تھے، وہ بھی غلط نہ تھا، اس نے ریلیکس انداز میں استفسار کیا۔

''ہماری رائے یہ ہے کہ تم کوئی وقت ضائع کیے بنا رائمہ سے نکاح کرلو۔''

''وہاٹ......'' وہ مارے حیرانگی کے اٹھ کھڑا ہوا اور پاٹ دار آواز گونج کر رہ گئی۔

''اتنا حیران کیوں ہورہے ہو؟ ایک یہی طریقہ ہے تمہارے پاس اپنی عزت بچانے اور اس وڈیرے کو شکست دینے کا۔'' مبشر نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''میں اس لڑکی سے کیسے نکاح کرسکتا ہوں، جس کے بارے میں، میں جانتا نہیں اور یہ...... یہ کوئی آسان کام نہیں ہے میں اس لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا۔'' وہ ایک دم سے اضطراب و وحشت کا شکار ہو گیا۔

''کول ڈاؤن، نکاح کرنا بہت آسان ہے مگر خود پر ناجائز تعلقات کا الزام برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ نکاح کر کے تم گھر والوں کی خفگی و ناراضی کا اور چند لوگوں کا سامنا کرو گے اور جلد ہی سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا...... مگر رسوائی کے بعد دوسروں خصوصاً اپنوں کے آگے سرخروئی پانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ طعنے تمہاری آنے والی نسلوں کو بھی برداشت کرنے پڑیں گے۔'' آگے کنواں اور پیچھے کھائی وہ سچ مچ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا اس معاشرے میں کسی لڑکی کی مدد کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرتا ہے مرجانے دو، کسی کی عزت لٹتی ہے لٹ جانے دو، لوگ غلط دستور رائج کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور درست کام کرنے والوں کی اچھائیوں کو بھی برباد کرڈالتے ہیں آہ......!

''وہ بے چاری گاؤں کی ایک غریب و لاچار لڑکی ہے جو حسن کی دولت سے مالا مال ہے مگر تمہاری جیسی ویل آف فیملی سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ اس کا شجرہ نسب غربتوں سے پر ہے اس لیے تم اس سے رشتہ جوڑنے کی خواہش نہیں رکھتے؟''

''اسٹاپ اٹ...... لعنت بھیجتا ہوں میں دولت اور اسٹیٹس پر۔'' وہ جھنجلا گیا۔

''کال آرہی ہے تمہارے فون پر۔'' قاسم نے ٹیبل پر رکھا فون اٹھا کر دیا اور دوسری طرف مجید بابا تھے، بہت گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''بیٹا! مجھے معاف کردیجیے گا کل جو کچھ آپ نے مجھے بتایا تھا وہ سن کر میں ساری رات سو نہ سکا تھا۔ یہی خوف رہا کہ وہ موذی آپ کو اور رائمہ بیٹی کو نقصان نہ پہنچادے یہاں سب سے زیادہ سوال آپ کی زندگی کا ہے۔ میں نے کچھ دیر قبل ہی بڑے صاحب کو رائمہ بیٹی کے بارے میں پہلی ملاقات سے لے کر کل تک کا سب بتا دیا ہے۔'' اس کی پیشانی پر یک دم سلوٹیں در آئی تھیں، وہ متحیر ہوا۔

''یہ آپ نے کیا کیا بابا!'' وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو گیا۔

''مجھے یہی مناسب لگا بیٹا! آپ کی زندگی سب سے زیادہ قیمتی ہے، اب جلدی سے رائمہ بیٹی کو کہیں روپوش کردیں، صاحب بہت غصے میں گئے ہیں وہ رائمہ بیٹی کو وڈیرے کے حوالے کرنے گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کسی غیر لڑکی کی خاطر وہ اپنی عزت پر داغ نہیں لگنے دیں گے۔'' وہ ہچکیوں سے رو رہے تھے۔

''رائمہ کو بچالیں بیٹا! اس کو بچالیں، وڈیرہ بہت برا حشر کرے گا اس کا۔'' پھر بہت خاموشی سے اس نے دوستوں کے سامنے سرینڈر کردیا تھا۔ اپنے باپ کی ہٹ دھرمی اور سنگ دلی سے بھی وہ واقف تھا، وہ اپنی عزت و نام کی نگہبانی کی خاطر رائمہ کو لمحہ ضائع کیے بغیر وڈیرے کے حوالے کریں گے اور وہ اس شخص سے شکست کھانے کو تیار نہ تھا، ایک اور قابل بھروسہ دوست کو کال کر کے بلوا لیا گیا تھا۔ وہ مبشر کے بنگلے پر پہنچے تو دوپہر ڈھل رہی تھی، رائمہ اس افتاد پر ہکا بکا تھی۔

''یہ پیپر میرج ہوگی، میں تم سے کچھ ڈیمانڈ نہیں کروں گا اور تم بھی جب چاہو حالات معمول پر آتے ہی طلاق لے سکتی ہو، میں پیپر سائن کر دوں گا۔'' وہ اس کو سمجھا رہا تھا وقت بے حد کم تھا۔ شاہ رخ صاحب، کسی بھی ٹائم وہاں پہنچ سکتے تھے، وڈیرے کا نام سن کر اس کی رنگت بھی زرد پڑ گئی تھی۔

''ہم میں سپریشن ہو جائے گی نہ میں نے کبھی شادی نہ کرنے کا عہد کیا تھا آپ بعد میں اپنے وعدے سے مکر تو نہیں جائیں گے؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے عشق میں بے حال ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے؟'' احد کو پٹڑی سے اترنے میں دیر نہ لگتی تھی سو اس وقت بھی وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا سرد مہری سے گویا ہوا، وہ چپ رہ گئی۔

''میں ان فضول چکروں میں نہیں پڑتا، اگر بابا اپنی زبان بند رکھتے تو مجھے یہ سب کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔''

لاؤنج میں ان چاروں کے علاوہ ایک باریش نکاح خواں موجود تھے، وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔

وہ عام سے کاٹن کے ایمبرائیڈری سوٹ میں ملبوس تھی، نکاح سے قبل مبشر نے اپنی بیوی کا سرخ دوپٹہ لا کر اس کے سر پر ڈال دیا تھا۔ نکاح ہوا تھا، ان چاروں نے گلے مل کر مبارک باد دی تھی، خوب بھینچ بھینچ کر اسے گلے سے لگایا تھا، وہ کہہ رہا تھا۔

''ارے کیا مصیبت ہے چھوڑو، یہ کوئی خوشی کا موقع نہیں ہے کمپرومائز ہے۔''

''ہمارے لیے خوشی کا ہی موقع ہے میری جان! ادھورے ہی سہی کم از کم ہماری لائن میں تو آئے تم چھڑے چھانٹ گھومتے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے...... ہاہاہا۔'' وہ تینوں مٹھائی کھاتے ہوئے اس سے شوخیاں کر رہے تھے، رائمہ وہاں سے جا چکی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ کمرہ لاکڈ کیے اپنے من پسند مشغلے میں مصروف ہوگی۔

''انکل یہاں پہنچنے والے ہوں گے، ہمیں بہت تحمل سے یہ سب ہینڈل کرنا ہوگا۔''

''نہیں فرینڈز! تم لوگوں نے یہاں تک میرا ساتھ دیا، میں تم لوگوں کا شکر گزار ہوں بس اب یہاں سے یہ میرا پرسنل میٹر شروع ہو چکا ہے یہاں سے مجھے تنہا ہی اسٹینڈ لینا پڑے گا۔'' ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر زبردستی بھیجا تھا، پپا کسی بھی لمحے کیا کہہ دیں اس بات کا احساس ان کو خود بھی نہیں تھا۔ یہ بات صرف وہ جانتا تھا اور اپنے دوستوں کی بے عزتی اسے ہرگز قبول نہ تھی۔ ان کے جانے کے بعد اس نے رائمہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور مسلسل کئی دستک کے بعد دروازہ کھلا تھا۔

''جی...... کیا بات ہے؟'' آنسوؤں سے بھیگی آواز پر خوف بھی غالب تھا۔

''اب مجھ سے اتنا چھپنے کی کیا ضرورت ہے، میں تمہیں کھا تو نہیں جاؤں گا باہر آؤ۔'' وہ جھجکتی ہوئی باہر آئی تو وہ گویا ہوا۔

''پپا آئیں گے ابھی غصے میں شاید بہت ہی برہم ہوں، شور شرابا کریں لیکن تم نے روم میں ہی رہنا ہے اور جب تک میں نہ کہوں باہر نہیں نکلنا انڈرسٹینڈ؟''

''جی...... ایسا ہی کروں گی۔'' آواز میں خاصی تابعداری تھی۔

''جاؤ۔'' وہ اپنے مخصوص سرد اور سپاٹ لہجے میں گویا ہوا اور اسی لمحے باہر کار رکنے کی آواز آئی تھی کیونکہ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا اور مبشر جاتے ہوئے اسے ان کی آمد کی اطلاع دے کر گیا تھا۔ رائمہ کمرے میں چلی گئی تھی، پانچ منٹ بعد وہ اس کے روبرو تھے۔ وہ سلام کا جواب گول کر کے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''مجید بابا نے جو کچھ بتایا وہ کہاں تک درست ہے؟''

''بابا نے جو کچھ بتایا وہ حرف بہ حرف درست ہے، کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔''

''پہلے دن ہی آپ کو اس لڑکی کو دھکے دے کر ریسٹ ہاؤس سے نکال دینا چاہیے تھا، ضرورت کیا پڑ گئی تھی ایک اجنبی و کمتر لڑکی کی خاطر یہ سب ہنگامہ کھڑا کرنے کی؟'' وہ شدید غصے میں کہہ رہے تھے۔

''وہ بے حد مجبور و بے قصور لڑکی ہے، وڈیرہ اس کے باپ سے اس کا سودا کرنا چاہتا تھا۔''

''سو وہاٹ...... اس لڑکی سے ہمارا کچھ لینا دینا نہیں ہے، کسی غیر لڑکی کی خاطر میں بلاوجہ دشمنیاں افورڈ نہیں کر سکتا۔ کچھ دیر بعد آئی جی اور دوسرے اشخاص بھی آ رہے ہیں تاکہ لڑکی اس کے حوالے کر کے معاملہ رفع دفع کر کے آئیں۔'' وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

''وہ لڑکی عاشق علی کو اب کبھی نہیں ملے گی۔'' اس کا لہجہ ٹھوس تھا۔

''کیا مطلب ہے اس اسٹوپڈ بات کا؟ کسی اجنبی کو رکھ کر اپنے منہ پر ناجائز تعلقات کی کالک لگواؤ گے؟'' وہ ناگواری بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

''بلاؤ اس لڑکی کو کہاں ہے وہ؟ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔''

''وہ لڑکی اب میری بیوی ہے پپا! وہ کہیں نہیں جائے گی۔''

''وہاٹ...... یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں احساس ہے اپنی بات کا، یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے؟'' بے یقینی و حیرت ان کے بارعب چہرے سے عیاں تھی۔

''میں نے آج ہی نکاح کیا ہے رائمہ سے، وہ اب میری عزت ہے۔'' اس کے لہجے میں مضبوطی و ہٹ دھرمی تھی، چٹانوں کی مانند۔ شاہ رخ نے بیٹے کے وجیہہ چہرے پر ایک عزم و استقامت دیکھا تھا، وہ شاکڈ رہ گئے تھے۔

''آپ جائیں اور اپنے دوستوں کو بھی واپس لے جائیں، یہ میرا میٹر ہے اور میں بخوبی حل کروں گا اسے۔ آپ کو زحمت کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔''

''شٹ اپ! بکواس بند کرو اپنی۔'' وہ بھرے بادلوں کی طرح گرجے تھے۔ ''ایک دو کوڑی کی لڑکی سے نکاح کر کے تم نے ہماری عزت و وقار مٹی میں ملا دیا ہے۔ میں کہتا ہوں ابھی اور اسی وقت طلاق دو، ہمارے گھر میں ملازم بھی خاندان دیکھ کر رکھے جاتے ہیں اور تم ایک ایسی لڑکی کو ہماری بہو بنانا چاہتے ہو جس کا باپ شرابی و جواری آدمی تھا اور ماں ایک غریب عورت جو لوگوں کی سلائی و کڑھائی کر کے گھر چلاتی تھی۔''

''میرے لیے یہ باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔''

''تمہارے نزدیک یہ باتیں اہمیت رکھ بھی کیسے سکتی ہیں برخوردار! عزت، دولت و نیک نامی تمہیں پلیٹ میں

رکھ کر جو مل گئی ہے۔ کبھی باپ کا نام ہٹا کر دیکھو اپنے نام سے پھر پتا چلے گا کہ کس کھیت کی مولی ہو تم؟'' وہ ہونٹ بھینچے خاموش ہی رہا تھا، جبکہ وہ بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔

''تمہارا اسٹینڈرڈ اتنا لو ہوگا مجھے یقین نہیں آرہا اور اس تھرڈ کلاس لڑکی کو نہیں چھوڑو گے یہ بھی میں جان گیا ہوں۔ تم نے جو حماقت کی ہے اس کا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے اور ان چاروں کو جو تمہارے گواہ بنے ہوں گے اپنے چیلوں کو بھی کہہ دینا اپنی زبان بند رکھیں۔ پہلے اس عاشق علی سے نبٹ لوں پھر تم سے بھی نبٹوں گا تم نے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھایا ہے وہ اس کی آنکھوں میں چھائی نفرت کو دیکھ کر پر سوچ لہجے میں گویا ہوئے۔''

''بلاؤ اس لڑکی کو اور چلو میرے ساتھ، وہ ہاتھ اٹھا کر گویا ہوئے۔''

''میں کوئی فضول بات نہیں سنوں گا، لے کر آؤ اسے میں انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر چلے گئے، احد کے بلانے پر وہ باہر آئی تھی۔

''پپا کی باتیں تم نے سن لی ہوں گی یقیناً وہ اسی طرح کھری وسیدھی بات کرتے ہیں۔ ہم گھر جا رہے ہیں وہاں ہمارے نکاح کی خبر کسی کو بھی نہیں، مجید بابا کو بھی نہیں۔'' وہ اسے سمجھا کر کپڑوں کا بیگ اٹھا کر چل پڑا وہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

''اس گھونگھٹ کی اب کیا ضرورت رہتی ہے، ہٹاؤ اسے۔'' اس نے مڑ کر کہا۔ وہ اسی طرح ملٹی کلر ریشم اور شیشوں کی کڑھائی والی سیاہ شال کی اوٹ میں چہرہ چھپائے بے جان قدموں سے پیچھے آرہی تھی۔ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا، اس نے گھبرا کر شال کو پیشانی تک کھینچا تھا، وہ اس شخص کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی جس کی پاٹ دار آواز بند دروازوں کے پیچھے بھی واضح سنائی دے رہی تھی۔ اپنی ماں اور باپ کے متعلق ان کے لفظوں نے اسے گویا پاتال میں پھینک دیا تھا۔ آج سے پہلے اسے اپنی غربت وافلاس پر کبھی شرمندگی نہ ہوئی تھی۔ شاہ رخ صاحب نے احد کے پیچھے آتی لڑکی کو دیکھا، سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چمکتے چاند کی مانند تھا وہ چہرہ۔

''ہوں...... احد کے پھسلنے کی وجہ اس لڑکی کا بے تحاشہ حسن ہے، عجیب فتنہ گر حسن کی مالک ہے یہ لڑکی! میرے پتھر دل بیٹے کو موم بنا ڈالا۔'' وہ سوچ رہے تھے، ان کے چہرے پر سختی و رعب اس قدر تھا کہ وہ سلام کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکی تھی۔ وہ کار کے پاس کھڑے تھے، موبائل ہاتھ میں لیے ہوئے احد سامان ڈگی میں رکھ کر پلٹا تو رائمہ کو دیکھا جو بے حد گھبرائی و سہمی کھڑی تھی۔

''ٹیک اٹ ایزی!'' وہ قریب آ کر اس سے سرگوشی میں گویا ہوا تھا، شاہ رخ صاحب جو کچھ فاصلے پر کھڑے تھے ان کے قریب چلے آئے اور رائمہ بے ساختہ احد کے پیچھے ہو کر اس کا بازو تھام چکی تھی۔ اس کے ہاتھ کی لرزش وہ اپنے شانے پر محسوس کر رہا تھا۔

''چاند ہری پور گئی ہوئی ہیں کچھ عرصے کے لیے میں نے سوچا تھا اس لڑکی کو چاند کے پاس چھوڑ دیتا لیکن اب گھر ہی لے کر جانا ہوگا۔ وہاں سب کو یہی بتاؤں گا یہ میرے مرحوم دوست کی بیٹی ہے اور کچھ عرصے کے لیے ہماری مہمان رہے گی۔''

''جی...... جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔'' اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے شانے پر سے ہٹایا تھا پھر پہلے پپا کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ رائمہ کو بیک سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

جنہوں نے گھر بدر کیا تھا وہ ہی اب گھر لے کر جا رہے تھے مگر وہ ذہنی طور پر اتنا الجھا ہوا تھا کہ کئی ماہ بعد گھر واپسی کی خوشی بھی نہ محسوس کر رہا تھا۔



رامین مسکراتی ہوئی رابعہ کے پاس آئی تھی جو مونا کے ساتھ بیٹھیں لسٹ بنا رہی تھیں، وہ ان کے قریب بیٹھ کر شکوے بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''بھابی آپ کل احد سے ملنے گئی تھیں اور ہمیں بتایا بھی نہیں؟ کتنا عرصہ ہو گیا ہے احد سے ملے ہوئے میں اور کاجل بھی مل کر آ جاتے آپ کے ساتھ ہی۔''

''تم کل گھر پر نہیں تھیں پھر تم نے پہلے کبھی احد سے ملنے کی خواہش بھی نہ کی تھی۔''

''میرا دل تو بہت چاہ رہا تھا ویسے بھی اب اس بے چارے بچے سے اسی طرح باہر ہی ملنا ہوگا، بھائی صاحب تو اب اسے کبھی گھر میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔''

''اللہ نہ کرے جو کبھی ایسا ہو رامین! تم کیسی باتیں کرتی ہو؟ میرا احد اس گھر میں آئے گا اور جلد آئے گا ان شاء اللہ۔ میں نے اللہ کے حضور گڑگڑ کر دعائیں مانگی تھیں احد کے اس گھر میں خوشیوں کے ساتھ آنے کی بلکہ میں نے یہ دعا کی تھی کہ شاہ رخ نے احد کو گھر سے نکالا ہے، وہی لے کر بھی آئیں۔'' رامین کی بات پر وہ ناخوش گوار لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''بھائی صاحب کی ضدی طبیعت کو جانتے ہوئے بھی آپ نے ایسی دعا کی ہے۔''

''دعاؤں سے تو پہاڑ بھی ریزہ ہو جاتے ہیں، تمہارے بھائی کیا چیز ہیں۔''

''اللہ آپ کی دعا قبول کرے بھابی! یہ آپ ابھی سے رمضان المبارک کی آمد کی تیاریوں میں لگ گئی ہیں پورا ایک ہفتہ پڑا ہے رمضان شروع ہونے میں۔''

''ایک ہفتہ کہاں پتا چلتا ہے رامین! اس وقت دنیا میں سب سے برق رفتاری سے گزرنے والی شے کا نام وقت ہے۔ یہ ایک ہفتہ بھی پلک جھپکتے گزر جائے گا، میں نے کچن کے تمام سامان کی لسٹ تیار کر دی ہے۔ مجید بابا کے ساتھ جا کر گروسری کر آتی ہوں پھر غرباء و مساکین میں راشن، کپڑے اور رقوم بھی تقسیم کرنی ہے۔'' وہ لسٹیں مونا سے لیتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

''مجید بابا تو آج صبح سے اپنے کوارٹر میں بند ہیں، کسی کام کا ہوش نہیں ہے انہیں یہ سب آپ کی وجہ سے ہے جو اس کی آنکھوں پر چربی چڑھ گئی ہے۔''

''ارے ان کا بڑھاپا ہے رامین! اب اس عمر میں ان سے کام لینا اچھا نہیں لگتا۔''

''مفت کی روٹیاں توڑنے کے لیے کیوں رکھا ہوا ہے، نکال باہر کریں جب وہ کسی کام کے نہیں رہے ہیں، آپ بھی ہر کسی پر ترس کھانے لگتی ہیں۔''

''کہاں جائیں گے وہ؟ ساری عمر انہوں نے یہاں گزاری ہے ویسے بھی وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والے نہیں ہیں، منع کرنے کے باوجود کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔'' ملازمہ کی زبانی ان کو پتا چلا تھا ان کی احد سے ملاقات کا۔ وہ غصے سے تلملا کر رہ گئی تھیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ وہ کس طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں ان کی تڑپ سے وہ لطف لینا چاہتی تھیں مگر ان کو پتا نہ چل سکا تھا اور یہ کارستانی مجید بابا کی تھی اس لیے وہ ان کی مزید دشمن بن گئی تھیں اور یہی تہیہ کر کے بیٹھی تھیں کسی نہ کسی طرح ان کو یہاں سے نکال پھینکا جائے۔

''مونا! جا کر مجید بابا کو بلا کر لاؤ، رامین! تم بھی چلی چلو میرے ساتھ گروسری کے لیے۔'' مونا کے بعد ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''بھابی! عید کی شاپنگ کے لیے ساتھ چلیں گے، یہ شاپنگ تو بور کر دیتی ہے۔'' وہ ناک چڑھا کر گویا ہوئی تھیں معاً باہر کار رکنے کی آواز آئی تھی اور پھر مونا وہاں بھاگتی ہوئی آئی تھی، خوشی سے گلنار ہوتے چہرے کیساتھ۔

''ممی...... ممی...... بھائی آ گئے۔'' وہ مارے خوشی کے ان سے لپٹ گئی۔

''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔'' مونا دوبارہ باہر بھاگ گئی تھی جبکہ رامین ایک دم شاکڈ رہ گئی تھی ان کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ وہ واپس آ جائے گا اس گھر میں۔

چند لمحوں بعد وہ ماں و بہن کی چاہتوں کی بارش میں بھیگ رہا تھا، مونا اور ممی کتنی دیر تک اس سے لپٹی آنسو بہاتی رہی تھیں۔ وہ انہیں بازوؤں کے حصار میں کتنی دیر تک لیے کھڑا ان کے آنسو صاف کرتا رہا کبھی واپس نہ جانے کا یقین دلاتا رہا۔ رامین اور کاجل بھی آ گئی تھیں ظاہری محبت کا اظہار انہوں نے بھی کیا تھا۔

''ساری رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے تم لوگوں کا؟ میرے ساتھ مہمان ہے اس کو بھی اندر آنے کا موقع دو۔'' شاہ رخ صاحب نے سرد لہجے میں اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ چونک کر گویا ہوئیں۔

''کہاں ہے مہمان اور کون ہے؟'' رابعہ نے چونک کر کہا۔

''میرے دوست کی حال ہی میں ڈیتھ ہوئی ہے، اس کے دشمن اس بچی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اس کی زندگی خطرے میں ہے اسے تحفظ ملے اس وجہ سے میں اسے لے کر یہاں آ گیا ہوں۔'' انہوں نے خوب صورتی سے بات بنائی تھی۔

''مونا! وہ کار میں ہے لے کر آئیں اسے...... وہ کیا نام ہے؟'' انہوں نے احد کی طرف دیکھا۔

''رائمہ'' اس نے نام بتایا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔

''دوست کی بیٹی آپ کی ہے اور نام احد بتا رہے ہیں۔'' رامین نے مسکرا کر کہا تو وہ ان کے لطیف سے طنز کو سنی ان سنی کر کے سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

''رائمہ کو ملنے جلنے والوں سے دور رکھیے گا، میں نہیں چاہتا کسی کے بھی علم میں ان کی یہاں موجودگی آئے۔ مونا کے روم میں ان کو ٹھہرانے کا بندوبست کرو۔''

''مونا کے روم میں کیوں؟ گیسٹ روم کے علاوہ اور بھی کئی رومز ہیں۔''

''جو میں نے کہا ہے وہ ہی کرو بس۔'' وہ اپنی بات پر زور دے کر گویا ہوئے تھے۔ مونا ہرنی جیسی ڈری، سہمی گھبرائی گھبرائی رائمہ کا ہاتھ تھامے وہاں آئی تھی۔

''السلام علیکم! لرزش زدہ آواز میں لفظ بھی ادھر ادھر بکھر رہے تھے وہ تینوں متحیر سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں معلوم نہ تھا آنے والی مہمان لڑکی اتنی خوب صورت اور کم عمر ہوگی۔ بحر حیرت سے پہلے رابعہ نے نکل کر اسے گلے لگاتے ہوئے خوش آمدید کہا تھا، رامین اور کاجل نے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملائے تھے وہ اس عالی شان وذی حیثیت بلند و بالا محل نما عمارت کو دیکھ کر شدید احساس کمتری و کم مائیگی کا شکار ہوگئی تھی۔ احد کی سادہ و بے نیاز طبیعت میں دولت و امارت کا غرور بالکل نہ تھا، باہر سے نظر آنے والی خوب صورتی اندر سے زیادہ نمایاں تھی۔ فرنیچر، کارپٹ، پردے ہر شے اعلیٰ ترین تھی۔ اس کی نگاہ میں اپنے دو چھوٹے کمروں اور سرخ اینٹوں والا چھوٹا سا صحن گھومنے لگا تھا۔ وہ یہاں آ کر اس قدر مرعوب ہوئی تھی کہ زبان بالکل ہی تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔''

گھر میں عید کا سماں تھا، احد کی گھر آمد نے خوشیوں کے پھول کھلا دیے تھے، مونا اس کا ہاتھ تھامے اس سے چپک کر بیٹھی تھی۔ وہ پہلی نظر میں اسے فرینڈ بنا چکی تھی، رابعہ ملازماؤں کو کھانا لگانے کا کہہ چکی تھیں۔

احد اور شاہ رخ دوسرے کمرے میں اہم میٹنگ میں مصروف تھے، رامین اور کاجل خاموش بیٹھی تھیں جیسے احد کی اچانک آمد اور اس لڑکی کا اس طرح آنا کسی راز سے پردہ ہلکا ہلکا سرک رہا تھا، لیکن مبہم تھا۔ مونا اس سے کئی عام سے چھوٹے چھوٹے سوالات کر رہی تھی مگر وہ خاموش تھی کہ ایک جواب بھی اس کے اسرار کھولنے کے لیے کافی تھا اور اسے سختی سے منہ بند کر کے رکھنے کی تاکید بار بار کی جاتی رہی تھی۔

''مونا! کیوں پریشان کر رہی ہو؟ لگتا ہے یہ ابھی بھی ڈری ہوئی ہیں۔ آپ انہیں اپنے روم میں لے جائیں میں کھانا وہیں بھیج دوں گی۔'' رابعہ نے کہا۔

''یہاں کیسا ڈر بھابی جان! ہم کوئی ان کے دشمن تھوڑی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے ان کو ہم سے بات کرنے سے منع کیا گیا ہے یا یہ خود ہم سے بات نہیں کرنا چاہتی ہیں۔'' رامین اپنے کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''ارے ہم کیوں دشمن ہونے لگے ان کے، جاؤ بیٹی ریسٹ کرو بے فکر ہو کر۔'' رابعہ نے محبت سے کہا اور مونا اس کا ہاتھ پکڑ کر لے آئی۔

''چلیے بھابی! آپ کی دعا قبول ہوئی نہ صرف احد گھر میں آئے بلکہ ایک لڑکی بھی ساتھ لائے ہیں۔ آپ کو ایک ساتھ دہری خوشیاں مل گئی ہیں۔''

''مجھے تو بچی کی صورت دیکھ کر ترس آ رہا ہے کس قدر ڈری سہمی ہوئی ہے نہ معلوم کون ایسے ظالم لوگ ہیں جو ایسی پیاری بچی کو مارنا چاہتے ہیں وگرنہ اس کی صورت دیکھتے ہی پیار آنے لگتا ہے۔'' وہ سادگی سے گویا ہوئیں۔

''آنٹی! کہیں آپ احد کے دل کی بات تو نہیں کر رہی؟''

''احد کے دل کی بات...... کیا کہنا چاہ رہی ہو کاجل؟'' وہ اس کے طنز کو سمجھ رہی تھیں، رامین نے بیٹی کو آنکھیں دکھا کر چاپلوسی سے کہا۔

''ارے کچھ نہیں بھابی! آپ کو تو معلوم ہے اسے یوں ہی بھونڈے مذاق کی عادت ہے۔'' شاہ رخ صاحب نے اس پیچیدہ مسئلے کو سلجھانے کے لیے اپنے قانونی طریقے سے اپنے ان دوستوں سے صلاح ومشورے لینے شروع کردیے تھے جو قانون کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے وہ واحد سے لاکھ شاکی تھے، بہت ناراض تھے مگر خطرے کی اسی گھڑی میں وہ اسے تنہا چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

احد کو وہ سختی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالنے کا پابند کر چکے تھے، اس کے تینوں سیل فونز ان کے پاس تھے۔ اس کے فرینڈز کو بھی وہ وارن کر چکے تھے کہ معاملہ نبٹنے تک وہ لوگ آفس نہ جائیں کیونکہ کل رات جرگے میں شرکت نہ کرنے کے باعث عاشق علی پر پاگل پن سوار ہو چکا تھا۔ وہ دیوانہ بنا ان لوگوں کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ احد کے موبائل پر بالآخر اس کی کال آ گئی۔

''بزدل...... کیا چوہے کی طرح بل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے، اگر مرد ہے تو باہر نکل کر آ ورنہ اس بل کو تیری قبر بنا دوں گا۔''

''سنو! شیر کی کھال پہن کر گیدڑ شیر نہیں بن جاتا گیدڑ ہی رہتا ہے۔ میرا بیٹا شیر ہے وہ تم سے شیر کی طرح ہی مقابلہ کرنے کی تیاری کر چکا ہے۔''

''اچھا تو تم ہو اس کے باپ، دیکھنا سامنے ہی کیسی ہڈیاں چباتا ہوں اس کی۔''

''ہونہہ...... ہڈیاں کیا چباؤ گے تم...... غریبوں کا لہو پینے والے کھٹمل! تم جیسے چور، ڈاکو، اسمگلر کے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں جو میرے شیر بیٹے سے مقابلہ کرسکو۔'' ان کے دبنگ لہجے سے وہ کمزور پڑ گیا تھا۔

''ارے بابا! میں کوئی فالتو کچہری نہیں چاہتا، مجھے میری لڑکی دو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو تمہارے پیچھے بھاگتا رہوں گا، تمہارا بیٹا جو میری بیوی کو بھگا لے گیا ہے۔ وہ واپس کر دو مجھے سائیں......''

''تمہاری بیوی ہے وہ...... نکاح نامہ کہاں ہے تمہارا؟''

''بابا! تمہیں اس سے کیا مطلب کہ نکاح ہوا کہ نہیں ہوا، وہ میری بیوی نہیں ہے اگر بیٹے کی طرح تمہارے دل میں بھی کھوٹ آ گیا ہے تو بتا دو۔''

''بکواس مت کرو، وہ لڑکی اب میرے بیٹے کی بیوی اور میری بہو ہے۔'' ایک کراہ گونجی تھی گویا کوئی کند چھری سے ذبح ہو رہا ہو۔

''یہ کیا ہو رہا ہے بابا! رائمہ کو وہ مجھ سے جیت نہیں سکتا، میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا، پورے شہر میں رسوا کردوں گا۔ ایک ایک کو بتاؤں گا میری لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے وہ لڑکا! اس کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہے اور کہتا ہے نکاح کرلیا۔ جھوٹا مکار، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ غصے و اشتعال انگیزی کی حدوں سے باہر نکل چکا تھا۔

''جو ہوسکتا ہے کرلو تم، میں رات کو آ رہا ہوں اپنے بیٹے کا نکاح نامہ اور تمہارے غیر قانونی دھندوں کے قانونی ثبوت لے کر اور ہتھکڑی بھی۔'' انہوں نے کہہ کر رابطہ منقطع کرلیا۔

دوسری طرف اس کی عجیب حالت تھی موبائل اس نے زمین پر دے مارا تھا۔ چہرہ غم و غصے سے سرخ ہو گیا تھا، آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں۔

''بخشو......رحیمو......پیرو!''وہ کف اڑاتا چیخ رہا تھا، وہ تینوں ہاتھ جوڑے ڈرتے کانپتے حاضر ہو گئے تھے۔

''سارے گاؤں والوں کو جمع کرو، شہر میں بھی فون کرو۔ کیلوں اور پولیس کو کہو ہم آ رہے ہیں تیار رہیں۔ ان باپ بیٹے کا ایسا عبرتناک انجام کروں گا کہ لوگ مدتوں یاد رکھیں گے اور اس رائمہ کو کسی حال میں نہیں چھوڑوں گا۔''اس نے پرطیش لہجے میں کہتے ہوئے پستول لوڈ کی تھی معاً ایک آواز گونجی تھی۔

☆☆☆

''واہ ماما! آپ تو کہتی تھیں احد کا پتہ اس گھر سے کٹ گیا وہ کبھی یہاں آنے والا نہیں۔ انکل تو احد کے ساتھ اس سفید ناگن کو بھی لے آئے ہیں۔''موقع ملتے ہی کاجل نے ماں سے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''ارے میں تو خود حیران ہوں، بھائی جان کی کایا پلٹ کیسے گئی؟ کل تک وہ احد پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اب بنا کچھ کہے ساتھ لے کر آ گئے اور ساتھ وہ لڑکی بھی ہے کل سے آج تک میں نے دونوں پر گہری نگاہ رکھی ہے لیکن وہ دونوں اس طرح بے پرواہ اجنبی بنے ہوئے ہیں گویا ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں۔''

''آپ نے دیکھا تھا مما! انکل کو اس کا نام تک یاد نہ تھا وہ بھی احد نے ہی بتایا تھا۔ ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے، دال میں کچھ کالا ہے۔''وہ گہری سوچ میں ڈوبی کہہ رہی تھی۔

''شبہ تو مجھے بھی ہو رہا ہے بھائی صاحب اب کے مجھ سے بھی کوئی بات شیئر نہیں کر رہے اور دیکھو آج صبح ہی صبح کہیں چلے گئے ہیں آفس کا بہانہ بنا کر۔''

''تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟''انہوں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے استفسار کیا۔

''آپ مجھ سے روز یہ کیوں پوچھتی ہیں؟ میں آپ کو بتا چکی ہوں مجھے منیر کے ساتھ نہیں رہنا، اس کے اور میرے مزاج میں بے حد تضاد ہے وہ بے حد سطحی مرد ہے جو عورت کو پردے میں قید رکھنا پسند کرتا ہے اور وہ مہرین آنٹی آج بھی سو سالہ پرانی سوچ رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کولہو کی بیل کی طرح میں گھر میں کام کرتی رہوں۔''

''میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا، مہرین آپا بیک ورڈ ہیں اور منیر مزاج میں ماں کی کاپی ہے، تم وہاں ایڈجسٹ نہ ہو گی مگر احد کو نیچا دکھانے کے لیے تم نے میری ایک نہ سنی تھی۔ احد نے کوئی پروانہ کی اور الٹا اب تم خود پچھتا رہی ہو۔''

''مما! انسان غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے۔''وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''کچھ غلطیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی معافی نہیں ملتی۔ منیر سے شادی بھی تمہاری ایسی ہی غلطی ہے۔ بھائی جان کئی بار تمہارے یہاں قدم جما کر بیٹھنے کی وجہ پوچھ چکے ہیں اور ہر بار میں کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتی ہوں مگر کب تک...... کب تک میں بہانے بناؤں گی؟ اگر منیر ان کے پاس شکایت لے کر پہنچ گیا پھر کیا ہو گا؟ ان کے غصے سے واقف ہو نا تم، وہ کوئی لمحہ ضائع کیے بنا تمہیں سسرال روانہ کر دیں گے۔''وہ کہہ رہی تھیں اور کاجل بے پروائی سے کروٹ بدل گئی تھی۔

☆☆☆

عاشق علی نے ایک دم سے پراسرار خاموشی اختیار کر لی تھی پھر کچھ دنوں بعد معلوم ہوا پستول لوڈ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ٹریگر دب گیا تھا اور گولی اس کے سر میں گھس گئی تھی۔ گولی نے دماغ کو بری طرح گھائل کیا تھا، وہ کومے کی

حالت میں کسی ہسپتال میں زندگی اور موت کے درمیان تھا۔ جب اللہ کی لاٹھی پڑتی ہے تو آواز نہیں آتی۔اس کا وقت آ گیا تھا وہ انجام سے بے خبر دولت و طاقت کے نشے میں چور زمین پر اکڑ کر چل رہا تھا۔جس زمین کی کوکھ میں مٹی ہو جانا ہے وہ مٹی بڑے تکبر بھرے انداز میں اس کی ٹھوکروں میں رہتی تھی۔عیش وعشرت کے لیے جو اس نے کالا دھن جمع کیا تھا، وہ اب غیروں کے پیٹ کا ایندھن بننے والا تھا۔اس نے شادی نہ کی تھی، رنگ برنگی عورتوں کے چکر میں اسے کبھی گھر گرہستی کا خیال نہ آیا تھا۔

''مجھے ذرا بھی اندازہ نہ تھا جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے پھیلنے والی یہ دشمنی اتنی آسانی سے سرد پڑ جائے گی؟ ایک دم سب ختم ہو جائے گا۔'' گاؤں سے آئے چوکیداروں کی زبانی سب معلوم ہونے کے بعد وہ گہرا سانس لے کر گویا ہوا۔

''اس کو ختم ہونا تھا کہ ظلم مٹنے کے لیے ہے، نا معلوم کتنے گھر اجاڑے ہوں گے؟ کتنی ہی بچیوں کی عزت کو خاک میں ملایا ہوگا؟ مظلوموں کی آہوں میں بڑا اثر ہوتا ہے۔اس کی زندگی کا باب ایسی ہی زیادتیوں سے بھرا پڑا ہے، اب وہ ہے اور اس کے اعمال......آخری سانسوں میں اس کا دم اٹکا ہوا ہے، اگر بچ بھی گیا تو ہوش وحواس کھو چکا ہوگا، لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے گا۔'' شاہ رخ صاحب کہہ رہے تھے وہ چہرہ جھکائے ایسے تھکن زدہ انداز میں بیٹھا تھا گویا لمبی مسافت طے کر کے آیا ہو۔بڑی اعصاب شکن جنگ لڑی تھی اس نے اور آخر بدی کو نیکی سے شکست ہی کھانی پڑی تھی۔



رمضان المبارک کے چاند کا اعلان ہو گیا تھا، گھر میں ملازموں کی فوج ہونے کے باوجود بھی رابعہ بیگم کسی نہ کسی کام میں مصروف دکھائی دیتی تھیں۔رمضان کے اعلان کے بعد گھر میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، شاہ رخ اور احد نے بھی گھر میں آ کر مبارکباد دی تھی۔شاہ رخ نے مونا، کاجل اور رامین کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر دعائیں دی تھیں۔وہ رائمہ کو بنا دیکھے ہی چلے گئے تھے، دنیا دکھاوے کے لیے وہ اس کو برداشت کر رہے تھے ورنہ دل سے وہ اسے قبول نہ کر سکے تھے۔اپنی حیثیت جاننے کے باوجود اس کے دل کو ایک ٹھیس لگی تھی، ان سب لوگوں میں وہ تنہا تھی اور عظیم تہوار کے موقع پر اسے اپنی ماں بے تحاشہ یاد آ رہی تھیں۔مونا سے ملتے ہوئے اس کی نگاہ رائمہ پر پڑی تھی، آج پہلی بار وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

گھر میں آنے کے بعد اس نے اس کی پلٹ کر خبر نہ لی تھی، ایک تو وہ اپنی الجھنوں میں تھا اور دوسرا وہ جانتا تھا رامین اور کاجل ضرور ان کی طرف سے تجسس کا شکار ہوں گی اور اپنے تجسس کو تقویت پہنچانے کے لیے وہ نگرانی کر رہی ہوں گی اور اس نے کئی مرتبہ ان کی اس چوری کو پکڑا بھی تھا پھر مزید محتاط ہو گیا تھا۔مجید بابا کو بھی سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ وہ رائمہ سے ذرا بھی شناسائی ظاہر نہ کریں۔اب سرخ شرٹ سفید دوپٹے اور ٹراؤزر میں ملبوس وہ بے حد اپنی اپنی سی لگی تھی۔

''ارے بیٹا! تم کہاں جا رہی ہو؟ ادھر آؤ، مبارکباد نہیں لو گی۔'' رابعہ نے اسے سب سے الگ تھلگ روہانسے انداز میں دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے سینے سے لگا لیا تھا، وہ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکی تھی۔

''خوشی کے موقع پر اپنوں کی یاد ضرور آتی ہے بیٹی! ابھی جتنا چاہے آنسو بہا لو پھر کبھی میں رونے نہیں دوں گی،

آج سے مجھے ہی اپنی ماں سمجھنا۔'' رابعہ اسے سینے سے لگائے محبت سے دلاسے دے رہی تھیں، مونا پانی لینے گئی تھی۔ کاجل جھلستی نگاہوں سے احد کو دیکھ رہی تھی جو اردگرد سے بے خبر یک ٹک رائمہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، عجب بے خودی کا عالم تھا۔

''دیکھو بھئی! ہر روقت کا رونا نحوست لے کر آتا ہے، آٹھ دن تمہیں یہاں آئے ہو گئے ہیں اور اس دوران تم آٹھ ہزار بار تو رو ہی چکی ہو گی۔'' رامین منہ بناتی ہوئی گویا تھیں۔ رائمہ ایک دم چپ ہو گئیں، وہ ان ماں اور بیٹی سے بے حد خوفزدہ رہتی تھی جن کی نگاہوں میں انگارے اور لہجے میں کاٹ ہوتی تھی۔ ان کی آواز پر وہ بھی حواسوں میں آیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔



رمضان کا پاک ومقدس مہینہ تیزی سے گزر رہا تھا، زبیدہ کے ساتھ وہ عبادت پہلے بھی کرتی تھی اور اب تو گویا اپنی تنہائی کی ساتھی اس نے عبادت کو بنالیا تھا اور اس کے اندر ایک روحانی سکون وتراوٹ اتر گئی تھی۔ مونا تو گویا اس پر عاشق تھی، رابعہ بھی اسے بے حد اہمیت دینے لگی تھیں کہ پسند تو وہ پہلے بھی اسے کرتی تھیں اور اب اس نے کچن کی زیادہ تر ذمہ داریاں خود پر لے لی تھیں کیونکہ مونا عین ٹائم پر مشکل سے اٹھتی تھی۔ رامین اور کاجل ٹیبل لگنے کے بعد مہمانوں کی طرح آتی تھیں اور کھا کر چلی جاتی تھیں۔ گھر کے کاموں سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا، رابعہ اسے اپنی ماں زبیدہ جیسی ہی لگی تھیں۔ صابروشاکر، درگزرو برداشت سے کام لینے والی پرخلوص عورت! سحری وافطاری کی ذمہ داری اس نے لے لی تھی اور ایسی ذائقہ دار چٹ پٹی بہترین چیزیں بناتی تھی کہ اسے ناپسند کرنے والے شاہ رخ بھی بے ساختہ تعریف کر جاتے تھے جن کا ساتھ مونا اور رابعہ دیا کرتی تھیں۔

احد دانستہ اسے نظر انداز کیے سر جھکائے کھانے میں مگن رہتا تھا، سب کی موجودگی میں وہ اسی طرح بے نیازی برتتا تھا۔ آج کل وہ محسوس کر رہی تھی وہ اس کی نظروں کے حصار میں رہتی ہے۔ بہت تیزی سے اس کی نگاہوں کے زاویے بدل رہے تھے وہ اتنی ہی خوف زدہ رہنے لگی تھی۔

نصف رمضان گزر گیا تھا، آج مونا کی ساس، دادی اور نندیں اس کی عیدی لے کر آئی تھیں۔ نوکروں کی فوج الرٹ تھی، اہتمام روز ہی ہوتا تھا مگر آج کچھ زیادہ تھا، وہ افطاری کی تمام چیزیں تیار کر کے ٹیبل لگا کر مونا اور اپنے مشترکہ کمرے میں آ گئی تھی۔ اسے حکم نہ تھا کسی کے سامنے آنے کا اور ہوتا بھی تو وہ نہیں جاتی کہ کیا بتاتی اپنے بارے میں، وہ وہاں سے نکل کر مجید بابا کے کوارٹر میں آ گئی تھی۔ وہ آج کل بیماری کے باعث اپنے کوارٹر تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ اسے دیکھ کر بڑی خوشی سے مسکرائے تھے۔

''مہمانوں کی وجہ سے تمہیں یہاں آنا پڑا ہوگا بیٹی!'' وہ تسبیح پڑھتے ہوئے بولے۔

''جی بابا! ویسے بھی مجھے ان لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا اچھا نہیں لگتا اگر رابعہ آنٹی اور مونا نہ ہوں تو میں ان کے ساتھ بیٹھوں بھی نہیں، میں بے حد کمزور لڑکی ہوں۔'' اس نے کارپٹ پر دسترخوان بچھا کر لوازمات رکھ دیے تھے۔

''بڑے صاحب اور احد میاں بھی اخلاق کے اچھے ہیں، بس آج کل ذرا غصے میں ہیں تو بات نہیں کر رہے ہیں۔ اس گھر میں دو فتنے ہیں ایک رامین بیگم اور دوسری ان کی بیٹی کاجل ان سے سنبھل کر رہنا، وہ کب کیا کر گزریں کچھ پتا

نہیں ہوتا۔'' بابا کی بات پر اسے یاد آیا وہ کاجل کو عموماً احد کے پیچھے پیچھے دیکھتی تھی اور وہ اس سے خواہ مخواہ اتنا خار کھاتی تھی کہ بات تک کرنا گوارا نہ کرتی۔

''اس نے احد میاں سے شادی کرنا چاہی مگر احد میاں اسے بالکل پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے گھر چھوڑنا گوارا کر لیا مگر......اس سے شادی نہ کی۔'' ان کے ترش رویئوں کے باعث ملازم بھی ان کی عزت نہیں کرتے تھے۔

''ارے بیٹی! تم کو احد میاں نے بتایا کہ عاشق علی مر گیا ہے، جان چھوٹ گئی تمہاری اس سے اب تم بالکل آزاد ہو۔'' بابا کہہ رہے تھے اور وہ شاکڈ تھی۔



''احد! کیا ہو گیا آج تم صرف کھجور کھا کر اٹھ گئے ہو، روز تم دیر تک بیٹھتے ہو؟'' وہ نماز مغرب ادا کر کے آیا تو وہ اسے لان میں ہی مل گئی تھی۔

''آج طبیعت نہیں تھی کچھ بھی کھانے کو۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''طبیعت نہیں تھی یا رائمہ کی خالی کرسی دیکھ کر تمہاری بھوک اڑ گئی تھی؟'' یہ حقیقت تھی وہ بہت خوش گوار موڈ میں روزہ افطار کرنے آیا تھا مگر جب بیٹھتے ہی نظر رائمہ کی خالی کرسی کی طرف گئی تو دل کو ایک دھچکا لگا تھا۔ وہ ابھی پابندی کی زد میں تھی، ادھر دل اس کی طرف مائل بہ کرم تھا، وہ اسے دیکھنے کی چاہ میں مبتلا رہتا تھا۔ آج اس کی غیر موجودگی اسے فیصلے کی طرف لے گئی تھی۔

''ہاں، ایسا ہی ہے۔'' اس نے پراعتماد لہجے میں اعتراف کیا۔

''اوہ......ایسا کیا رشتہ ہے تمہارا اس سے؟'' وہ گویا انگاروں پر لوٹنے لگی تھی۔

''معلوم ہو گا تو سہہ نہیں پاؤ گی۔'' اس کے اندر امڈتا غبار باہر نکلنے لگا تھا۔

''ایسا کیا ہے اس لڑکی میں احد! جو مجھ میں نہیں، ایک غیر لڑکی کی خاطر تم دیوانگی کو چھو رہے ہو۔ وہ لڑکی تم کو ایک نگاہ نہیں دیکھتی اور تم پروانوں کی طرح اس پر نثار دکھائی دیتے ہو۔ میں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا تمہارے لیے، ہر طرح سے تمہارے قریب ہونے کی کوشش کی، خود اظہار محبت کیا اور تم ہر بار مجھ کو دھتکارتے رہے۔ ایک بار بھی تم نے مجھے قابل توجہ نہ سمجھا۔''

''اس گھر کی بیٹی ہونے کے باوجود تم نے کبھی اپنی حرمت کا خیال نہیں رکھا...... پکے پھل کی مانند میری جھولی میں گرنا چاہا تھا۔ خود کو پیش کرنے والی لڑکیاں کبھی بھی عزت نہیں پاتیں، تمہارے ان بے ہودہ رویوں نے تمہاری وقعت میری نگاہ میں بالکل صفر کر دی تھی۔ اس لیے میں نے پپا کی بات نہیں مانی تھی کہ میری نظروں سے تم گر گئی تھی۔ پپا کی نظروں میں تمہارا مقام بلند ہی دیکھنا چاہتا تھا اور اس لیے میں اپنے گھر سے دور رہا اور یہ جدائی کا عرصہ میری زندگی کا اذیت بھرا وقت تھا جو میں کبھی بھولنا بھی چاہوں تو نہ بھول پاؤں گا۔'' وہ بولا تو کاجل کی تمام تیزی و طراری ہوا ہو گئی تھی۔ وہ اس کو آئینہ دکھا چکا تھا، آئینہ میں اپنا مکروہ چہرہ اس سے شناخت نہیں ہو رہا تھا، اس کی عزت و وقار کی خاطر اس نے بن باس لیا تھا اگر تایا جان کو وہ ان اوچھے ہتھکنڈوں کے متعلق بتا دیتا جو اس نے اسے حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے تھے پھر کیا عزت

رہ جاتی؟اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا پہلی باراس کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا تھا۔
وہاں ان کے علاوہ دونفوس اور بھی کھڑے تھے کاجل کو بلانے آتی رامین اوراس کے پیچھے آتے شاہ رخ جو نماز کی ادائیگی کے بعد آرہے تھے۔ان کو جارحانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھ کر ناریل کے درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تھے۔احد جاچکا تھا، رامین اس سے آکر گویا ہوئیں۔
''ہم تو آج تک اس کی راہ میں کانٹے ہی بچھاتے آرہے تھے اور دیکھو وہ کس خاموشی سے ہماری پردہ پوشی کرتا رہا ہے شاید اسی کو تربیت کہتے ہیں۔ رابعہ بھابی کی لوگ تعریف یونہی تو نہیں کرتے ناں کچھ ایسا ہی وصف ہے ان میں۔'' رامین شرمندہ لہجے میں گویا ہوئی اوراس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی تھیں۔
شاہ رخ دنگ رہ گئے تھے،ان کے لیے بھی یہ انکشاف کسی اذیت سے کم نہ تھا۔شادی سے انکار پر کیا کچھ انہوں نے احد کو سنا ڈالا تھا،کس قدر بے عزتی وتذلیل کی تھی۔گھر سے بھی دھکے دینے کے انداز میں نکالا تھا پھر بھی وہ خاموش رہا تھا۔
''درست کہا ہے احد تم نے'' خود سے مرد کے گلے کا ہار بننے والی عورت مرد کے پاؤں کی وفا کی زنجیر نہیں بن سکتی،عورت کا مفہوم ہی حیاء ہے۔احد پر کی جانے والی زیادتیاں ان کو شدت سے یاد آرہی تھیں۔وہ خود کو ملامت کرتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئے جہاں مہمانوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

☆☆☆

''سنئے مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' موقع ملتے ہی وہ اس سے مخاطب ہوئی۔
''شیور......جی فرمائیے،آج آپ کو میری یاد کیسے آ گئی؟'' وہ سینے پر ہاتھ باندھے اس کے مقابل آن کھڑا ہوا،اس کا لہجہ ہر قسم کے طنز وتنفر سے پاک تھا،جگمگاتی نگاہیں اس کے روشن چہرے پر مرکوز تھیں۔
''بھول تو آپ مجھے گئے ہیں کوئی فالتو کاٹھ کباڑ سمجھ کر، میں روز انتظار کرتی ہوں شاید آج آپ مجھے بتائیں گے عاشق علی کے بارے میں......اور کوئی جواب نہ پا کر اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔ڈر رہی تھی کہ خدا جانے کیا ہو رہا ہے،کیا ہونے والا ہے،اور آپ مزے سے گھوم رہے ہیں یہ تک بتانے کی زحمت گوارانہ کی کہ عاشق علی کا قصہ ختم ہو گیا ہے،چھٹکارا مل گیا ہے اس سے؟'' مارے غصے ورنج کے اس کی آواز پھٹ گئی،احد خجل سا ہو کر رہ گیا تھا۔
''مجید بابا اگر مجھے نہ بتاتے تو میں اسی اذیت میں مبتلا رہتی۔'' وہ روہانسی ہو گئی مگر آنسوؤں کو بہنے نہ دیا۔
''اوہ......آئم رئیلی سوری!دراصل وہ تمام معاملہ ایسے حل ہوا کہ کئی دن تک میں بھی یقین نہیں کر پایا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔'' وہ اتنی نرمی وحلاوت سے بات کر رہا تھا جیسے کڑواہٹ لہجے میں نہ آئی ہو،تندی وترشی اسے چھو کر بھی نہ گزری ہو۔
''اب میرا یہاں رہنا بے جواز ہے،ہمارے درمیان پیپر میرج ہوئی تھی آپ مجھے خلاصی دیں میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔
''کہاں جاؤ گی؟'' اس نے اپنے بالوں مین انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''واپس اپنے گاؤں، وہاں میرے بابا ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں پر نادم ہوں گے، تنہائی کا روگ بڑے بڑے لوگوں کوراہ راست پر لے آتا ہے۔ مجھے امید ہے وہ برائی کا راستہ چھوڑ چکے ہوں گے۔'' وہ خوش گمانی کے سمندر میں تیر رہی تھی اس نے چاہا وہ اسے یہ بتائے کہ اس کے بابا اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر پھر یہ سوچ کر چپ رہا کہ وہ اس خبر پر ابھی رونا پیٹنا شروع ہو جائے گی اور گھر میں نئی صورت حال پیدا ہوگی۔ یہ خبر وہ اسے کبھی موقع دیکھ کر بتانے پر موقوف کر چکا تھا۔

وہ ٹیرس پر کھڑے تھے، آسمان ابر آلود تھا۔ تیز ہوا کے جھونکوں میں خوش گوار ٹھنڈک تھی۔ رائمہ نماز وتر اور تراویح پڑھ کر ابھی فارغ ہوئی تھی، سیاہ و گلابی پرنٹڈ دوپٹہ اس نے نماز کے اسٹائل میں باندھا ہوا تھا، اس کا چہرہ نور سے چمک رہا تھا۔ اس نے نگاہیں چرالی تھیں اور وہ آسمان کی طرف دیکھتا ہوا سپاٹ لہجے میں بولا۔

''میں سپریشن نہیں چاہتا، تمہیں ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔'' اس نے اچانک دھماکہ کیا۔

''تم نہیں چاہتیں میرے ساتھ رہنا؟'' وہ اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''میری اور آپ کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں، میری حیثیت اس گھر کی ملازمہ بننے کی بھی نہیں۔'' وہ رکھائی سے گویا ہوئی۔

''پپا نے جو پہلی ملاقات میں بات کی تھی وہ تم بھولی نہیں ابھی تک؟''

''وہ باتیں بالکل درست تھیں، انہوں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا۔ سب والدین اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے کوشاں رہتے ہیں پھر آپ تو ان کی اکلوتی اولاد ہیں۔ آپ کے لیے انہوں نے نا معلوم کیسی شاندار پلاننگ کی ہوگی۔ مجھے آپ طلاق دیں، میں آپ کے مقدر کا ستارہ نہیں ہوں۔'' اس نے اصرار کیا۔

''میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا نہ تم اب یہاں سے جا سکتی ہو۔ تمہیں یہیں رہنا ہے اور رہی حیثیت کی بات تو میں اسٹیٹس کو ٹھوکر مارتا ہوں۔ مجھے نہ معاشرے کی پروا ہے اور نہ اس معاشرے میں رہنے والے خود غرض لوگوں کی۔ اگر اب بھی تمہیں کسی کا خوف ہے تو میرا نام تمہارے ساتھ جڑ گیا ہے، تم بھی اب مسز رائمہ احد بن چکی ہو۔ میری پراپرٹی کی مالکہ ہو تم، کم حیثیت نہیں ہو۔'' وہ اعتماد و محبت بھرے لہجے میں سمجھا رہا تھا، وہ حیران تھی کل تک وہ اسے برا بھلا کہتا رہا تھا۔ نکاح بھی صرف اپنی رسوائی کے خیال سے کرنے پر راضی ہوا تھا، البتہ کچھ دنوں سے اس کے تیور بدلے بدلے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اکثر اس کی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی تھی۔ اسے سامنے پا کر وہ خاصا مطمئن ہو جاتا تھا۔

''میں رات کو پپا سے بات کرتا ہوں، ان کو تمہیں تسلیم کرنا ہوگا۔'' رائمہ کی اس نے ایک نہیں سنی تھی وہ اس کی محبت میں دل و جان وار چکا تھا، اسے معلوم نہ تھا کب اور کس لمحے وہ اس کو اپنا چکا تھا اب اس کے بغیر زندگی ادھوری تھی۔

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا، مونا، کاجل اور رامین شاپنگ پر گئی تھیں۔ وہ اسے ساتھ لے جانے پر بضد تھیں، اس نے بمشکل جان چھڑائی تھی رابعہ بیگم کے سر میں درد تھا۔ وہ نماز پڑھ کر سو گئی تھیں، شاہ رخ اپنے کمرے میں تھے وہ موقع غنیمت جان کر اس کے پیچھے ٹیرس پر آ گئی تھی تاکہ اس سے طلاق لے کر گاؤں واپس جائے مگر اس نے اسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ کل تک اس سے چڑنے و بیزار رہنے والا کس طرح آج اس کا طلب گار بن گیا تھا؟ وہ اس کی محبت پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔

آفس ورک کرتے شاہ رخ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے گلاسز آنکھوں سے ہٹا کر گویا ہوئے۔

''میں ابھی آپ کو بلوانے والا تھا، اب ہر معاملہ کلیر ہو گیا ہے۔عید کے بعد آپ اس لڑکی کو طلاق دے کر جان چھڑائیں اور اسے ایک خطیر رقم دے دیں تا کہ وہ کوئی ہلکا پھلکا بزنس کر کے آرام سے زندگی بسر کرے۔''

''میں آپ سے رائمہ کے متعلق ہی بات کرنے آیا تھا پپا!'' وہ بیٹھا نہیں تھا۔''میں اس کو طلاق نہیں دوں گا، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''اس کا لہجہ ٹھوس و بے لچک تھا، انہوں نے غور سے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھا پھر کچھ توقف کے بعد مسکرا کر گویا ہوئے۔

''مجھے آئیڈیا تھا تم اس کو ایسے کیسے چھوڑ سکتے ہو، وہ جوان حسین و بھرپور لڑکی ہے۔چلیں آپ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیں ہنی مون پیریڈ......ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے چلے جائیں سوئٹزرلینڈ، ملائیشیا، سنگاپور یا جہاں جانا چاہیں میں ٹکٹ کنفرم کروا دیتا ہوں لیکن واپسی میں تمہیں اسے چھوڑنا ہو گا۔وہ میرے خاندان کے قابل نہیں ہے کسی کمتر لڑکی کی کوکھ سے میرا خاندان آگے نہیں بڑھ سکتا۔'' وہ دوٹوک لہجے میں کہہ رہے تھے اور احد کے پیچھے رائمہ آئی تھی جو پردے کے پیچھے ہی چھپ گئی تھی۔وہ احد کی دیوانگی اور شاہ رخ صاحب کے نفرت کی انتہا دیکھنا چاہتی تھی اور ان کا پلان سن کر اس کے پیروں سے زمین نکل گئی تھی، وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی خاموشی سے واپس چلی گئی۔

کمرے میں آ کر اس نے خاموشی سے اپنا پرس اور شال نکالی اور پرس چیک کیا جس میں دو ڈھائی ہزار کی رقم موجود تھی۔وہ گاؤں آرام سے جا سکتی تھی، احد کی اچانک بیدار ہونے والی محبت پر اسے اعتبار ابھی آیا بھی کہاں تھا اور اندر ہونے والی گفتگو نے دل بالکل ہی اس کے خلاف کر دیا تھا۔وہ اس سے علیحدگی چاہتی تھی مگر عزت و آبرو کے ساتھ جس کی ان امیرزادوں کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہ تھی اور اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی تھی۔رابعہ سو رہی تھی، چوکیدار بھی گیٹ پر موجود نہ تھا وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔وہاں ان باپ بیٹے میں جنگ چھڑ گئی تھی احد ان کی باتوں سے راضی نہ تھا اور وہ اس کی محبت کو وقتی جذبہ قرار دے رہے تھے، سمجھا رہے تھے۔

''سوری پپا! میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا آپ کی سوچیں اتنی پست و گھٹیا ہوں گی، اگر مجھے یہی سب کرنا ہوتا تو میرے آگے ایک دنیا پڑی ہے پھر مجھے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔رائمہ ایک عرصے میرے ساتھ بنا کسی تعلق کے تنہا رہی ہے اور آپ اس کی خوب صورتی کی بات کرتے ہیں، میں پوری دنیا گھوم چکا ہوں اس سے زیادہ حسین چہرے دیکھے ہیں میں نے تب کوئی حسن مجھے متاثر نہ کر سکا۔''

''پھر اس عام و معمولی سی لڑکی کے ساتھ رہنے پر کیوں اصرار کر رہے ہو؟''ان کے لہجے میں گھن گرج نہ تھی وہ بے حد نرم لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔

''وہ عام و معمولی لڑکی نہیں ہے پپا! وہ شرم و حیاء شرافت و اعلیٰ انداز کی حامل لڑکی ہے۔مرد جتنا پاکباز ہو، دوسری طرف سے بہکایا جائے تو سب گریز و پاک بازی دھری رہ جاتی ہے۔رائمہ کی اسی ادا نے مجھے اسیر کر لیا ہے، نکاح سے قبل وہ کبھی بغیر حجاب میرے سامنے نہیں آئی تھی۔اب بھی وہ فاصلہ رکھے ہوئے ہے۔''

''اپنے اس فیصلے پر کبھی پچھتاؤ گے تو نہیں برخوردار!'' وہ بھرپور انداز میں مسکرائے۔

''پپا...... پپا! آپ مسکرا رہے ہیں...... اس کا مقصد کیا ہوا؟ میرا مطلب...... آپ راضی ہیں...... آپ مذاق کر رہے تھے؟'' وہ اس کی طرف بڑھے تھے اور احد ان سے لپٹ گیا تھا۔

''ہاں...... میں دیکھنا چاہتا تھا رائمہ سے آپ وقتی طور پر متاثر تو نہیں ہیں۔''

''پھر آپ نے کیا دیکھا پپا! میرے جذبات سچے ہیں نا؟'' وہ علیحدہ ہو کر گویا ہوا۔

''سچے اور مضبوط یہ بات حقیقت ہے احد! میں نے دل میں اس لڑکی کو جگہ نہ دی تھی، میں دولت سے زیادہ خاندانی نام و عزت کو اہمیت دیتا ہوں مگر جب میں نے اچانک آپ کی اور کاجل کی باتیں سنیں تو مجھے احساس ہوا اچھا اور برا ہونا اپنے اپنے ظرف کی بات ہوتی ہے۔ رائمہ نکاح کے بعد بھی آپ سے پردہ کرتی رہی اگر وہ لالچی و معمولی ذہنیت کی لڑکی ہوتی تو دولت حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کر سکتی تھی جس طرح کاجل اس گھر کی بیٹی ہو کر اپنے وقار سے گرتی رہی تھی۔''

''یہ ساری غلطی رامین آنٹی کی ہے، جو ہوا سو ہوا پپا! پلیز آپ کبھی بھی ان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیجیے گا کہ آپ سب جان چکے ہیں۔ میں کسی کو گلٹی فیل کرتے نہیں دیکھ سکتا ویسے بھی اس دن سے کاجل خاصی بدلی بدلی لگ رہی ہے شاید اسے اپنے غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔'' اس کا انداز عاجزانہ تھا۔

''بچوں کی بہترین تربیت کرنا ماؤں کا حق ہے خیر کاجل میری بیٹی ہے میں اسے شرمندہ کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ منیر اور اس کی ماں مہرین سے بات کی ہے میں نے سمجھایا ہے اپنے رویوں میں نرمی لے کر آئیں وہ لوگ، رفتہ رفتہ ہی وہ ان لوگوں کے مزاج کو سمجھیں گی۔''



وہ تیز تیز چلتے ہوئے اس علاقے سے نکل آئی تھی، سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا کیونکہ آخری عشرہ شروع ہوا تھا۔ عید کی تیاریوں کی گہما گہمی شروع ہو چکی تھی، لوگوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ بارہ بجے کا عمل تھا مگر دن کا سماں لگ رہا تھا، کراچی کی راتیں بھی دن کی طرح روشن اور زندگی سے پر ہوتی ہیں۔ بھاگتی دوڑتی گاڑیاں ہنستے مسکراتے چہرے، چمکتے بازار اور پر رونق راستے ایک ہلچل سی تھی ہر سو۔ وہ اتنے ہجوم میں نم آنکھوں و سلگتے دل کے ساتھ اسٹاپ پر کھڑی تھی معاً گرے کار آگے سے گزری اور کچھ دیر بعد ہی ریورس میں سامنے آ کر رکی تھی۔

''رائمہ......'' مسز مہ جبین حیران و پریشان کار سے نکلی، وہ اتنی عجلت میں تھیں کہ ڈرائیور کے دروازہ کھولنے کا انتظار کیے بغیر ہی خود باہر نکل کر اس کی طرف بڑھیں۔ وہ بھی غیر متوقع طور پر ان کو سامنے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی تھی، مہ جبین نے اسے سینے سے لگا لیا اور ارد گرد کی پروا کیے بنا اس کے ساتھ خود بھی رو پڑی تھیں۔

''کہاں چلی گئی تھیں رائمہ! میں آپ کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی۔'' اسے ساتھ ہی لے آئیں، ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر دی تھی خاصی دیر تک وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں تھی، آنسوؤں کی بارش ٹوٹ کر برسی تھی۔

کار ایک لگژری اپارٹمنٹ کے بیسمنٹ میں رکی تھی، وہ اس کا ہاتھ تھامے شاندار اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی پھر

ایک گلاس بھر کر پانی لے آئیں۔

''جلدی جلدی بتاؤ مجھے آپ کہاں چلی گئی تھیں کیونکہ آپ کار میں نہیں تھیں وہ رات میں نے پریشانی میں گزاری تھی پھر مجھے وہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا پھر میں دو تین بار چھپ کر وہاں گئی تا کہ آپ کے بارے میں کچھ پتا چل سکے مگر ہر بار یہی خبر ملتی تھی۔ وڈیرا! آپ کو ڈھونڈ رہا ہے، ابھی ہری پوری سے واپسی پر بھی گاؤں سے ہوتی ہوئی آئی ہوں وہاں معلوم ہوا وڈیرا دنیا چھوڑ چکا ہے اور آپ کا کچھ پتا نہیں۔'' وہ بے حد متجسس تھیں۔ رائمہ نے بھی چائے کے دوران ان کو ساری بپتا سنا ڈالی تھی۔ وہ سن کر متحیر رہ گئی تھیں۔

''اتنے کم عرصے میں کتنے دکھ دیکھ لیے آپ نے رائمہ! اور یہ پیپر میرج کی بھی فکر مت کریں میں خود سارا مسئلہ حل کروں گی، شاہ رخ اس طرح کیسے کر سکتے ہیں۔''

''آپ جانتی ہیں ان کو؟'' اس نے چونک کر پوچھا تھا اسی ٹائم ڈور بیل ہوئی تھی۔

وہ گیٹ کھولنے گئی تھیں اور گیٹ کے باہر استادہ شخص کو دیکھ کر رائمہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی تھی اس کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''وعلیکم السلام! اب اندر آؤ گے یا اسی جگہ کھڑے رہو گے۔'' وہ خاصی بے رخی سے سلام کا جواب دیتی ہوئی بولیں۔ وہ گہرا سانس لے کر اندر آ گیا اور سیدھا اس کے قریب آ کر سخت لہجے میں گویا ہوا۔

''تم نے جرأت کیسے کی، بنا اطلاع دیے گھر سے نکلنے کی؟''

''رائمہ نے تمہاری اور شاہ رخ کی باتیں سن لی تھیں پھر اس کا وہاں رکنے کا کیا جواز تھا؟''

''جو مذموم عزائم عاشق علی کے تھے، وہ تمہیں نکاح کی آڑ میں کرنے کی ترغیب دی جا رہی تھی پھر اس کے بعد وہ ہی ٹھوکر اسے لگا دی جاتی جو کسی پیشہ ور عورت کو لگا دی جاتی ہے۔'' مہ جبین مکمل طور پر رائمہ کی سائیڈ لے رہی تھیں، ان کی بات پر اس کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوا تھا، وہ اس کی طرف درشتگی سے دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''جب لوگوں کو چھپ کر بات سننے کا شوق ہے تو پھر پوری بات بھی سننا چاہیے۔''

''کیا شاہ رخ نے تم سے کہا نہیں کہ کچھ ٹائم گزار کے رائمہ کو طلاق دو؟''

''آف کورس کہا لیکن......'' وہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے بولیں۔

''لیکن ویکن چھوڑو......رائمہ تنہا نہیں ہے میری بیٹی ہے یہ میں اس حرکت پر شاہ رخ اور تم کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کر دوں گی۔ اسد بھی عید پر انگلینڈ سے آ رہے ہیں ہمیشہ کے لیے پھر تم دیکھنا ذرا۔'' وہ آگ بگولہ ہو رہی تھیں۔

''چاند آنٹی پلیز آپ میری پوری بات تو سن لیں آپ نے ان محترمہ کی باتیں سنی ہیں اور فیصلہ کر لیا......اب میری بھی سن لیں۔'' ان کی باتوں سے لگ رہا تھا ان کا رشتہ بہت پائیدار ہے، بے تکلفی سے ان میں گفتگو ہو رہی تھی وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔

''پپا نے اتنی لغو باتیں صرف اس لیے کی تھی کہ وہ میرا امتحان لے رہے تھے یقین کرنا چاہتے تھے کہ میں ساری زندگی اس بندھن کو نبھا بھی پاؤں گا یا نہیں؟ کیونکہ ان سے نکاح میں نے مجبوری میں کیا تھا، وہ مجھے پرکھ رہے تھے اور محترمہ

بدک کر بھاگ گئیں۔ چند لمحوں میں ہی پورے گھر میں کھلبلی مچ گئی، پورا بنگلہ، لان سرونٹ کوارٹرز دیکھے جا چکے تھے مگر ان کا سراغ نہ لا تو میں اور پپا الگ الگ ان کو ڈھونڈنے نکل گئے۔ ان کا اس طرح گھر سے جانا ہمیں احساس دلا گیا کہ یہ ہماری ادھوری باتیں سن کر جا چکی ہیں۔ پپا اس عمل پر بے حد شرمندہ ہیں۔'' اس کی باتیں سچائی اور حقیقت سے لبریز تھیں، مہ جبین مسکرا کر خجالت آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

''یہ بتایئے آپ کو رائمہ کی یہاں موجودگی کا کس نے بتایا؟''

''مونا، آنٹی اور کاجل شاپنگ کرنے گئی ہوئی تھیں، وہاں سے گزرتے ہوئے انہوں نے آپ کو دیکھا تھا، میں جو گاؤں ان کو ڈھونڈنے کے لیے نکلنے ہی والا تھا مونا کے بتانے پر یہاں چلا آیا۔'' ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اس کی غیر موجودگی سے اس کے اندر جو طوفان برپا کر دیا تھا، وہ اسے دیکھ کر آسودگی میں بدل گیا تھا لیکن وہ اس کی بے اعتباری پر سخت خفا تھا، اس سے جدائی کے تصور سے ہی اس کی جان پر بن آئی تھی۔

''آنٹی! آپ کا نام چاند بھی ہے آپ نے کبھی بتایا نہیں۔''

''نام تو میرا مہ جبین ہے مگر نک نیم چاند ہے، جو میرے قریبی لوگ مجھے پیار سے چاند اور چاند آنٹی کہہ کر پکارتے ہیں۔'' وہ خاصی پر جوش تھیں۔

''پیار کی باتیں ایسے لوگ کہاں جانیں گے جو عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔'' وہ آنکھیں بند کیے طنزیہ بولا پھر آنکھیں کھول کر مخاطب ہوا۔

''آپ کیسے جانتی ہیں ان کو؟ خاصی گہری دوستی لگ رہی ہے آپ کی۔''

''یہ میڈم مہ جبین ہیں ان کے اسکول میں ٹیچنگ کرتی تھی میری امی نے ان کو بہن بنایا ہوا تھا۔'' وہ اس بار خاصے اعتماد سے گویا ہوئی۔

''آپ سے میں بات نہیں کر رہا پھر آپ کیوں بول رہی ہیں؟'' وہ اپنے مخصوص سرد و اکھڑ لہجے میں بولا، رائمہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

''اب یہ تمہاری بیوی ہے، تمہیں اس سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔''

''یہ آپ کہہ رہی ہیں ناں، اس سے پوچھیں کہ اس کو یہ رشتہ قبول ہے؟''

''میں چائے بنانے جا رہی ہوں، تم خود ہی پوچھتے رہو اور سحری میں کیا کھاؤ گے؟ بس اب سحری کا ٹائم بھی ہونے کو ہے۔'' وہ بہانے سے وہاں سے اٹھی تھیں۔

''آپ بیٹھیں میں چائے لاتی ہوں۔'' وہ گھبرا کر اٹھی تھی۔

''نہیں نہیں...... تم دونوں اپنے جھگڑے نبٹاؤ، احد! میری ہاتھ کی چائے پسند کرتا ہے۔ اس وقت اسے چائے کی شدید طلب ہو رہی ہو گی۔ آپ کے پیچھے اتنا خوار ہو کر آیا ہے میرا بچہ!'' وہ کہتی ہوئی چلی گئیں اس نے ان کے پیچھے جانا چاہا تھا معاً اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اتنے ایٹی ٹیوڈ کیوں دکھاتی ہیں؟''اس نے کھینچ کر اسے قریب بٹھالیا۔

''آپ اتنا غصہ کیوں دکھاتے ہو؟ ایک لمحے میں سامنے والے کی عزت دو کوڑی کی کر کے رکھ دیتے ہیں۔''وہ دور ہوتی سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ مہ جبین کی محبت نے اسے ایک دم سے بہت معتبر کر دیا تھا اس کا اعتماد لوٹ آیا تھا۔

''غلط بات میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔''وہ سادگی سے بولا۔

''میں بھی آپ کی بے حد عزت کرتی ہوں۔''وہ جزبز ہوئی۔

''اور محبت......؟''وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کر آہستگی سے گویا ہوا۔ اس کی گرفت میں عجیب سی حدت تھی اس کی پلکیں رخساروں پر لرزنے لگی تھیں۔

''بتاؤ ناں صرف عزت سے کام نہیں چلے گا، محبت بھی چاہیے۔''

''اب کیا جواب دوں اس بات کا؟''وہ حواس باختہ ہوئی۔

''مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں یہ بتاؤ؟''وہ بضد ہوا۔

''مجھے نہیں پتا؟''وہ اس کے اصرار پر سراسیمہ تھی، الگ بات تھی کہ دل کے تمام ساز ایک ساتھ بج اٹھے تھے جن کی جھنکار نے دل کی گہرائی میں مسرت و انبساط کی لہریں دوڑا دی تھیں۔ دھڑکنیں کچھ اس طرح بے ترتیب ہوئی تھیں کہ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھیں۔

''تمہیں میں پسند نہیں ہوں، تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو ٹھیک ہے پھر......''

''آہ......! آپ تو ناراض ہو گئے، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔''وہ بے ساختہ بولی۔

''پھر کیا مقصد ہے تمہارا؟ تم جبراً میرے سنگ زندگی گزارو گی؟''وہ خشک و بیگانہ انداز میں کہہ رہا تھا پل پل رویہ بدلنے والا بندہ تھا وہ۔

''میں اس خیال سے گھر سے نکلی تھی کہ آپکا نام مجھ سے چھین نہ لیا جائے۔ میں ساری زندگی آپ کے نام کے ساتھ گزارنے کا ارادہ کر چکی تھی۔''

''پھر کہو ناں......مجھ سے محبت کرتی ہو؟''

''میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں، عورت اقرار محبت کرتی اچھی نہیں لگتی۔''وہ نا چاہتے ہوئے بھی اقرار کر چکی تھی، احد قہقہہ لگا بیٹھا۔

''صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں، واہ کیا اقرار محبت ہے۔''اس کی شرارت پر وہ جھینپ کر مسکرادی، وہ مبہوت سارہ گیا تھا کیسی چاند کی کرنوں جیسی مسکراہٹ تھی روشن و پرکشش۔

''بس......اب کبھی ان پلکوں کو بھیگنے مت دینا، تمہاری مسکراہٹ بے احد اجلی ہے۔ آنسوؤں کے ساگر میں چھپانے کی سعی بالکل بھی نہ کرنا۔''وہ اس کے چہرے کو چھو کر کہہ رہا تھا تبھی مہ جبین چائے لے آئی تھی۔

''بتایا نہیں تم نے سحری میں کیا کھانا پسند کرو گے؟''انہوں نے کپ تھماتے ہوئے کہا۔

''سحری ہم گھر جا کر کریں گے۔ میں رائمہ کو لے کر جا رہا ہوں۔''وہ از حد خوش تھا۔

''ارے اب رائمہ کو بھول جاؤ، رائمہ میرے پاس رہے گی۔ میں شاہ رخ اور رابعہ سے بات کر رہی تھی ابھی رابعہ بہت نرم دل ہے وہ تم سے خفا ہونے کے بجائے خوشی خوشی رائمہ کے لیے رنگ اور کپڑے خرید رہی ہیں۔ مونا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، شاپنگ سینٹر سے سب یہیں آ رہے ہیں۔ تم رائمہ کو رنگ پہناؤ گے اور عید کے چوتھے دن وہ تمہاری دلہن بن کر جائے گی۔ رائمہ آج کے بعد تم اس سے نہیں ملو گی۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے تفصیل بتائی۔

''یہ فاؤل ہے آنٹی! اس سے محبت نہیں تھی تو یہ میرے ساتھ تھی اب محبت ہو گئی ہے تو ظالم سماج درمیان میں آ رہا ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''جدائی محبت کو مزید مستحکم کرتی ہے پھر تم تو ایک ساتھ دو عیدیں مناؤ گے۔'' وہ چائے پیتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھیں۔

''اب میری عید میری ان کی دید سے مشروط ہو گئی ہے، ان کی دید کے بغیر عید کہاں عید لگے گی۔'' وہ رائمہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ دو آنسو چپکے سے اس کے آنچل میں جذب ہوئے تھے، آج اس کی ماں کی دعا قبول ہوئی تھی۔ وہ محل جیسے گھر کی ہی نہیں ایک شہزادے کے دل کی رانی بن گئی تھی۔ پہلی بار عید اس کے لیے خوشیاں لے کر آ رہی تھی اور اس کے دل سے صدا اٹھی تھی عید مبارک۔

☆☆☆ختم شد☆☆☆